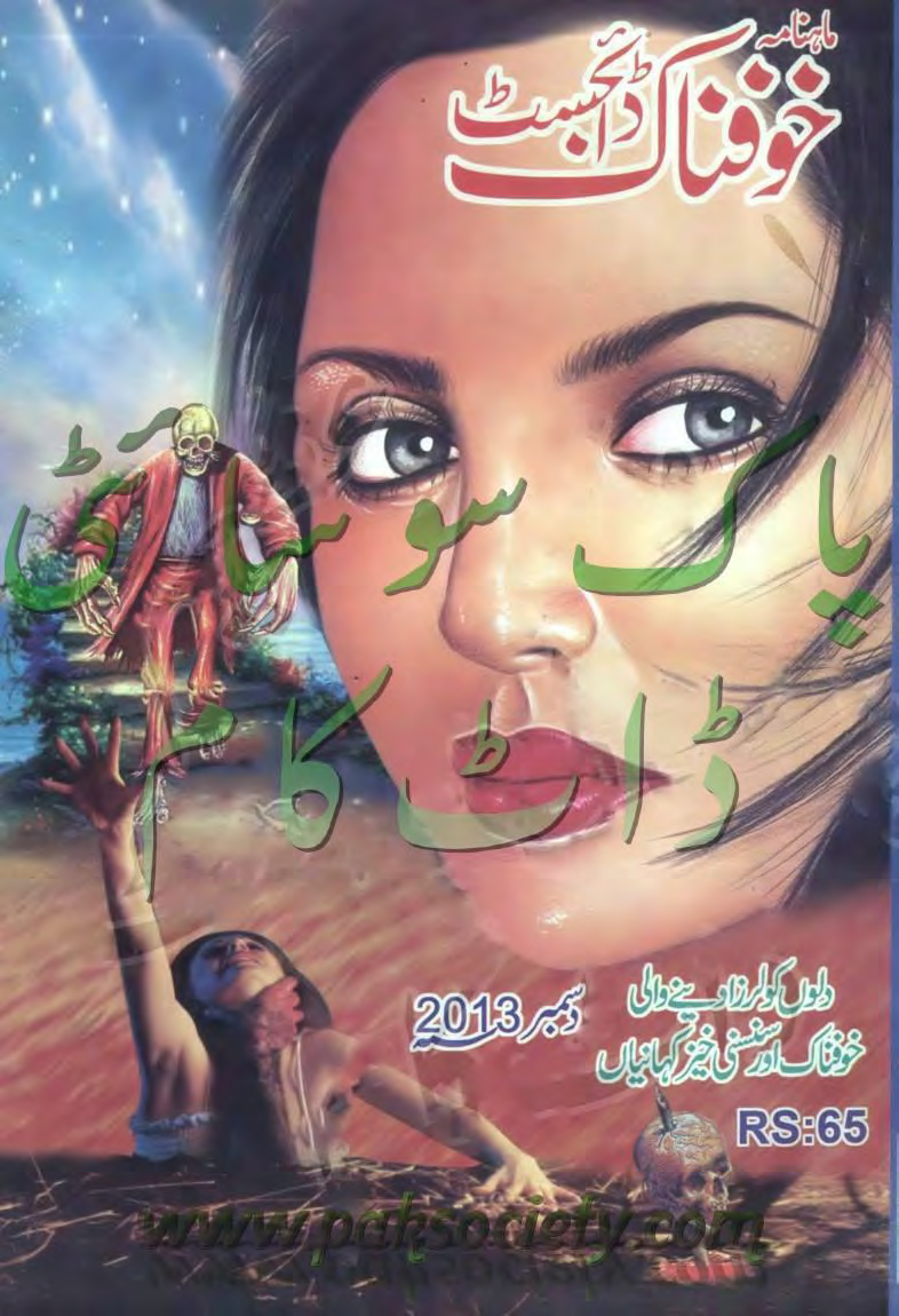

ماہنامہ
خوفناک ڈائجسٹ
دسمبر 2013
دلوں کو لرزا دینے والی
خوفناک اور سنسنی خیز کہانیاں
RS:65

ماہنامہ خوفناک ڈائجسٹ لاہور
ماہ دسمبر 2013ء کے شمارے
درِ توبہ نمبر کی جھلکیاں

118 حسین آتما
کامران شکیل
واہ کینٹ

کالا جادو
آخری قسط
خواجہ عاصم سرگودھا

152 کالی ڈائن
عدنان عاشق پریم
گوجر خان

106 سیاہ سایہ
محمد سلیم اختر
جہانیاں منڈی

136 خونی مکھیاں
انعام علی خان جنڈ

88 درِ توبہ
ساحل دُعا بخاری
بصیرپور

144 خون آشام
کامران احمد
منڈی بہاؤالدین

34 گل بانو پری
زاہد اقبال اٹک

ماہنامہ خوفناک ڈائجسٹ لاہور
ماہ دسمبر 2013ء کے شمارے
درِ توبہ نمبر کی جھلکیاں

62 احساسِ ندامت
قمر قمر نشاد رتووال

بھٹکتی روح
عائشہ ساحر فری
اسلام آباد

20 موت کی منزل
قسط
پرنس کریم
پشاور

پسندیدہ اشعار

خطوط

غزلیں

کہانیوں کی صداقت ہر شک وشبہ سے بالاتر ہوتی ہے۔ ایسی تمام کہانیوں کے تمام نام واقعات قطعی طور پر تبدیل کر دیئے جاتے ہیں جن سے حالات میں تلخی پیدا ہونے کا امکان ہو جس کا ایڈیٹر، رائیٹر، ادارہ یا پبلشرز ذمہ دار نہ ہوگا۔ (پبلشر: شہزادہ عالمگیر۔ پرنٹر: زاہد بشیر۔ ریتی گن روڈ، لاہور)

سات ہلاکت خیز گناہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے ارشاد فرمایا: سات تباہ کن اور ہلاکت خیز گناہ سے بچو۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! وہ کون کون سے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، جادو کرنا، جس جان کو اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے، اسے ناحق قتل کرنا، یتیم کا مال کھانا، سود کھانا، میدان جہاد سے فرار ہونا، پاک دامن خواتین پر زنا کی تہمت لگانا۔

شیطان کی اعانت سے بچو

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جس نے شراب پی رکھی تھی۔ آپؐ نے حاضرین سے فرمایا اسے ڈانٹ ڈپٹ کرو۔ مسلمان اسے ڈانٹ ڈپٹ کرنے لگے۔ کسی نے کہا تو نے اللہ کی فرمانبرداری کا خیال نہ کیا؟ کسی نے کہا تجھے اللہ کا خوف نہ آیا؟ جب ایک آدمی نے کہا اللہ تجھے رسوا کرے تو نبی کریمؐ نے اس کو روک دیا اور فرمایا: اسے بددعائیں دے کر اس کے خلاف شیطان کی اعانت نہ کرو اس کے بجائے اسے دعائیں دو، یوں کہو اے اللہ اس کی بخشش فرما، اے اللہ اس پر رحم فرما۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جب یہ پوچھا گیا کہ سب سے افضل عمل کون سا ہے تو آپؐ نے فرمایا جب تیری موت آئے تو تیری زبان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر ہو۔

ذکر اللہ تعالیٰ کی تمام عبادات کا خلاصہ ہے حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: آسمان والے اہل زمین کے ان گھروں کو جن میں اللہ تعالیٰ کے نام کا ذکر ہوتا ہے ستاروں کی طرح چمکدار دیکھتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے جنت میں وہ لوگ بلائے جائیں گے جو مصیبت و آرام کے وقت اللہ کی حمد کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ کا ذکر ایسی کثرت سے کرو کہ لوگ مجنوں کہلانے لگیں۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے کہ اللہ کے ذکر سے بڑھ کر کسی آدمی کا کوئی عمل عذاب قبر سے زیادہ عذاب دینے والا نہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کوئی ایسی چیز بتا دیجئے جسے مشغلہ اور دستور بنا لیا جائے۔ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے ذکر سے تو ہر وقت رطب اللسان رہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے جو شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے اور جو نہیں کرتا ان دونوں کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے۔ ذکر کرنے والا زندہ اور نہ کرنے والا مردہ۔

نوید سلیم ۔ مرید والا۔ فیصل آباد

پڑوسیوں کے حقوق

اصل میں ہمسایہ ہر وہ شخص ہے جو آپ کے دائیں بائیں اوپر نیچے چالیس گھر تک آس پاس رہتا ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سن لو چالیس گھر تک ہمسایہ ہوتا ہے اور جنت میں وہ شخص داخل نہیں ہوگا جس کا ہمسایہ اس کے شر سے ڈرتا ہو۔ اسلام کی نظر میں ہمسائے کے حقوق کی بنیاد چار اصولوں پر ہے:

☆انسان اپنے ہمسائے کو تکلیف نہ پہنچائے۔
☆اس کو اس شخص سے بچائے جو اسے ایذا پہنچانا چاہتا ہو۔
☆اس کے ساتھ اچھائی کا برتاؤ کرے۔
☆اس کی بدمزاجی کا بردباری اور درگزر سے بدلہ لے۔

ایذا کی مختلف صورتیں ہیں۔ مثلاً زنا، چوری، گالی گلوچ، برا بھلا کہنا اور گند وغیرہ ڈالنا بھی ایذا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس عورتوں سے زنا اور دس آدمیوں کے مال کو چوری کرنے کو ہمسائے سے ایک مرتبہ زنا اور ایک مرتبہ کی چوری کو برابر قرار دیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تین مرتبہ قسم اٹھا کر خدا کی قسم وہ شخص مومن نہیں ہو سکتا جس کا ہمسایہ اس کے شر سے امن میں نہ ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر ہمسایہ مدد طلب کرے تو اس کی مدد کرو اور اگر قرض مانگے تو قرض دو محتاج ہو جائے تو مالی امداد کرو، بیمار ہو جائے تو علاج کراؤ اور مر جائے تو جنازے کے ساتھ قبرستان جاؤ اور اس کے بعد اس کے بچوں کی دیکھ بھال کرو۔ اسے کوئی اعزاز مل جائے تو جا کر مبارکباد دو، کسی مصیبت میں گرفتار ہو تو اظہار ہمدردی کرو۔

محمد عباس راحت و حافظ محمد اکبر عطاری ۔ لسبیلہ

حضورؐ کا گزر اوقات

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کبھی دو دن متواتر جو کی روٹی بھی سیر ہو کر نہیں کھائی یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اہل خانہ نے کبھی بھی تین دن مسلسل گندم کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی یہاں تک کہ آپ دنیا سے رخصت ہوئے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمر بھر نہ تو کبھی دستر خوان پر کھانا تناول فرمایا اور نہ ہی چپاتی کھائی یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا۔

بھٹکتی روح

۔۔۔تحریر: عائشہ سحر عرف فری۔ اسلام آباد۔

مجھے باہر نکالو میں بری طرح دراڑ میں پھنس چکی ہوں نہ اوپر جا سکتی ہوں نہ نیچے مجھے کھینچو۔ اس کی یہ بات سن کر ہمارے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہم اوپر کی طرف زور لگانے لگے لیکن وہ ایسی پھنسی ہوئی تھی کہ اوپر اٹھنے کا نام ہی نہ لے رہی اس کی چیخوں کی گونج بڑھتی جا رہی تھی اور پھر یہ دیکھ کر ہمارے دل کانپ کر رہ گئے کہ دراڑیں بند ہونے لگی تھیں اف خدایا یہ کیا ہو گیا۔ میں نے رسہ چھوڑ دیا اور دراڑ کے دھانے پر کھڑا ہو گیا جہ نہیں سارہ میں تمہیں مرنے نہیں دوں گا ایسا کبھی بھی نہیں ہونے دوں گا اتنا کہہ کر میں نے اپنی دونوں ٹانگیں دراڑ میں رکھ دیں کہ دراڑ بند نہ ہو لیکن دوسرے ہی لمحے میں بھی چیخنے لگا۔ علی ۔۔علی۔ میری ٹانگیں ۔۔ مجھے پکڑو مجھے اوپر کھینچو میری ٹانگیں ٹوٹ رہی ہیں علی نے میرے کندھے سے پکڑ لیا اور اوپر کی طرف کھینچنے لگا درد سے میرا برا حال ہو رہا تھا علی اپنی پوری طاقت آزما رہا تھا اور میں وہ کامیاب بھی ہو گیا اس نے مجھے باہر کھینچ لیا اور شکر ہے کہ ابھی میری ہڈیاں نہیں ٹوٹی تھیں لیکن ہم سارہ کو کھو چکے تھے اس کی چیخیں بند ہو چکی تھیں دراڑ بند ہو چکی تھی زمین ہموار ہو چکی تھی وہ اندر ہی دب کر رہ گئی تھی۔ سارہ سارہ میں درد شدت کے باوجود اس کو پکارنے لگا کہ مجھے قہقہوں کی گونج سنائی دی۔ یہ آواز اور دھویں کے ہیولے سے سنائی دے رہی تھی وہ ہمارے سامنے تھی۔ دھواں کا سفید ہیولہ انسانی روپ دھار چکا تھا۔ وہ ایک دوشیزہ تھی خوبصورت دوشیزہ۔ جو قہقہے لگائے جا رہی تھی اور ہم ڈرے ہوئے اس کو دیکھے جا رہے تھے۔۔ ایک دلچسپ اور سنسنی خیز کہانی

تم نے دیکھا تھا کتنا حیران کن منظر تھا وہ یوں لگتا تھا کہ جیسے کوئی قیامت برپا ہونے والی ہو۔ منٹوں۔ لمحوں میں ہر طرف سے گرد و غبار اٹھنے لگی تھی ہر طرف سے طوفان ابھرنے لگا تھا اور زمین یوں لرزنے لگی تھی کہ جیسے بہت بڑا زلزلہ آ گیا ہو اور صرف یہی نہیں بلکہ دلوں کو جھٹکا تو اس وقت لگا تھا جب زمین میں دراڑیں پڑنے لگیں تھیں۔ تم نے تو بھاگنے میں ایک منٹ کی دیر نہ کی تھی۔ میری بات سن کر علی سوچوں کی عمیق گہرائی سے باہر نکلتے ہوئے بولا۔

تم بزدل ہو ہاں بزدل میں نے تم کو دیکھ لیا ہے کہ تم میرے ساتھ نہیں چل سکتے کبھی بھی میرے ساتھ نہیں چل سکتے۔ گرد و غبار ہی تو تھی زمین کو جھٹکا ہی لگا تھا ناں اور تم تم۔ جاؤ یار اب میرا دماغ نہ کھاؤ بہت ہو گیا۔ علی ایسے بولتا جانے لگا جیسے میں نے بہت بڑا دھوکہ کیا ہو اسکے ساتھ۔ میں اس کا منہ ہی تکتا رہ گیا میں اس سے بہت کچھ کہنا تھا لیکن اس کی باتیں سن کر کچھ بھی نہ کہہ پایا ہاں البتہ اس کی باتوں پر میرے منہ سے خود بخود قہقہے ابھرنے لگے تھے اور میں مسلسل ہنستے جانے لگا۔ مجھے یوں ہنستا ہوا دیکھ کر وہ حیرت بھری نظروں سے مجھے گھورتے ہوئے بولا۔

ایسے ہی ہنستے جاؤ گے یا پھر کچھ منہ سے پھوٹو گے بھی۔ وہ پوری طرح میری طرف متوجہ تھا اور میں ہنسے ہی جا رہا تھا۔

تیری باتیں سن کر ہنسی نہیں آئے گی تو اور کیا ہو گا



بتاؤ اور کیا کروں مجھے ڈرپوک کہہ رہے ہو مجھے بزدل کہہ رہے ہو۔ میں تمہیں اکیلا چھوڑ کر بھاگا تھا۔ یہی کہہ رہے ہو ناں تم۔ واہ کیا کہنے تمہارے حالانکہ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ تم نے خود ہی مجھے کہا تھا کہ حیدر بھاگو۔ سو میں بھاگ پڑا۔ مجھے کیا پتہ تھا کہ تم میرے پیچھے بھاگے نہیں ہو وہاں ہی کھڑے رہے ہو۔ وہاں کے منظر کو مزید کریدنے کی کوشش کر رہے ہو میں تو یہی سمجھ رہا تھا کہ تم میرے پیچھے پیچھے بھاگ رہے ہو۔ اور پھر اس تیز طوفان میں کچھ بھی تو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کیا کچھ ہو رہا ہے بھاگتے وقت اس ویرانے میں بکھرے پتوں کی آوازیں بھی ایسے سنائی دے رہی تھیں جیسے ہم دونوں ہی نہیں بلکہ ہمارے ساتھ ساتھ سینکڑوں ہزاروں لوگ بھاگ رہے ہوں۔ میری بات سن کر علی نے ایک گہری سانس لی اور پھر بولا۔

ہاں حیدر۔ وہ واقعی ایک خوفناک اور دل کو دہلا دینے والا منظر تھا۔ بہت ہی بھیانک منظر۔ اس کا مطلب ہے قاسم لوگوں نے جو کچھ کہا تھا سچ ہی کہا تھا ہم خواہ مخواہ انکی باتوں کا مذاق اڑاتے رہے تھے ہم ان سے یہی کہتے رہے تھے ناں کہ یہ جدید دور ہے اس دور میں ایسی باتیں محض افسانے ہوتے ہیں لیکن یہاں پہنچ کر ہمیں یقین ہو گیا کہ نہیں یہ محض افسانہ نہیں ہے بلکہ آج کے اس دور میں بھی ابھی بھی وہ سب کچھ ہوتا ہے جو آج سے صدیوں سال پہلے ہوتا چلا آ رہا تھا۔ کچھ بھی جھوٹ نہیں ہے۔ لیکن ایسا منظر بیتا کیوں۔ میں یہ جان کر ہی رہوں گا۔ میں یہ دیکھ کر ہی رہوں گا کہ وہاں ایسا کیا ہے۔ زمین کیوں پھٹنے لگتی ہے۔ ہر طرف دراڑیں کیوں پڑنے لگ جاتی ہیں ہم مسلسل تین دنوں سے وہاں اس جگہ جا رہے ہیں اور ہر روز ہی ایسا ہوتا ہے ہر روز ہی یہ منظر دیکھنے کو ملتا ہے کچھ تو ہے وہاں جس وجہ سے یہ سب ہو رہا ہے کچھ لمحے ہی پرسکون گزرتے ہیں اور پھر یکدم ہر طرف سے گرد و غبار ابھرنے لگتا ہے زمین ہلنے لگتی ہے اور پھر اس میں دراڑیں۔ یار میں اس کی گہرائی میں اترنا چاہتا ہوں میں پوری طرح کھوج لگانا چاہتا ہوں۔ دیکھنا چاہتا ہوں ایسا کیوں ہوتا ہے۔ وہاں ایسا کیا ہے جس وجہ سے یہ سب ہو رہا ہے۔

دیکھ یار ان چکروں میں پڑنا چھوڑو۔ جو بھی ہو رہا ہے ہونے دو ہمیں اس سے کیا لینا دینا ہمیں بس اب واپس جانا ہے تین دن کے لیے آئے تھے سو تین دن ہو گئے ہیں۔ اب بس ایک لمحہ بھی ہم یہاں نہیں رکیں گے۔ میں نے اپنا فیصلہ سناتے ہوئے کہا۔

نہیں ہرگز نہیں تم جانا چاہتے ہو تو جاؤ میں نہیں جاؤں گا ہرگز نہیں جاؤں گا۔ یہ کیوں ہو رہا ہے میں اس راز کو جانوں گا اور ہر حال میں جانوں گا۔ کوئی میرے پاس ہوتا ہے یا نہیں مجھے اس بات سے کوئی غرض نہیں ہے۔ مجھے اس راز کو جاننا ہے بس۔

پاگل ہو گئے ہو بس تم۔۔ پوری طرح پاگل ان واقعات نے تمہیں پاگل کر دیا ہے تم اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھے ہو۔ ہم یہاں صرف یہ دیکھنے آئے تھے کہ ہمارے دوستوں نے سچ کہا تھا یا پھر جھوٹ اس بات کی تحقیق کرنے آئے تھے مستقل رہائش رکھنے نہیں۔ چلو اب چلتے ہیں۔

میں نے کہا ناں کہ تم نے جانا ہے تو جاؤ میں نے ابھی نہیں جانا اور نہ ہی فی الحال میرا ابھی کوئی ارادہ ہے جانے کا تم نے تو تین بار یہ منظر دیکھا ہے اور تمہاری یہ حالت ہو گئی ہے کہ تمہارے چہرے کی رنگت پڑ گئی ہے آنکھوں میں خوف بھر گیا ہے اور۔ دوست میں نے کئی بار یہ منظر دیکھا ہے اور جو جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے ہو تم رات کو گھوڑے بیچ کر سو جایا کرتے تھے جبکہ میں رات کی تاریکی میں پھر اس جگہ چلا جاتا تھا اور دیکھنے لگتا تھا میں اس بات کی تہہ تک جانا چاہتا تھا تم نے صرف گرد و غبار دیکھی ہے کانپتی ہوئی زمین دیکھی ہے اور اس میں دراڑیں پڑتی دیکھی ہیں جبکہ میں نے اس کے علاوہ بھی بہت کچھ دیکھا ہے وہ کچھ دیکھا ہے جس نے میرے قدموں کو روک رکھا ہے۔ بیٹھ میں تم کو بتاتا ہوں۔ علی نے اوپر نظریں اٹھا کر میری طرف دیکھتے ہوئے کہا میں نے دیکھا ہے کہ زمین پر پڑنے والی دراڑوں سے دھواں ابھرنے لگتا ہے سیاہ دھواں عجیب قسم کا وہ دھواں ہوتا ہے۔ پہلے وہ دھواں کسی سفید بادل کی طرح سفید ہوتا ہے پھر گہرے بادل کی طرح سیاہ ہو جاتا ہے وہ دھواں اوپر ابھرتے ابھرتے ایک عکس میں ڈھل جاتا ہے ہاں۔ کسی لڑکی کا عکس فضا میں لہرانے لگتا ہے اس کے بال لہراتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ کٹی ہوئی گردن دکھائی دیتی ہے۔ اس میں سے بہتا ہوا خون دکھائی دیتا ہے۔ علی کی بات سن کر میں چونک سا گیا۔

کیا کہا تم نے عکس۔ وہ بھی کسی لڑکی کا۔ اس کی گردن سے خون۔۔

ہاں۔ وہ گہری سانس لے کر بولا۔

پھر تو میں بھی رکوں گا تیرے ساتھ۔ کیونکہ اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ کوئی آسمانی آفت نہیں ہے بلکہ کوئی آسیبی چکر ہے کوئی جادو کا کھیل چل رہا ہے۔ وہ لوگ سچے تھے ہم ہی جھوٹے تھے۔

ہاں شاید ایسا ہی ہے۔

نہیں ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ آواز سن کر وہ دونوں ہی چونکے۔ آواز ان کو اپنے عقب سے سنائی دی تھی۔ ہم دونوں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو پھر دیکھتے ہی رہ گئے۔ ہمارے سامنے ایک خوبصورت دوشیزہ کھڑی تھی۔ اس کے ہونٹوں پر حسین اور دلکش مسکراہٹ تیر رہی تھی اس کو یوں اپنے سامنے دیکھ کر ہم دونوں کی سانسیں اکھڑنے لگی تھیں کیونکہ اس ویرانے میں ایک حسین لڑکی موجود ہونا اور وہ بھی یکدم ۔۔ ہماری نظریں اس پر ہی جمی ہوئی تھیں وہ دھیرے دھیرے ہم دونوں کی طرف بڑھتی آنے لگی۔ تم دونوں ایک بے تکی سی بحث میں پڑے ہوئے ہو تم دونوں کے اندازے غلط ہیں یہاں کوئی بھی آسیبی چکر نہیں ہے اور نہ ہی کوئی جادو ہے۔ میں کافی دیر سے تم دونوں کی باتیں سن رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ تم دونوں ہی جاہل قسم کے انسان ہو یعنی پچھلے دور کے انسان۔ جو ایسی باتیں لیے بیٹھے ہو۔ وہ لبوں پر مسکراہٹ لیے بولتی جا رہی تھی۔

لیکن تم۔ تم کون ہو۔

بتاتی ہوں۔ بتاتی ہوں۔ اتنا کہہ کر وہ نیچے زمین پر جھکی اور ایک چھوٹا سا پتھر اپنے ہاتھوں میں اٹھاتے اٹھایا۔ اور اس سے قبل کہ وہ کچھ کہتی علی بول پڑا۔

دیکھیں میڈم ہمیں تین دن ہو گئے ہیں یہاں آئے ہو لیکن ہم نے تم کو نہیں دیکھا یہاں تم یوں اچانک ہمارے سامنے آ گئی۔ وہ بھی ایک لمحہ سے قبل۔ ہم تک پہنچنے کے لیے کم از کم ایک لمبا فاصلہ چل کر آنا چاہیے تھا تم کو۔ علی نے ساتھ ہی اس کا پورا جائزہ لیا علی کی بات سن کر وہ ہنس دی۔

ہاں یقیناً تم نے اپنی سوچ کے مطابق سچ کہا ہے کہ میں یوں یکدم تم لوگوں کے سامنے آ گئی ہوں مجھے پہلے دور کھڑے ہو کر تم کو ظاہر کروانا چاہیے تھا کہ میں بھی یہاں موجود ہوں اور اگر یہی سوال میں تم سے کروں کہ تم لوگ کون ہو اور یہاں یکدم کیسے آ گئے میں خود بھی تو کئی دنوں سے یہاں ہوں میں نے بھی تو ایک بار بھی تم لوگوں کو یہاں نہیں دیکھا تو تمہارا کیا جواب ہوگا۔

کیا کیا مطلب ہے تمہارا۔ اس بار میں بول پڑا۔ ہم یہاں اچانک موجود نہیں ہیں میڈم بلکہ تین دن سے یہ خیمہ لگائے بیٹھے ہیں۔ میری بات سن کر اس نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر مسکرا دی۔

مجھے تو تمہارا لگایا ہوا کوئی بھی خیمہ دکھائی نہیں دے رہا ہے۔

وہ۔ وہ میں نے ابھی کچھ دیر پہلے اکھاڑا ہے علی نے جواب دیا۔ وہ مسکرائی۔

چلو مان لیا کہ تم تین دن سے یہاں موجود ہو اور تم کو بھی یہ بات ماننا ہوگی کہ میں بھی ایک ہفتہ سے یہاں موجود ہوں لیکن میں یہاں اکیلی نہ تھی میرے ساتھ میرے ساتھی تھے لیکن اب میں اکیلی رہ گئی ہوں نجانے وہ سب کہاں چلے گئے ہیں ان کو زمین نگل گئی ہے یا آسمان کھا گیا ہے کچھ بھی سمجھ نہیں آرہی ہے ایک ایک کر کے سب ہی غائب ہوتے چلے گئے وہ سب مارے گئے ہیں یا پھر ہوسکتا ہے کسی درندے کے خونی دانتوں کا شکار ہوگئے ہیں۔ میں ان کو ڈھونڈتی پھرتی ہوں ایک ماہ پہلے ہم لوگ یہاں سیر کرنے آئے تھے لیکن میرے ساتھ واپس جانے کے لیے کوئی بھی زندہ نہیں بچا ہے ہوسکتا ہے سب ہی اس ویرانے میں ڈھانچوں کی شکلوں میں کہیں نہ کہیں پڑے ہوں صرف ایک میں بچی ہوں اور مجھے جانے کے لیے کوئی بھی راستہ دکھائی نہیں دیا ہے اور یہ سوچ کر میں رک گئی کہ جس طرح وہ لوگ مارے گئے ہیں اسی طرح میں بھی ایک دن یہاں پڑے پڑے ڈھانچہ بن جاؤں گی۔ لیکن آج جب تم لوگوں کو یہاں اچانک دیکھا تو زندگی کی کچھ رمق دکھائی دی لیکن تم لوگ جو باتیں کر رہے تھے کہ جن بھوت جادو۔ وغیرہ یہ سب جھوٹ ہے یہاں ایسا کچھ بھی نہیں ہے اور نہ ہی میں ان چیزوں کو مانتی ہوں ہمیں بھی یہاں آئے ہوئے اتنے دن بیت گئے ہیں ہم نے آج تک نہ تو زمین کو پھٹتے ہوئے دیکھا ہے کسی طوفان کو دیکھا ہے اور نہ ہی کسی طرف سے ہمیں کوئی جادو دکھائی دیا ہے۔ اتنا کہہ کر اس نے ایک نظر ہم دونوں کو دیکھا۔

یہ نہ تو کوئی جھوٹ ہے اور نہ ہی ہم خواہ مخواہ یوں خوفزدہ ہوئے بیٹھے بحث کر رہے ہیں ہم نے ایسا کچھ دیکھا ہے تو یہ سب کہہ رہے تھے اور ہمیں کیا خبر تھی کہ تم بھی ہماری باتیں سن رہی ہیں۔ لیکن مجھے تو ابھی تک یقین نہیں آرہا ہے کہ تم لڑکی ہو یوں لگتا ہے کہ تم کوئی۔ چڑیل بھوتنی ہو جو یکدم یہاں ٹپک پڑی ہو جہاں تم کھڑی تھیں وہاں میں کئی بار گیا ہوں اور ایک ایک چیز کو دیکھا ہے نہ تو تمہارا وہاں کوئی وجود تھا اور نہ ہی کوئی خیمہ وغیرہ اور رہی بات تمہارے دوستوں کی تو وہ بھی شاید میں نہ مانوں کیونکہ یہ جنگل نہیں ہے ویرانہ ہے یہاں درختوں کی بھرمار نہیں ہے۔ جھاڑیاں ہیں وہ بھی کہیں کہیں جھنڈ کی شکل میں دکھائی دے رہی ہیں پھر تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ تم یہاں موجود تھی۔

نہ تو میں بھوتنی ہوں نہ چڑیل میں نے جو کچھ کہا ہے وہ سب سچ ہے اگر یقین نہیں آتا تو یہ دیکھو اس نے پرس میں سے ایک کارڈ نکالا یہ میرا کارڈ ہے میں فلاں شہر کی ہوں فلاں علاقے کی ہوں

ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے مان لیا۔ علی نے اس کے ہاتھ میں کارڈ دیکھتے ہوئے کہا۔

وہ بولی تو ہم بات کر رہے تھے اس واقعے کی جو تم لوگ بحث کر رہے تھے اور اگر یہ سچ ہے تو مجھے بھی یہ سب کچھ دکھاؤ تاکہ میں بھی جا کر اپنی دوستوں سے کہہ سکوں کہ میں نے جن بھوتوں کو دیکھا ہے پھٹتی ہوئی زمین کو دیکھا ہے دھویں سے بننے والے عکس کو دیکھا ہے۔

ہاں ہاں کیوں نہیں۔ آؤ آؤ ہمارے ساتھ ہم تم کو دکھاتے ہیں۔ وہ منظر وہ سب کچھ جو ہم کہہ رہے تھے لیکن تم نے ہمیں اپنا نام نہیں بتایا۔ میں نے پوچھا۔

سارہ۔ سارہ نام ہے میرا۔ اور آپ کا۔ اس نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

میرا نام حیدر ہے اور یہ میرا دوست علی ہے۔ میں نے بھی اپنا تعارف کرواتے ہوئے کہا۔

اوکے۔ ناموں کا تو پتہ چل گیا لیکن اب تم بھی کچھ بتاؤ کہ کیا تم بھی ہماری طرح یہاں سیر کرنے آئے تھے یا کچھ اور بات تھی کیونکہ یہ ویرانہ راہ

گذر تو نہیں ہے کہ یہاں آنا جانا لگا رہے یہاں اسپیشلی آنا پڑتا ہے۔

ہاں تمہاری بات درست ہے۔ ہم بھی یہاں سیر کرنے آئے تھے بلکہ یوں کہہ لیں کہ ہم کو کسی نے بتایا کہ یہاں اس ویرانے میں انہوں نے چھ ماہ پہلے ایسا کچھ دیکھا تھا کہ زمین پھٹتی ہے اس میں دراڑیں پڑتی ہیں اور ان دڑاروں میں سے عجیب قسم کا دھواں ابھرتا ہے اور وہ دھواں ایک عکس کا روپ دھار لیتا ہے اور پھر اڑتے اڑتے ہوئے وہ کہیں دور جا کر غائب ہو جاتا ہے ہم لوگ اس بات کی سچائی جاننے کے لیے یہاں آئے لیکن جو کچھ دیکھا سب کچھ سچ ثابت ہوا۔

حیرت والی بات ہے اتنا کچھ اس ویرانے میں ہوتا رہا اور ہم لوگ انجان رہے ہمیں ایسا کچھ نظر کیوں نہیں آیا حالانکہ میری خواہش رہی تھی کہ میں یہ سب دیکھوں لیکن آج تک میری یہ خواہش محض خواہش ہی رہی ہے ہوسکتا ہے کہ اب پوری ہو جائے۔

ہاں ہاں ہوگی ضرور پوری ہوگی اور پوری ہونے میں کوئی لمبا تم کو انتظار نہ کرنا ہوگا بلکہ چند لمحوں میں ہی پوری ہو جائے گی ہمارے وہاں پہنچنے کی دیر ہوگی اس کے بعد تمہاری خواہش پوری ہو جائے گی۔ وہ دیکھو سامنے۔ یکدم مجھے اپنے سامنے وہ گرد دکھائی دی جو ہم دونوں دوست تین دن سے دیکھتے چلے آرہے تھے اس نے اس گرد کی طرف دیکھا۔

ہاہاہا۔ وہ کھلکھلا کر ہنسی۔ یہ تو گرد ہے عام سی گرد اس سے زیادہ تو ہم لوگ شہروں میں دیکھتے ہیں۔ اس نے علی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو مجھے اس کی اس بات پر غصہ آیا کہ اس کو عام سی گرد کہہ رہی ہے میں کچھ کہنا چاہ رہا تھا کہ علی بولا۔

ہاں یہ گرد ہے لیکن وہ نہیں جو ہم شہروں میں دیکھتے ہیں جو اپنے اندر ایک طوفان رکھتی ہے بلکہ اب مزید دیکھتی جانا تم کو وہ سب کچھ دکھائی دے گا جو ہم تمہیں دکھانا چاہتے ہیں اور تم کو پھر ہماری باتوں پر یقین آجائیگا۔ کچھ ہی دیر میں زمین پر زلزلہ آئے گا اس کے بعد زمین پر دراڑیں پڑیں گی عجیب طرز کا دھواں اٹھے گا اور اس میں ایک ہیولہ دکھائی دے گا کسی لڑکی کا ہیولہ۔۔۔

ابھی علی کہہ ہی رہا تھا کہ زمین کانپنے لگی اس بار اس کی شدت پہلے کی نسبت تیز تھی یہ سب دیکھ کر اس کے حسین چہرے پر بھی خوف کی پرچھائیاں نمایاں ہونے لگی خوف آنکھوں میں ابھرنے لگا وہ پوری طرح خوفزدہ سی بھی سی اس منظر کو دیکھ رہی تھی ابھی زلزلے کا زور ٹوٹا نہ تھا کہ زمین پھٹنے لگی اس میں دراڑیں پڑنے لگیں۔ جو دھیرے دھیرے پھیلنے لگیں۔ ہماری نظریں ان دراڑوں کی طرف ہی تھیں وہ بھی پوری طرح ان دراڑوں کو دیکھنے کو محو تھی۔ اور پھر وہ چیختے ہوئے بولی۔

وہ۔۔۔ وہ۔۔۔ وہ دیکھو۔ اس نے ہماری توجہ دراڑوں کے اندر دلائی۔ وہ دیکھو بکھری ہڈیاں۔ کوئی انسانی ڈھانچہ۔ ہم غور سے اندر دراڑوں کو دیکھنے لگے۔

ہاں واقعی۔ میں بری طرح چونکا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو دھواں اس میں سے نکلتا ہے جو عکس بنتا ہے وہ اسی ڈھانچہ کا ہے۔ لگتا ہے کسی نے اس لڑکی کو مار کر اس زمین میں دبا دیا ہوگا۔

ہاں بالکل ایسا ہی ہے۔ اور جو کچھ میں نے دیکھا ہے وہ سب ٹھیک ہے میں نے اس عکس میں دیکھا ہے کہ اس کی گردن کٹی ہوئی ہے اس میں سے خون بہہ رہا ہوتا ہے۔ ہمیں اس کو ڈھانچہ کو باہر نکالنا چاہیے اور اس کو شہر میں لے کر جانا چاہیے یہ ہمارے لیے ایک بہت اہم عمل ہوگا یہ سایہ ہمارے قبضہ میں آجائے گا اور پھر ہم اس سے ہر وہ کام لے سکیں گے جو ہم سوچیں گے۔ علی کی بات پر میں حیرانگی سے اس کی طرف دیکھنے لگا اس کی آنکھوں میں اب خوف نہ

رہا تھا اور یہی حال سارہ کا بھی تھا وہ بھی خوف سے باہر نکل چکی تھی اور پوری توجہ سے اس ڈھانچہ کو دیکھنے میں مگن تھی۔

علی ٹھیک کہتا ہے ہمیں ایسا ہی کرنا چاہیے کیونکہ اب ہمیں سمجھنے میں ایک پل کی بھی دیر نہیں لگی کہ یہ سب کیا تھا کیوں تھا میں اتنے دنوں سے یہاں موجود ہوں لیکن میرا دھیان اس طرف گیا ہی نہ تھا اگر میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہوتا تو تم لوگوں کا کبھی بھی مذاق نہ بناتی۔۔

لیکن اس میں اترے گا کون۔ دراڑیں اتنی چوڑی نہیں ہے کہ اس میں کوئی اتر کر اس ڈھانچہ کو باہر نکال سکے ہم صرف اس کو دیکھ سکتے ہیں چھو نہیں سکتے نکال نہیں سکتے۔

لیکن ہمیں اس کو نکالنے میں کچھ تو کرنا ہوگا کوئی ترکیب نکالنا ہوگی۔علی نے کہا اور پھر ہم سوچنے لگے اور ابھی ہم کچھ بھی سوچ نہ پائے تھے کہ وہ دراڑیں بند ہونے لگیں اور ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے زمین پہلے کی طرح ہوگئی۔ بہت چھوٹی سی دراڑیں باقی رہ گئیں۔ یکدم وہ لڑکی بولی۔

دیکھو دیکھو۔خون۔ان تمام دراڑوں میں خون

کیا کیا میں بھی چونکا اور غور سے دراڑوں کو دیکھنے لگا واقعی تمام دراڑیں خون کی لائین کھینچے ہوئے تھیں۔یہ تو خونی دراڑیں ہیں۔وہ دراڑیں بھی بند ہوگئیں خون غائب ہوگیا۔

یہ سب کیا ہے۔ میری سمجھ سے باہر ہے سارہ نے کہا تو علی بولا۔

میں اس کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کر رہا ہوں اور جہاں تک میرا دل کہتا ہے اس لڑکی کو یہاں قتل کر کے پھینکا گیا ہے۔

بالکل ٹھیک کہا تم نے۔سارہ نے علی کو دیکھتے ہوئے کہا میں اس کی تہہ تک پہنچ چکی ہوں اور میرا خیال ہے کہ جو میں کہنے والی ہوں اس میں کچھ بھی غلط نہ ہوگا۔ ہماری طرح یہ لوگ بھی سیر کرنے اس ویرانے میں آئے ہوں گی اور ان کے ہی کسی ساتھی نے اس کو مار دیا ہوگا یا پھر یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جس طرح میرے ساتھی ایک ایک کر کے غائب ہوئے ہیں اسی طرح یہ بھی۔۔

ہاں تمہاری بات میں وزن ہے ۔ایسا ہی ہوا ہوگا لیکن ہمیں اس کے ڈھانچے کو نکالنے کے لیے کچھ کرنا ہوگا۔ ۔علی نے کہا۔تو میں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

بہت ہی مشکل کام ہے کیونکہ یہ دراڑیں اس سے زیادہ نہیں کھلتی جتنی کھلی تھیں۔اور جتنی کھلی تھیں اس میں کوئی سنگل پسلی انسان ہی اتر سکتا ہے وہ بھی بڑی مشکل سے۔اور اس کی گہرائی بھی پندرہ فٹ کے برابر ہے۔یعنی ہمارے پاس پندرہ فٹ کی کوئی رسی ہونی چاہیے جو ہم اس کو باہر نکال سکیں یعنی وہ اس رسی کے ذریعے نیچے اترے اور پھر ہم اس کو کھینچ کر باہر نکالیں۔

ہاں یار یہ بات تو ٹھیک ہے۔علی سوچتے ہوئے بولا۔

میں اس میں اتروں گی۔ سارہ یکدم بولی۔

کیا کیا تم۔۔ہم دونوں ہی چونکے۔

ہاں میں۔ کیونکہ میں نے دیکھ لیا ہے کہ دراڑیں اتنی کھلی ہیں کہ میں اس میں آسانی سے نہ سہی لیکن اتر سکتی ہوں اور رہی بات رسی کی تو وہ بھی مل جائے گی آؤ میرے ساتھ میں نے اس پر رسی دیکھی تھی اس نے ایک دور دکھائی دینے والے درخت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

وہ تو ٹھیک ہے۔لیکن تم شاید یہ بات بھول رہی ہو کہ اس میں جان جانے کا بھی خطرہ ہے یہ دراڑ کوئی معمولی نہیں ہے کہ تم اس میں اتر سکو اور باہر آسکو۔

ہاں جانتی ہوں کہ یہ کام آسان نہیں ہے لیکن کرنے سے کیا کچھ نہیں ہوسکتا اور پھر جہاں تک جان

جانے کا خطرہ ہے تو ویسے بھی میں اپنے طور پر گنوا چکی ہوں اگر تم لوگ مجھے دکھائی نہ دیتے تو میں تو یہی سمجھ بیٹھی تھی کہ کسی بھی وقت میری موت ہوسکتی ہے تم لوگ اس بات کو چھوڑو آؤ میرے ساتھ وہاں درخت سے رسی کو اتار کر لاتے ہیں اس نے علی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

ہاں چلو۔ویسے میں تم کو مان گیا ہوں کہ بہادر لڑکی ہو۔موت سے لڑنا جانتی ہو۔

یہ تو میں نہیں جانتی لیکن اتنا جانتی ہوں کہ اگر میں اس ڈھانچہ کو باہر لانے میں کامیاب ہوگئی تو پھر ہم اس سے کوئی کام لے سکیں گے ہوسکتا ہے کہ اس لڑکی کا عکس ہمارے قبضے میں آجائے۔اتنا کہہ کر وہ درخت کی طرف رخ کر کے چل دی اور علی بھی مجھ سے اجازت لے کر اس کے ساتھ چل دیا۔ اور میں ان دونوں کو جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔اس لڑکی باتیں میرے ذہن کو جھنجھوڑنے لگی تھیں کہ وہ لڑکی ہو کر موت سے نہیں ڈرتی ہے اور ہم مرد ہو کر بھی موت کے خوف سے بھاگ پڑے تھے۔ مجھے اپنی مردانگی پر دکھ ہونے لگا اور میں نے فیصلہ کرلیا کہ اب کچھ بھی ہوجائے میں موت سے کبھی بھی نہیں ڈروں گا مرنا تو ہے پھر ڈرنا کیسا۔ میں اسی جگہ بیٹھا ان دونوں کو جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا جو اپنی مخصوص رفتار سے چلتے جا رہے تھے لڑکی کے چلنے کا انداز بہت ہی دلکش تھا ویرانے میں چلتی ہوئی ہوا سے اس کے بال بار بار لہرا رہے تھے جنہیں وہ بار بار سمیٹنے کی کوشش کر رہی تھی اور علی چلتے ہوئے بار بار اس کے حسین چہرے کو دیکھ کر باتیں کرتا جا رہا تھا۔ میں محسوس کرنے لگا تھا کہ جیسے مجھے اس سے پیار ہونے لگا ہو۔اس کا پرکشش چہرہ ہی ایسا تھا کہ پہلی ہی نظر میں دیکھ کر اس سے پیار کا ہونا ضروری تھا۔ بہرحال یہ تو دل کا معاملہ تھا جو ابھی میں اس کو طویل نہیں کرنا چاہتا تھا میرا مقصد اس ڈھانچہ کو نکالنا تھا جو یقیناً اسی لڑکی کا تھا جو عکس بن کر باہر نکلتی تھی اور پھر غائب ہوجاتی تھی۔ وہ دونوں درخت کے پاس جا پہنچے تھے اور علی درخت پر چڑھنے کی کوشش کر رہا تھا اور وہ اس کی مدد کر رہی تھی اس کا مطلب یہ تھا یہ رسہ درخت پر موجود تھا جسے وہ اتارنا چاہتے تھے علی پوری بہادری کا مظاہرہ کر رہا تھا جس میں وہ کامیاب بھی ہوا تھا وہ درخت پر چڑھ چکا تھا اور وہ لڑکی اوپر درخت کو دیکھے جا رہی تھی اور ساتھ ساتھ ہاتھوں سے اشارے بھی کر رہی تھی شاید وہ اس کو سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی وہ جو بھی کر رہی تھی میں سن تو نہیں رہا تھا اس کے اشاروں سے محسوس کر رہا تھا اور اندازے لگا رہا تھا کہ ایسا کچھ ہو رہا ہے۔علی نے نیچے رسہ لٹکایا اور اس کے ذریعے نیچے اتر آیا اور ساتھ ہی اس نے رسہ کھول دیا اور اکٹھا کرنے کے بعد دونوں ہی واپسی کے لیے چل دیئے۔ مجھے کچھ حوصلہ ہوا کہ اب کچھ نہ کچھ ہم لوگ کر سکیں گے لیکن ایک دکھ بھی تھا کہ اگر خدانخواستہ اس کو نیچے زمین میں دراڑ میں بھیجتے ہوئے اسے کچھ ہوگیا تو پھر۔۔یہی سوچ کر میں کانپ بھی جاتا تھا۔

لو بھئی رسہ آگیا۔قریب پہنچتے ہی علی نے رسہ میری طرف پھینکتے ہوئے کہا۔ اب ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہوتے ہیں یا نہیں یہ اللہ ہی جانتا ہے۔یہ کہتے وقت اس نے سارہ کی طرف دیکھا تو اس نے ایک سرد سی آہ بھری۔اور بولی۔

ہاں جو اللہ کو منظور ہوگا ویسا ہی ہوگا۔اگر مجھے کچھ ہوگیا تو پھر ایک کام تم لوگوں کو کرنا ہوگا کہ میرے گھر والوں کو بتانا ہوگا کہ ان کی بیٹی بھی اس کے ساتھیوں کے سمیت مرگئی ہے۔اس کی یہ بات سن کر ہم دونوں ہی کانپ کر رہ گئے بہت بڑی بات اس نے کہہ دی تھی۔اب ہمیں انتظار تھا تو کب زمین پر دراڑیں پڑتی ہیں کب وہ ان میں جائے گی اور کب اس کو کھینچ کر باہر لائیں گے ہم پوری طرح پلان تیار کر رہے تھے مطمئن بھی تھے کہ ہم انشاء اللہ تعالیٰ

کامیاب بھی ہوجائیں گے ۔وقت گزرتا جارہا تھا اور ہم دونوں کو ہی پتہ تھا کہ دوبارہ کب زلزلہ آئے گا دن میں تین مرتبہ زلزلہ آتا تھا اور یہ منظر تین بار دھرایا جاتا تھا علی نے تین بار یہ منظر دیکھا تھا جب کہ میں نے صرف ایک بار ہی دیکھا تھا وہ بھی بارہ بجے جبکہ بقول علی کے ایک بار صبح سویرے یہ منظر بیتتا ہے پھر دن بارہ بجے اور پھر رات کے اندھیرے میں ۔اب رات کے اندھیرے میں یہ کام ہونا تھا ہم نے لائٹ کو اچھی طرح چیک کرلیا تھا اور ہر کام کے لیے پوری تسلی کررکھی تھی سارہ سے باتیں بھی ہورہی تھیں۔

کچھ اپنے بارے میں بتائیں کہ شہر میں آپ کیا کرتی ہیں۔میں نے سوال کردیا۔

میں کالج میں پڑھتی ہوں اور میرے کچھ ساتھیوں نے یہاں آنے پروگرام بنایا جن میں تین لڑکیاں اور چھ لڑکے تھے خوب ہلہ گلہ کرتے رہے لیکن پھر ایک ایک کرکے سب ہی غائب ہونے لگے ہماری کوشش تھی کہ ہم سب ایک ہی ساتھ واپس جائیں گے چاہے اپنے ساتھیوں کی لاشیں لے کر ہی کیوں نہ جائیں ۔بس یہی میری مختصر کہانی ہے۔اور آپ

ہم دونوں ایک ہی آفس میں کام کرتے ہیں ہمارے ساتھیوں نے ایک دن ہمیں اس جگہ کی کہانی سنائی اور کہا کہ اس ویرانے میں ایک آتما رہتی ہے جو بھی وہاں جاتا ہے واپس زندہ نہیں آتا ہے اس کو کسی نے قتل کیا ہوا ہے اس کی روح بھٹکتی پھر رہی ہے اور جب وہ زمین کے اندر سے نکلتی ہے تو پہلے گردوغبار چھا جاتی ہے اس کے بعد ایک طوفان آتا ہے اور پھر زلزلہ آتا ہے زمین پھٹنے لگتی ہے اور وہ دھواں کی شکل میں باہر نکلتی ہے ہمیں ان کی باتوں پر یقین نہ آیا تھا کیونکہ ہم جانتے تھے کہ یہ محض کہانیاں قصے ہیں ایسا کچھ بھی نہیں ہے لیکن انہوں نے جب ہمیں اس کی سچائی جاننے کے لیے یہاں کا ایڈریس دیا تو ہم دونوں ہی چل دیئے اور اب تمہارے سامنے ہیں بس یہی ہماری کہانی ہے۔

کہانی تو ہماری ایک ہی جیسی ہے ۔وہ گہری سانس لیتے ہوئے بولی۔ لیکن فرق اتنا ہے کہ میں سب کو مروا چکی ہوں لیکن تم دونوں ابھی تک زندہ ہو گویا تم کو کچھ بھی نہیں ہوا ہے لیکن یقیناً اگر ان لوگوں کی کہانی سچ ہے تو تم لوگ بھی بچ کر نہیں جاؤ گے کیونکہ میرے ساتھیوں میں اب صرف میں ہی بچی ہوں ہوسکتا ہے کہ اسی آتما نے میرے ساتھیوں کو ماردیا ہو اور اب میری باری ہو اور میری باری کے بعد تم دونوں کی ہو۔اس کی یہ بات سن کر ہمارے دلوں کو ایک جھٹکا سا لگا۔لیکن ہم نے اس پر ظاہر نہ ہونے دیا کیونکہ اگر اس کو مرنے کا خوف نہ تھا تو پھر ہم اپنا خوف اس پر کیوں ظاہر کرتے۔

کھانا آج اس نے ہی تیار کیا تھا ہم نے دوبارہ خیمہ گاڑ دیا تاکہ آج کی رات کسی طرح یہاں بسر کرسکیں اور پھر صبح سویرے یہاں سے چلے جائیں لیکن اکیلے نہیں اس ڈھانچے کے ساتھ جو ہم نے نکالنے کا پورا پروگرام ترتیب دے دیا تھا۔

چلو بھئی اب کھانا کھالو اس کے بعد وہاں چلتے ہیں تاکہ ہم وہ کام کریں جو ہم نے سوچ رکھا ہے ۔سارہ نے کہا۔تو ہم دونوں اس کے پاس ہی بیٹھ گئے اس نے ہمیں کھانا دیا۔آج تین دن کے بعد کسی عورت کے ہاتھ کا کھانا کھارہے تھے وہ واقعی بہت اچھا کھانا پکانا جانتی تھی ۔بہت ہی مزا آیا تھا کھانا کھانے کے بعد ہم لوگ اپنا سامان لیے اس جگہ کی طرف چل دیئے کیونکہ اب اس منظر کے بیتنے کا وقت ہونے والا تھا وہاں پہنچ کر ہم جگہ کا جائزہ لینے لگے جہاں ڈھانچہ دیکھا تھا اس کی نشاندہی کرلی۔اور بیٹھ گئے کچھ ہی دیر میں گرد اڑنے لگی ہم جان گئے کہ وہ باہر نکلنے والی ہے اور اس کا ڈھانچہ وہاں اندر پڑا رہ جائے گا۔پھر یکدم وہی طوفان برپا ہوگیا۔زلزلہ آنے

لگا ہم سب سنبھل کر بیٹھ گئے ایک دوسرے کو ہم نے مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا تاکہ گرنے سے ہمیں کوئی چوٹ نہ لگ جائے زلزلے کے دوران ہی زمین پھٹنے لگی اس میں دراڑیں پڑنے لگیں ہمارا تمام دھیان ان دراڑوں کی طرف ہی تھا ٹارچ ہم نے ہاتھ میں روشن کردی تھی دراڑیں کھلتی جانے لگی دھواں اڑنے کے بعد ایک ہیولہ کا روپ دھار کر ایک طرف کو چلا گیا۔

جلدی رسہ نیچے پھینکو۔سارہ نے کہا تو میں نے جلدی سے رسہ نیچے دراڑیں میں لٹکا دیا اور اس نے پھرتی سے نیچے رسے کو پکڑ کر چھلانگ لگادی اور نیچے اترنے لگی ہم نے اوپر سے رسہ کو مضبوطی سے تھام رکھا تھا وہ نیچے اترتی جارہی تھی کہ یکدم اس کی چیخوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

مجھے باہر نکالو میں بری طرح دراڑ میں پھنس چکی ہوں نہ اوپر جاسکتی ہوں نہ نیچے مجھے کھینچو۔

اس کی یہ بات سن کر ہمارے رونگٹے کھڑے ہوگئے ہم اوپر کی طرف زور لگانے لگے لیکن وہ ایسی پھنسی ہوئی تھی کہ اوپر اٹھنے کا نام ہی نہ لے رہی اس کی چیخوں کی گونج بڑھتی جارہی تھی اور پھر یہ دیکھ کر ہمارے دل کانپ کر رہ گئے کہ دراڑیں بند ہونے لگی تھیں اف خدایا یہ کیا ہوگیا۔میں نے رسہ چھوڑ دیا اور دراڑ کے دہانے پر کھڑا ہوگیا۔

نہیں سارہ میں تمہیں مرنے نہیں دوں گا ایسا کبھی بھی نہیں ہونے دوں گا اتنا کہہ کر میں نے اپنی دونوں ٹانگیں دراڑ میں رکھ دیں کہ دراڑ بند نہ ہو لیکن دوسرے ہی لمحے میں بھی چیخنے لگا۔

علی ۔۔علی۔میری ٹانگیں ۔مجھے پکڑو مجھے اوپر کھینچو میری ٹانگیں ٹوٹ رہی ہیں علی نے میرے کندھے سے پکڑ لیا اور اوپر کی طرف کھینچنے لگا درد سے میرا برا حال ہورہا تھا علی اپنی پوری طاقت آزمارہا تھا اور میں وہ کامیاب بھی ہوگیا اس نے مجھے باہر کھینچ لیا اور سر ہے کہ ابھی میری ہڈیاں نہیں ٹوٹی تھیں لیکن ہم سارہ کو کھو چکے تھے اس کی چیخیں بند ہوچکی تھیں دراڑ بند ہوچکی تھی زمین ہموار ہوچکی تھی وہ اندر ہی دب کر رہ گئی تھی۔

سارہ سارہ میں درد شدت کے باوجود اس کو پکارنے لگا کہ مجھے قہقہوں کی گونج سنائی دی۔یہ آواز اوپر دھویں کے ہیولے سے سنائی دے رہی تھی وہ ہمارے سامنے تھی۔دھواں کا سفید ہیولہ انسانی روپ دھار چکا تھا۔وہ ایک دوشیزہ تھی خوبصورت دوشیزہ۔جو قہقہے لگائے جارہی تھی اور ہم ڈرے ہوئے اس کو دیکھے جارہے تھے۔

ک۔کک۔کون ہو تم۔علی نے بمشکل کہا۔

میں ۔میں ایک روح ہوں۔ایک آتما ہوں آج میں نے اپنا بدلہ لے لیا ہے ان سب کو ماردیا ہے جنہوں نے مجھے مارا تھا۔ہاں میں نے اپنا بدلہ لے لیا ہے اب مجھے سکون مل گیا ہے۔

ہم۔۔ہم سمجھے نہیں۔میں نے درد سے بلبلاتے ہوئے کہا۔

ہاں تم کچھ بھی نہیں سمجھ سکتے۔۔۔۔۔لیکن میرے سمجھانے سے سب کچھ سمجھ جاؤ گے۔مجھ سے وعدہ کرو کہ جیسا میں کہوں گی ویسا ہی کرو گے۔

ہاں ہاں وعدہ۔علی جلدی سے بولا۔ وہ اپنی کہانی سنانے لگی۔

مجھے عاصم سے بہت ڈر لگتا تھا یہ کوئی اچھا انسان نہ تھا بدمعاش ٹائپ کا انسان تھا میں کالج میں پڑھتی تھی سارہ ارم اور نورین میری کلاس فیلو تھیں یہ بھی میری طرح ان سے خوفزدہ رہتی تھیں ۔اور یہ بغیر کسی خوف کے جہاں چاہتا تھا ہمارا راستہ روک لیتا اس کی نظریں مجھ پر ہی تھیں یہ مجھے برباد کرنا چاہتا تھا اور میں بھی یہ بات جانتی تھی کہ یہ مجھ سے کیا چاہتا ہے میں نے اس کے خوف سے کالج چھوڑ دیا۔صرف کالج ہی نہ چھوڑا بلکہ گھر سے بھی باہر نکلنا چھوڑ دیا اس

کی وجہ عاصم کی وہ حرکت تھی جو میں برداشت نہ کر سکتی تھی اس نے سرِعام مجھے راستے میں پکڑ لیا تھا اور میرے ساتھ ایسی حرکت کی تھی کہ دیکھنے والوں کے سر بھی شرم سے جھک گئے تھے میں نے بھی مرنا چاہا لیکن نہ مری شاید قسمت میں زندگی باقی تھی۔ عاصم کے ساتھ پانچ دوست اور بھی ہوتے تھے جو اس کے جیسے ہی تھے سب کی عادتیں ایک ہی جیسی تھیں۔ ایک روز سارہ ارم۔اور نورین میرے گھر آئیں۔اور بولیں۔

یار تم نے خواہ مخواہ کالج چھوڑ دیا ان لوگوں کی وجہ سے ہم بھی تو ہیں ابھی تک کالج جاتی ہیں۔ میں رو دی اور کہا۔

تمہیں سب پتہ ہے کہ اس نے راستہ میں میرے ساتھ کیا تھا میری عزت۔۔انہوں نے مجھے دلاسہ دیا اور کہا۔

اب ایسا کچھ بھی نہیں ہوگا ان لوگوں کی ہم نے خوب خاطر کی ہے اب وہ کبھی بھی ہمارے راستے میں نہیں آئیں گے۔بس کل تم نے کالج آنا ہے ہم تمہیں بہت مس کرتی ہیں۔ میں ان کی باتوں میں آ گئی اور کالج جانے کی حامی بھر لی۔ دوسرے دن کالج جا پہنچی۔وہ میرا ہی انتظار کر رہی تھیں بولیں۔

آج پڑھنا کیا ہے۔۔۔آؤ تم کو ایک ایسا منظر دکھائیں کہ تم ہمیشہ یاد رکھو گی۔

میں نے کہا کون سا منظر۔

بولیں آؤ تو سہی۔

اتنا کہہ کر وہ مجھے ساتھ لیے کالج سے باہر نکل گئیں میرے دل میں بھی سپنس پیدا ہوا کہ میں دیکھوں تو سہی کہ یہ مجھے کیا دکھانا چاہتی ہیں ہم تینوں ایک رکشہ میں بیٹھیں رکشہ ایک انجان سے سفر کی طرف چل گیا اور یہ مجھے لے کر ایک گھر چلی گئیں۔

یہ تم مجھے کہاں لے آئی ہو میں نے ڈرتے ہوئے کہا۔

اندر تو آؤ۔سارہ بولی ہمارے ہوتے ہوئے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔میں نے سوچا کہ کہتی تو یہ ٹھیک ہیں میں اکیلی تھوڑی ہوں یہ تینوں بھی تو میرے ساتھ ہی ہیں۔میں نے اپنا خوف ختم کر دیا۔اور ان کے ساتھ اندر چلی گئی۔لیکن اندر قدم رکھتے ہی جو منظر میں نے دیکھا میری سانسیں رکنے لگیں وہاں نہ صرف عاصم موجود تھا بلکہ اس کے پانچوں ساتھی بھی موجود تھے۔مجھے دیکھتے ہی ان کے منہ سے قہقہے بلند ہوئے۔

لے آئی تم ہماری محبوبہ کو بہت بچتی رہی ہے ہم سے۔یہ آواز عاصم کی تھی۔

ہاں ہم اس کو لے آئی ہیں ہم نے تم سے کیا ہوا وعدہ پورا کر دیا ہے لیکن اب تم لوگ اپنا وعدہ پورا کرو ہمیں اب کبھی بھی کچھ نہیں کہو گے۔اسے ہم یہاں کیسے لے کر آئی ہیں یہ ہم ہی جانتی ہیں۔

ہاں ہاں ہمیں اپنا وعدہ یاد ہے تم جاؤ اور اب تمہیں کچھ بھی نہیں ہو تم نے ہماری بات مان لی ہمارے لیے اتنا ہی کافی ہے۔

باہر نکلتے وقت انہوں نے میری طرف دیکھنا بھی گوارہ نہ کیا میں سمجھ گئی کہ مجھے ایک چال کے تحت سب نے پھنسایا ہے اور اب میں کیا کر سکتی تھی میں نے بھاگنا چاہا لیکن میرا بھاگنا فضول تھا کوئی بھی دروازہ کھل نہ سکا اور پھر وہ کچھ میرے ساتھ ہوا جس سے میں بچتی آ رہی تھی انہوں نے نہ صرف مجھے برباد کیا بلکہ چھریوں چاقوؤں سے میرے جسم کو کاٹنے لگے بہت پیارا جسم ہے تمہارا لیکن آج کے بعد یہ پیارا نہیں رہے گا ایسا ہو جائے گا کہ اس کی ایک ایک بوٹی ہو جائے گی میں چیختی رہی روتی رہی تڑپتی رہی لیکن مجھے انہوں نے معاف نہیں کیا پھر پتہ نہیں میرے ساتھ کیا کچھ ہوتا رہا مجھے کچھ بھی پتہ نہیں پتہ اس وقت چلا جب میں نے اپنے آپ کو زمین میں دبا ہوا دیکھا میں پوری طرح کا۔۔۔۔ کر رہ گئی میں نے محسوس کیا جیسے

ایک زلزلہ آ گیا ہو ایک طوفان آ گیا ہو میری قبر کی مٹی ہواؤں میں اڑنے لگی میرا جسم تو اندر قبر میں رہا لیکن میری روح قبر سے باہر آ گئی میں نے دیکھا کہ میں اس ویرانے میں موجود تھی اور زمین کے لرزنے سے اس پر دراڑیں پڑ گئی تھی جو میرے دیکھتے ہی دیکھتے بند ہو گئیں۔اور پھر ایسا ہی ہونے لگا جب مجھے باہر نکلنا ہوتا تو ایک زلزلہ آتا۔زمین پھٹنے لگتی میری روح زمین سے باہر نکلنے لگتی اور میں ہوا میں اڑتی ہوئی شہر جا پہنچتی جہاں میرے قاتل موجود تھے۔میں نے ایک ایک کر کے ان پانچوں کو ایسی ہی موت مارا جیسے انہوں نے مجھے مارا تھا جاتے ہی میں ان کا گلا کاٹ دیتی تھی اور پھر اسی خنجر سے ان کے جسموں کی بوٹیاں بنانے لگ جاتی تھی ان کے جسم کے گوشت کا ایک ڈھیر کمرے میں لگ جاتا تھا اور مجھے دلی سکون ملتا تھا۔اب میرا شکار عاصم تھا وہی وہ انسان تھا جس نے مجھے ان درندوں کے سامنے مجھے نوچنے کے لیے پھینکا تھا۔وہ بھی مجھے مل گیا تھا وہ بہت ہی خوفزدہ تھا اس کو معلوم ہو گیا تھا کہ اس کے پانچ ساتھی مارے گئے ہیں اور ویسی ہی موت مرے ہیں جیسے انہوں نے میرے ساتھ کیا تھا۔ ان کے جسموں کے گوشت کا ایک ڈھیر ان کے کمرے میں پڑا ہوا ملتا تھا وہ سب کچھ جانتا تھا مجھے دیکھتے ہی اس کو حواس اڑ گئے۔ت۔ت۔تم۔زندہ ہو۔

میرے منہ سے ایک قہقہہ بلند ہوا نہیں تم لوگوں نے مجھے زندہ چھوڑا ہی تھا اور جس جسم کے ٹکڑے کر دیئے جائیں وہ بھلا زندہ رہ پاتا ہے نہیں۔میں تو تم جیسے لوگوں سے بدلہ لینے کے لیے اس جگہ سے نکل کر آتی ہوں جہاں تم نے مجھے دبا دیا تھا۔میرے جسم کے ٹکروں کو دبا دیا تھا۔تم کو سب کچھ یاد ہے ناں ہے کہ تم نے میرے ساتھ کیا کچھ کیا تھا مجھے برباد کرنے کے بعد کیسی اذیت ناک موت دی تھی اور دیکھ لو میں نے بھی ویسی ہی موت ان سب کو دی ہے جیسی مجھے دی گئی تھی اور اب تیری باری ہے تو ہی بس زندہ رہ گیا ہے اور بھلا تو کیسے زندہ رہ سکتا ہے میں بھلا تمہیں کیسے زندہ رکھ سکتی ہوں۔اتنا کہہ کر میں نے خنجر لہرایا تو وہ کانپ کر رہ گیا۔اور چیختا ہوا بولا۔

نہیں نہیں تم مجھے نہیں مار سکتی۔وہ ڈرے ہوئے انداز میں ادھر ادھر پاگلوں کی طرح بھاگنے لگا۔جیسے میں اپنے آپ کو بچانے کے لیے کمرے سے بھاگی تھی اور جس طرح میرے لیے سب دروازے بند تھے اس طرح میں نے بھی اس کے کمرے کے سب دروازوں کو بند کر دیا تھا اور چابیوں کا گچھا ہاتھ میں پکڑ رکھا تھا۔وہ کبھی کچھ اور کبھی کچھ اٹھا کر مجھے مارتا لیکن ہر چیز میرے جسم سے پار ہو جاتی۔اور میرے منہ سے قہقہے ابھرنے لگتے اور پھر میں نے اس کھیل کو ختم کر دیا اور اس کے پیٹ میں خنجر اتار دیا وہ نیچے گر گیا اس کے نیچے گرتے ہی میں نے اس کی گردن پر خنجر اتار دیا اس کی گردن کٹ کر ایک طرف سرک گئی میں نے اس کے جسم کے ٹکڑے کرنے شروع کر دیئے اور ویسا ہی گوشت کا ڈھیر لگا دیا جیسا میرا لگا تھا اس کے بعد مجھے کچھ سکون ملا تھا۔لیکن ابھی تین چہرے میری نظروں کے سامنے تھے وہ ارم نورین اور سارہ کے تھے ان کی وجہ سے مجھے ذلت بھری موت ملی تھی انہوں نے اپنے آپ کو بچانے کے لیے ان کے ہاتھوں میرا شکار کروایا تھا میں نے ان تینوں کو پکڑنا چاہا لیکن نجانے کیا بات تھی کہ وہ میرے قابو نہیں آ رہی تھیں میں خود حیران رہ گئی تھی کہ ان کو میں کیوں پکڑ نہیں سکتی۔بعد میں پتہ چلا کہ انہوں نے ان لوگوں کی موت کو دیکھ کر اندازہ لگا لیا تھا کہ ان کو مارنے والا کوئی انسان نہیں ہے بلکہ کوئی جن بھوت ہے انہوں نے کسی سے تعویز لے کر پہن لیئے تھے وہ جان گئی تھی کہ انہوں نے ایک بھیانک غلطی کی ہوئی ہے۔کیونکہ اس واقعہ کے بعد انہوں نے مجھے کبھی بھی

نہ دیکھا تھا اس کا مطلب وہ سمجھ گئی تھی کہ یا تو مجھے انہوں نے مار دیا ہوگا یا پھر کسی دوسرے شہر میں بیچ دیا گیا ہوگا۔

اب کچھ دن پہلے میں نے انہوں کو اس ویرانے میں دیکھا تو حیران رہ گئی۔ میں جب بھی قبر سے باہر نکلتی تو ان کا پیچھا شروع کر دیتی اور سب کچھ جان لیا کہ وہ اس گروپ میں اپنے محبوب ساتھیوں کے ساتھ آئی ہوئی ہیں۔ میں بھلا ان کے چہروں پر خوشی کیسے دیکھ سکتی تھی میں نے ایک ایک کر کے ان کے پیاروں کو مار ڈالا اور پھر ارم اور نورین کو بھی مار دیا لیکن سارہ بچ گئی اس نے اپنے گلے سے تعویز نہ اتارا تھا یہ اپنے تعویذ کی حفاظت پوری طرح کرتی تھی ایک لمحہ بھی تعویذ سے غافل نہ ہوتی تھی۔ اور آج یہ اپنی موت آپ ہی مر گئی ہے خود ہی زمین پر پھٹنے والی دراڑوں میں پھنس گئی ہے اس کو مارنا ہی نہیں پڑا ہے۔ وہ اپنی کہانی سنا کر چپ ہو گئی۔ اور اس کی کہانی سن کر ہم جہاں خوفزدہ تھے وہاں اس پر ترس بھی آنے لگا۔ اب تم نے اپنا وعدہ پورا کرنا ہے۔ وہ ہمیں دیکھتے ہوئے بولی۔

ہاں ہاں بولیں۔ ہمیں کیا کرنا ہوگا۔

تمہیں یہ جگہ کھود کر یہاں سے میری ہڈیوں کا ڈھانچہ نکالنا ہوگا اور پھر اس کو غسل دے کر دفن کرنا ہوگا۔

ہاں ہاں ہم یہ کام کریں گے ضرور کریں گے۔

ڈھانچہ تم لوگوں نے دیکھ لیا ہوگا کہ کہاں پڑا ہے کتنی گہرائی میں پڑا ہوا ہے۔ یہ اس ویرانے میں ایک کنواں تھا وہ لوگ مجھے اس کنویں میں پھینک کر اوپر کچھ مٹی پھینک کر گئے تھے لیکن تیز ہواؤں نے اور آندھیوں نے اس کنویں کو بند کر دیا۔ اب تم کو کنویں کے برابر مٹی باہر نکالنا ہوگی۔ بس یہ کام تم نے کرنا ہے۔

لیکن ہمارے پاس تو کوئی بھی ہتھیار نہیں ہے کہ ہم یہ کام کر سکیں۔ علی نے ڈرے ہوئے انداز میں کہا۔

یہ کام میں کر دوں گی۔ اتنا کہہ کر وہ ہواؤں میں اڑی اور غائب ہو گئی۔

یار بہت ہی دکھی کہانی ہے اس کی مجھے پورا یقین تھا کہ یہاں جو ڈھانچہ پڑا ہوا ہے اور جو منظر بیت رہے ہیں اس کے پیچھے ایک بہت بڑی کہانی ہے اور میرا انداز ادرست ثابت ہوا۔ علی نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

ہاں میرا بھی ایسا ہی خیال تھا۔ میں بھی جان گیا تھا لیکن دیکھو میری ٹانگ اس کا کیا حال ہو گیا ہے اس کے اوپر سے گوشت تک اتر گیا ہے جگہ جگہ سے خراشیں پڑی ہوئی ہیں۔ لیکن اتنا درد تو میں برداشت کر لوں گا لیکن اگر تم میری مدد نہ کرتے تو شاید میری دونوں ٹانگیں۔

ہاں یار ٹھیک کہا تو نے اگر میں ایسا کرنے میں کامیاب نہ ہوتا تو شاید تم کو ٹانگوں کے بغیر ہی گھر لے کر جانا پڑتا۔ لیکن جو ہوا بہتر ہوا۔ لیکن ایک بات تو بتاؤ۔ وہ سوچتے ہوئے بولا۔

ہاں پوچھو۔ میں نے کہا۔

سارہ ارم اور نورین نے اس کے ساتھ ایسا کیوں کیا۔

اپنی عزت بچانے کے لیے انہوں نے ایسا کیا لگتا ہے کہ انہوں نے ان تینوں کا جینا حرام کر رکھا تھا اس لیے وہ ان کی بات مان گئی کہ ان کی زندگی تو سکون سے گزرے۔

ہاں شاید تم ٹھیک کہتے ہو۔ علی نے کہا اور ابھی ہم باتیں کر رہے تھے اور تقریباً ایک گھنٹہ بعد وہ جب واپس آئی تو اس کے ہاتھوں میں قبر کھودنے والے تمام ہتھیار تھے ہم نے اسی وقت کنواں کھودنے کا کام شروع کر دیا لیکن یہ کوئی آسان کام نہ تھا بہت ہی مشکل کام تھا۔ ایک دن تو کیا پورا ایک ہفتہ لگ گیا

ہمیں کنواں کھودتے ہوئے جب تھک جاتے تو آرام کرنے لگ جاتے اور سو جاتے تو وہ ہماری حفاظت کرتی۔ ایک ہفتہ بعد ہم نے اس کا ڈھانچہ باہر نکال لیا۔ میں علی کی مدد کرتا رہا تھا لیکن بیٹھ کر کھڑا ہونے کی مدد مجھ میں ہمت نہ تھی تین دن تک ایسا ہی رہا پھر کچھ کچھ چلنا شروع کیا تو میں نے کنواں کھودنے میں اس کی بھرپور مدد کی اور تب ہی ایک ہفتہ میں ہم دونوں کامیاب ہوئے تھے ہم نے اسی رسے کو نیچے لٹکا رکھا تھا جس کے ذریعے ہم دونوں نیچے اترتے اور اوپر چڑھتے تھے ہم نے دیکھا کہ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

دیکھو میرے خوبصورت جسم کا کیا حال ہوا پڑا ہے لیکن ایسا تو ہوتا ہے مرنے کے بعد تم لوگ جتنی جلدی ہو سکے اس کو نہلا دھلا کر دفن کر دو میرا دل دنیا سے اٹھنے لگا ہے۔ اتنا کہہ کر وہ ایک طرف کو چل دی۔ ہم دونوں چلتے چلتے ان ندی پر گئے جہاں سے ہم دونوں پانی لا کر استعمال کیا کرتے تھے۔ وہاں پہنچ کر ہم نے اچھے طریقے سے دفن کو غسل دیا اور پھر جو چادریں ہم ساتھ لے کر آئے تھے جو ہمارے نیچے بچھانے اور اوپر لینے کے کام آتی تھیں اس میں ہم نے ڈھانچہ کو چھپا لیا اور اسے ہی کفن کا نام دے دیا۔ اور پھر ایک جگہ ہم نے چھوٹی سے قبر کھودی اور دونوں نے ہی نماز جنازہ پڑھی اور اس ڈھانچہ کو ہم نے دفن کر دیا۔ ہمارا ایسا کرنا تھا کہ وہ ہمیں دکھائی دی وہ اوپر آسمانوں کیطرف جا رہی تھی اس کی آنکھوں میں آنسو تھے ہاتھ وہ ہلا رہی تھی اس کے بعد وہ ہمیشہ کے لیے ہماری نظروں سے غائب ہو گئی صبح ہم اسی وقت پر وہاں پہنچے جس وقت گرد اٹھتی تھی زمین پھٹتی تھی زلزلہ آتا تھا آج ایسا کچھ بھی نہ ہوا نہ گرد اٹھی نہ زلزلہ آیا نہ زمین پھٹی کچھ بھی نہ ہوا ہم سمجھ گئے کہ یہ سب کچھ اس کی بدروح کر رہی کر رہی تھی جو اب دفن ہونے کے بعد ہمیشہ کے لیے چلی گئی ہے اب ایسا کبھی بھی نہیں ہوگا۔ ہم نے اپنا سامان باندھا اور واپس شہر کی طرف چل دیئے۔ ہمارے ساتھی ہمارا انتظار کرتے کرتے مایوس ہو چکے تھے لیکن جب ہمیں دیکھا تو ان کو یقین ہی نہ آیا کہ ہم دونوں زندہ ہیں۔ انہوں نے ہم سے سب کچھ پوچھا اور ہم نے سب کچھ بتا دیا اور کہا تم نے جو کچھ کہا تھا سچ کہا تھا وہاں واقعی یہ سب کچھ ہم نے دیکھا ہے اور اب ایسا کوئی بھی منظر نہیں دیکھے گا کیونکہ جس وجہ سے یہ منظر بیتتا تھا وہ ہم نے سلسلہ ہی ختم کر دیا ہے اور جب ساری بات بتائی تو اس نے کہا۔ ہاں یار ایسا ہی ہوا تھا یہ دوسرے شہر کا واقعہ ہے وہاں بوری بند لاشیں ملی تھیں ان کے جسموں کو چھریوں سے کاٹ کر گوشت بنایا گیا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ چھ آدمی جن کی ایسی موت ہوئی تھی ان کی کسی سے کوئی دشمنی نہ تھی بلکہ اس بھٹکتی روح یہ سب کیا ہے۔ جیسا انسان کرتا ہے ویسا ہی اس کو بھگتنا پڑتا ہے۔

قارئین کرام کیسی لگی میری کہانی اپنی رائے سے نوازیئے گا آپ کی حوصلہ افزائی سے میرا لکھنے کا شوق بڑھتا جا رہا ہے اور ایک طویل کہانی بھی شروع کر رکھی ہے جو جلد آپ کو پڑھنے کو ملے گی۔

تیری محبت کے پیاسے تھے تو ہاتھ پھیلا دیا صدام
ورنہ تو ہم اپنی زندگی کے لئے بھی غالب ست
✪ .... رئیس صدام حسین ساحل-ٹنی خان بیلہ

خوشیوں سے ناراض ہے میری زندگی
پیار کی محتاج ہے میری زندگی
میں ہنس لیتا ہوں لوگوں کو دکھانے کے لئے
ورنہ درد کی کتاب ہے میری زندگی
✪ .... محمد اختر جمال-ڈیرہ غازی خان

دل لے گیا ہے میرا وہ مٹی تن چرا کر احسان
شرما کے جو چلے ہیں سارا بدن چرا کر
✪ .... احسان سحر-میانوالی

✪✪✪

موت کی منزل

۔۔ پرنس کریم۔ پشاور۔ قسط نمبر ۶

اس کا ماتھا زور سے دیوار سے ٹکرایا تو اس کے ماتھے سے خون رسنے لگا حیرت وخوف سے وہ شمتیا کے چہرے پر موجود سفاکی کو دیکھ رہی تھی جس نے چند لمحے قبل اسے زوردار دھکا دیا تھا وہ بے یقین سی تھی مگر سب کچھ سمجھ چکی تھی۔ شمتیا تم۔۔۔ اس نے بے یقینی کے سے انداز میں کہا۔ اسے اس کی کربناک حقیقت پر یقین نہیں آرہا تھا کہ اب تک اسے تنگ کرنے والی کوئی اور نہیں اس کی اپنی ہی بہن ہے۔ ہاں میں سشما جسے تم کبھی بندیا اور کبھی میگھنا کی آتما سمجھ رہی تھی وہ کوئی اور نہیں بلکہ میں ہوں میگھنا کی ہتھیا کرنے والی بھی میں ہوں نارائن بابا کو مارنے والی بھی میں ہوں بھولے ناتھ بابا کو مارنے والی بھی میں ہوں۔ تمہیں چلے کے ذریعے تصور میں جس لڑکی کی شبیہہ نظر آرہی تھی وہ بھی میں ہوں اور اب تمہیں جان سے مار ڈالنے والی بھی میں ہوں گی۔ تم کیا سمجھتی تھی کہ یوراج کھنا کو حاصل کر کے اس کی ساری جائیداد پر قبضہ جما کر بیٹھ جاؤ گی اور مجھے خبر تک نہ ہوگی تمہاری ایک ایک حرکت سے میں باخبر تھی اور جب تک میں زندہ رہوں گی یوراج کھنا کو کسی کا نہ ہونے دوں گی کیونکہ یوراج کھنا اپنی پوری جائیداد سمیت صرف میرا ہے میرے ہوتے ہوئے تم یوراج کھنا کی جائیداد سمیٹ نہیں سکتی کتنی کوشش کر ڈالیں میں نے کیا کیا جتن نہیں کیئے میں نے کسی طرح یوراج کھنا مجھ پر فدا ہو جائے مگر وہ میگھنا سے پریم ہی اتنا کرتا تھا کہ کسی کی طرف دیکھنا بھی گوارا بھی نہیں کرتا آخر تھک ہار کر میں نے بھی کالا جادو سیکھنا شروع کر دیا کہ اس طرح سے میگھنا کو مار کر میں یوراج کھنا سے ویواہ کر کے اس کی جائیداد پر مزے کروں گی اور اپنی ساری حسرتیں پوری کروں گی اس کے لیے میں نے نارائن بابا کو خرید لیا اور انہیں منہ مانگی رقم دیتی رہی اور وہ مجھے خطرناک سے خطرناک عمل بتاتے جاتے جسے کر کے میں کم وقت میں ہی زیادہ شکتیوں کی مالک بن گئی ایک دن تمہارے بارے میں نارائن بابا نے مجھے سب کچھ بتا دیا۔ تم سے میں نے تم پر نظر رکھنا شروع کر دیا مگر تم تو میرے لیے خطرہ بنتی جا رہی تھی اس لیے میں اب تمہاری دشمن بن کر تمہارے سامنے کھڑی ہوں میگھنا کا کانٹا تو میں نے اپنے رستے سے ہٹا لیا مگر تم اب باقی ہو اور تمہیں بھی راستے سے ہٹنا ہوگا سشما۔ شمتیا کہتی چلی گئی اور سشما چکراتے سر کے ساتھ اس کی باتیں سنتی چلی گئی۔۔ ایک سنسنی خیز اور خوفناک کہانی۔

یہ تم کیا کہہ رہی ہو شمع تمہیں پتہ ہے کہ تم اپنے لیے کون سی راہ چن رہی ہو سشما نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔

اوہو۔ یہ وقت ان سب باتیں کرنے کا نہیں ہے دادا جی شمع کو یاد کر رہے تھے اور میں نے بہانہ بنا دیا تھا کہ وہ آفس سے آرہی ہے ابھی راستے میں ہے میں گھر جا کر اسے لے جاؤں گا آپکے پاس کہ تب تک وہ بھی گھر پہنچ چکی ہوگی۔ یہ کہہ کر میں یہاں آگیا اور اتفاق ہے کہ میرے آنے کے چند منٹ بعد ہی تم دونوں بھی آگئیں۔ اس نے کہا تو شمع نے کچھ نا سمجھنے والے انداز میں اسے دیکھا۔

کیا مطلب دادا جی کہاں نہیں اور میرا پوچھ رہے تھے۔ اس نے کچھ سمجھ نہ آنے والے انداز میں کہا۔



دادا جان ہسپتال میں ہیں ہارٹ اٹیک ہوا تھا اور۔۔
کیا۔ شمع گھبرا گئی۔
ارے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے وہ بالکل ٹھیک ہیں تمہارا پوچھ رہے تھے ستیش نے کہا۔
اوہ۔ دادا جی کو ہارٹ اٹیک۔ وہ رو دی اور پھر تینوں چل دیئے ہسپتال۔

کالیا ڈاکو کے مرنے کی خبر پورے ملک میں جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی سب لوگ حیران تھے کہ اتنے خطرناک ڈاکو کی ہتھیا آخر کسی نے کی اور وہ بھی اتنے بھیانک طریقے سے اور اس کا سر بھی غائب تھا کنفرم تو کسی کو معلوم نہ تھا مگر سب لوگ یہیں سمجھ رہے تھے کہ شاید اس کے کسی دشمن نے اسے ختم کر دیا اس کے ساتھیوں سمیت جب دادا جی ہسپتال سے ڈسچارج ہو کر آئے تو وہ بھی کالیا ڈاکو ہی کی باتیں کر رہے تھے پھر باتوں کا رخ بدل گیا ستیش اب تو تم مکمل محفوظ اور آزاد ہو اب کیا خیال ہے۔ سشما نے معنی خیز انداز میں ستیش اور شمع کو دیکھا تو وہ دونوں اس کا ذو معنی انداز سمجھ گئے۔

کس بارے میں۔ ستیش نے انجان بنے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔

زیادہ کاکا بننے کی ضرورت نہیں ہے میں تم دونوں کے سات پھیرے لینے کی بات کر رہی ہوں ویسے بھی اب وقت آ گیا ہے ملاپ کا اب تو تم دونوں کے درمیان کوئی رکاوٹ بھی نہیں ہے سشما نے شوخی سے کہا تو ستیش بھی دل ہی دل میں بڑا خوش ہوا شمع کا چہرہ خوشی سے سرخ ہو گیا۔

بھئی یہ تو بڑوں کی بات ہے ہم کیا کہہ سکتے ہیں ستیش نے منہ پر ہاتھ رکھ کر شرمانے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا تو سشما ہنس دی۔

زیادہ شب بننے کی ضرورت نہیں ہے مجھے پتہ ہے کہ تم یہ بات صرف منہ سے کہہ رہے ہو ورنہ دل ہی دل میں تو تمہارے لڈو پھوٹ رہے ہو نگے وہ بھی موتی چور کے کیوں بھابھی اس نے شرارت سے پہلے ستیش اور پھر شمع کو دیکھ کر کہا تو وہ شرما گئی سشما نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور اس کے ساتھ بیڈ پر بیٹھ گئی

بھئی جب ایسی باتیں ہو رہی تھی تو شرمانا بنتا تھا ناں شمع نے بھی شوخی سے کہا لیکن ایک بات میں بھی کہہ دوں آپ سے جب تک مینکالا جادو نہ سیکھ لوں تب تک میں دیواہ نہیں کروں گی بھئی جب میں کالا جادو سیکھ لوں گی تو بالکل آپ کی طرح بن جاؤں گی جو چاہوں گی کروں گی جہاں دل چاہے گا غائب ہو کر یا اڑ کر پہنچ جاؤں گی ہر کسی سے مقابلہ کر سکوں گی سشما دیدی میرے تو مزے ہی مزے ہوں گے وہ نادانی سے کہتی چلی گئی اور اپنی دھن میں ایسی مگن تھی کہ سشما کی آنکھوں میں آئے ہوئے آنسوؤں کو بھی نہ دیکھ سکی۔

اس طرح کی باتیں مت کرو شمع تمہیں کیا پتہ کہ میں ہر وقت کس آگ میں جلتی رہتی ہوں اور تم کہتی ہو کہ میں مزے میں ہوں یہ کالا جادو بھی میں نے اس آگ کی تپش سے مجبور ہو کر سیکھا تھا اور اسے سیکھنے میں میں نے جتنی تکلیفیں جھیلیں ہیں اس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتی اور تمہیں میں مزے میں دکھائی دیتی ہوں یہی تو دستور ہے دنیا کا شمع کہ یہاں ہر انسان کو دوسرا مزے میں دکھائی دیتا ہے حالانکہ اسے پتہ نہیں ہوتا کہ اگلے بندے کے دل پر کتنے زخم ہیں اس سے آگے وہ کچھ نہ کہہ سکی اور رو دی اس کے آنسو بھی چھلک پڑے شمع بھی پریشان ہو گئی۔ ارے دیدی آپ تو رو دیں کیا میری بات آپ کو اتنی بری لگی میں سشما مانگتی ہوں پلیز آپ مت روئیں۔ آپ کے رونے سے مجھے بھی تکلیف ہو رہی ہے شمع نے اس کے آنسو پونچھتے ہوئے کہا تو سشما

نے خود پر قابو پایا اچھا سشما دیدی بتائیں مجھے کہ آپ نے یہ کالا جادو کس کارن سیکھا ایسی کیا مجبوری تھی آپ کی۔ شمع نے پوچھا تو سشما نے آہستہ آہستہ اپنی روداد شروع سے آخر تک پوری کی پوری سنا دی آنسو ایک بار پھر لڑی در لڑی اس کی آنکھوں سے رواں تھے شمع بھی اس کی رام کہانی سن کر آبدیدہ ہو گئی۔

اوہ۔۔۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اب آپ یوراج کھنا کو حاصل کر سکتی ہیں۔ شمع نے اس کی پوری کہانی سن کر اس سے پوچھا۔

مجھے نہیں پتہ کیونکہ اگر اس نے مجھے قبول کرنے سے انکار کر دیا شمع تو پھر میں کیا کر پاؤں گی میرا کالا جادو بھی کچھ نہیں کر پائے گا تم کہتی ہو ناں کہ میں کالا جادو سیکھ کر جو چاہے کر لوں گی فرض کرو ستیش کے دل سے تمہارے پریم ختم ہو گیا تو تم کیا کالے جادو کے ذریعے اس کے دل میں اپنا پریم پیدا کر سکو گی نہیں ناں تو پھر تمہیں کالا جادو سیکھنے کی ضرورت ہی کیا ہے کالا جادو تو وہ لوگ سیکھتے ہیں جو میری طرح بدنصیب ہوتے ہیں جو منزل کے انتہائی قریب پہنچ کر بھی خود کو منزل سے بہت دور سمجھتے ہیں۔ اور لا حاصل کی آگ میں یکطرفہ پریم میں جلتے رہتے ہیں تم تو خوش قسمت ہو کہ ستیش کے دل میں تمہارا پریم موجود ہے اور وہ تمہارا ہونے جا رہا ہے اور تم بے وقوف لڑکی کالے جادو کے چکروں میں پڑ کر اس سے دور ہونا چاہتی ہو سشما کے لیکچر پر شمع خوفزدہ ہو گئی

نہیں نہیں میری توبہ ہے میں تو ستیش سے دور ہونے کا تصور بھی نہیں کر سکتی میں آئندہ سے کالے جادو کا نام بھی نہیں لوں گی اس نے ڈر کر کہا اور بھی دونوں ایک دوسرے کے گلے لگ گئیں۔

تھینک یو کہ تم نے میری بات مان لی سشما نے خوش ہو کر کہا۔

یو ویلکم۔ شمع نے جواب میں کہا۔

اس کے بعد ہوا کچھ یوں کہ ستیش اپنے گھر آ گیا سشما سمیت ہمیشہ کے لیے ماتا جی اور سشمیتا اس کے آنے سے بے حد خوش تھیں پھر سشما نے ستیش اور شمع کی شادی کی بت ماتا کے کان میں ڈالی اور پھر سب تیسرے دن ہی دادا جی کے پاس آ گئے شمع کا ہاتھ مانگنے دادا جی نے خوشی خوشی شمع کا رشتہ دینے کے لیے ہاں کر دی لیکن انہوں نے شادی کی بات بھی ساتھ ہی کر دی اور شمع کی شادی ایک مہینے بعد طے پائی سب شادی کی تیاریوں میں ابھی سے لگ گئے سشما بندیا والے معاملے کے سلسلے میں نارائن بابا کے پاس آ گئی تھی موقع پا کر۔

تم بالکل بے فکر ہو جاؤ اب تمہیں چنتا کرنے کی بالکل ضرورت نہیں میگھنا کو مارنے کے بعد اسے ہمیشہ کے لیے فنا کر دیا۔

کیا سشما حیران رہ گئی۔ مگر بابا جی آپ کو کیسے پتہ چلا کہ وہ بندیا کی آتما ہی تھی۔ اس نے حیرت سے پوچھا۔

فنا ہونے سے پہلے میں نے اس سے سب کچھ اگلوا لیا تھا میگھنا کو اسی نے مارا تھا اور اس کے وہ یوراج کھنا کو مارنے کے منصوبے بنا رہی تھی اور اسی سلسلے میں مجھ سے ملتی بھی تھی اس رات تم نے جو لڑکی دیکھی تھی وہ بندیا کی آتما ہی تھی اس وقت تم نے مجھ سے اس کے بارے میں پوچھا بھی تھا مگر میں نے تمہیں ٹال دیا تھا کیونکہ وہ اس وقت غائب حالت میں موجود تھی اور مجھے منع کر رہی تھی کہ میں تمہیں اس کے بارے میں کچھ نہ

بتاؤں تمہاری شکتیاں چونکہ اس سے کم ہیں اس لیے تم اسے دیکھ نہ سکی مگر میں نے بھی موقع پا کر اسے فنا کرلیا کہ میں دیکھ رہا تھا کہ تم مجھ پر شک کررہی ہو اور میری شاگرد مجھ پر شک کرے یہ میں برداشت نہیں کرسکتا۔ باباجی نے کہا تو سشما بے حد خوش ہوگئی کہ اس کے راستے کا ایک اور کانٹا بھی ہٹ چکا تھا

اب میں کالا جادو چھوڑ دوں گی کہ مجھے اب کالے جادو کی کوئی ضرورت نہیں رہی سشما نے خوشی سے سوچا۔

دیکھو سشما میں نے بندیا کی آتما کو فنا کر کے تمہارا راستہ صاف کردیا ہے اب تمہیں بھی میرا ایک کام کرنا ہوگا۔

ہاں ہاں بابا بولیے ناں مجھے تو خوشی ہوگی کہ آپ کے کسی کام آسکوں سشما ہمہ تن گوش تھی میں بہت بوڑھا ہوگیا ہوں میری شکتیاں بھی آہستہ آہستہ کمزور ہورہی ہیں مجھے اپنے لیے کچھ کرنا ہے اگر میں نے اپنے آپ کو امر نہ کیا تو میں دو مہینوں کے اندر اندر ختم ہوجاؤں گا اور میں نہیں چاہتا کہ میرا انت ہوجائے امر ہونے کے بارے میں میں نے شیطان آقا سے بات کی تھی انہوں نے مجھے بتایا تھا کہ مجھے ایک ایسی لڑکی کی بلی سے شیطان آقا کے بت کو نہلانا ہوگا جو پورن ماشی کی رات کو پیدا ہوئی ہو اور اس کے اندر پہلے سے ہی خاص قسم کی کچھ شکتیاں موجود ہوں اس کی بلی شیطان قبول کرلے گا لیکن اس سے پہلے مجھے چالیس راتوں کا چلہ بھی کرنا ہوگا تب جا کر شیطان مجھ سے خوش ہوجائیگا اور مجھے امر ہونے کی شکتیاں دے دے گا پورن ماشی کی رات بہت سے بچے بچیاں پیدا ہوتے ہیں مگر جس لڑکی کی مجھے ضرورت ہے وہ ان لاکھوں میں سے ایک ہوتی ہے جو اپنے اندر جنم لیتے ہی شکتیاں ساتھ لاتے ہیں میں نے ایسی لڑکی کا نام و پتہ وغیرہ معلوم کرلیا ہے اور اسے تم ہی لاسکتی ہو میرے پاس یعنی میرا یہ کام تم با آسانی کرسکتی ہو نارائن بابا نے پر امید نظروں سے سشما کی طرف دیکھا۔

بابا میں آپ کا کام تو کرلوں گی مگر آپ یہ بتائیں کہ اسے آپ خود کیوں لے آتے حالانکہ آپ کی شکتیاں مجھ سے زیادہ ہیں اور تجربہ بھی سشما نے اپنے خیالات کا اظہار کیا تو نارائن بابا بولے

یہ کام میں خود نہیں کرسکتا اس لیے تو تم سے کہہ رہا ہوں جس لڑکی کی میں تم سے بات کررہا ہوں اس کے اندر چھپی ہوئی شکتیاں میری شکتیوں سے کہیں زیادہ ہیں جو میں چلے کے ذریعے قابو کر کے اپنے جسم کو دان کروں گا تو میں امر ہوجاؤں گا اس کی شکتیاں میرے جسم میں تب آئیں گی جب میں اس کی بلی چڑھا دوں گا پھر اس کی لاش پر چلہ کروں گا چالیس راتوں کا زندہ حالت میں اگر میں نے سے چھو بھی لیا تو میں جل کر راکھ ہوجاؤں گا تمہیں اس لڑکی کی ہتھیا کرنی ہے اور اسے میرے پاس لانا ہوگا اور ہتھیا بھی اس کا گلا گھونٹ کر کرنی ہوگی کوئی بھی ایسا طریقہ نہیں اپنانا ہوگا کہ اس کے جسم کا خون ضائع ہوجائے اور ہاں اس بات کا خیال رکھنا ہوگا کہ لڑکی کو اس کی شکتیوں میں ہرگز مت بتانا وہ اپنی شکتیوں سے ابھی تک بے خبر ہے اگر اسے پتہ چل گیا تو ہوسکتا ہے کہ وہ مختلف چلے کر کے اپنی شکتیوں کو استعمال کرنا شروع کردے پھر وہ میرے کسی کام کی نہیں رہے گی نارائن بابا نے پوری تفصیل سے آگاہ کردیا۔ جو سشما نے بڑے غور سے سنی۔

ٹھیک ہے باباجی میں آپ کا یہ کام کرلوں گی بس آپ مجھے بتایئے کہ وہ لڑکی کون ہے تا کہ میں اسکا کام ام کر کے آپ کے پاس لے آؤں کیونکہ میں نہیں چاہتی کہ میرے گروجی کا انت ہوجائے سشما نے دل سے کہا مگر باباجی پتہ نہیں کیوں صاف بات کرنے سے گھبرا رہے تھے اس لیے پہلے تمہید باندھنا چاہتے تھے۔

دیکھو سشما تم میری خاص شاگرد ہو اور میں تم سے کئی بار کہہ چکا ہوں کہ کالے جادو کی وادی میں قدم رکھتے ہی انسان تمام رشتوں سے بیگانہ ہوجاتا ہے ہر طرح کا خوف ڈر گھن آنا ترس و رحم قسم کے جذبات بھی اپنے جیون سے نکال دینے چاہیے کیا تم ابھی تک ان سب باتوں پر قائم ہو بابا نے پوچھا۔

ہاں بابا لیکن اس وقت ان سب باتوں کا کیا مقصد سشما نے پوچھا کیونکہ بابا نے اسے ابھی تک تجسس میں رکھا ہوا تھا۔

سشما ایک بار امر ہوجاؤں پھر دیکھنا میں تمہیں بھی شکتی شالی والا بنادوں گا۔ سشما نے جو پوچھا تھا اس کی جگہ غیر متوقع جواب پر وہ زچ سی ہوگئی۔

آپ یہ سب باتیں چھوڑیں یہ بعد کی باتیں ہیں آپ مجھے یہ بتائیں کہ وہ لڑکی آخر ہے کون۔ سشما زچ ہوئی جارہی تھی۔

وہ لڑکی کوئی اور نہیں تمہاری ہونے والی بھابھی شمع ہے جو پورن ماشی کی رات کو پیدا ہوئی۔ اور وہی ہے اپنے ساتھ شکتیاں لے کر آئی ہے جو مجھے امر کریں گی باباجی نے صاف صاف بات کہہ دی تو سشما پر تو جیسے آسمانی بجلی آگری۔۔

کیا۔ مارے حیرت و پریشانی کے س کے منہ سے بس صرف اتنا ہی نکل سکا اور وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے بابا کا منہ دیکھتی رہ گئی اس کے چہرے پر ایک رنگ آرہا تھا اور دوسرا جارہا تھا اس کا دماغ ماؤف سا ہونے لگا۔

سشما گھبرائی ہوئی وہاں سے گھر آگئی ستیش کو ساتھ لے کر سیدھا شمع کے پاس جا پہنچی اس نے دونوں کو نارئن بابا والی بات بتادی تو دونوں ششدر رہ گئے۔

اب کیا ہوگا۔ شمع نے خوف سے جھرجھری لے کر کہا۔

اور تم نے اس کمینے بڈھے سے کیا کہا۔ ستیش نے غصے سے پوچھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ابھی جا کر نارئن بابا کا گلا دبادے وہ خون اگل رہا تھا۔

کہنا کیا تھا میں نے مار ڈالا اس کمینے بڈھے کو۔ میری مدد کرتے کرتے میرا ہی دشمن بن گیا تھا وہ خود غرض کمینہ اصل میں میری مدد نہیں کررہا تھا بلکہ مجھے استعمال کررہا تھا۔ اپنی غرض کو پورا کرنے کے لیے اور جب میں نے اس کی بات سے انکار کیا تو دھمکیاں دینے لگ گیا مگر میں نے بھی اس کا سر پھوڑ دیا۔ اور اس کو مار ڈالا۔ اب میں تم دونوں کا ویواہ ایک ہفتے میں کر کے تم دونوں کو جلد از جلد ہنی مون کے لیے بھیجتی ہوں کہیں ایسا نہ ہوجائے کہ وہ بڈھا پھر سے ہماری زندگیوں میں آجائے کیونکہ ایسے لوگوں کا کچھ پتہ نہیں چلتا انہیں مار بھی دو پھر بھی اپنی شکتیوں کے ذریعے سے زندہ ہوکر واپس آجاتے ہیں تم دونوں ویواہ کر کے لندن چلے جاؤ ہنی مون کے لیے۔ اور ایک مہینے سے پہلے بالکل بھی مت آنا اگر تمہارے آنے کے بعد بھی وہ کہیں سے نازل ہوگیا تو پھر مجھے مجبوراً شمع کو شکتی شالی والی بنا کر اس کے سامنے لانا ہوگا۔

اس نے کہا اور پھر انہوں نے داداجی ماتاجی کو سشمیتا کو اس بات پر راضی کرلیا اور مختلف قسم کے جھوٹ گھڑ کر شمع اور ستیش کی شادی ایک ہفتے میں کرانے کا فیصلہ کرلیا واقعی انہوں نے ایک ہفتے کے اندر شمع اور ستیش کی شادی دھوم دھام سے کردی داداجی نے اپنی ساری جائیداد ستیش اور شمع کے نام کردی حالانکہ ستیش نے بہت منع کیا تھا مگر داداجی نہ مانتے تھے اور پھر وہ ہنی مون منانے لندن چلے گئے۔

میگھنا کی موت کے بعد یوراج کھنا کی زندگی کے سب رنگ ختم ہو چکے تھے اب وہ ہمہ وقت چپ چپ رہنے لگے تھے صبح آفس جاتے اور رات کو دیر سے آفس سے آ کر خود کو کمرے میں بند کر لیتے کسی سے بات تک نہ کرتے اس کے ماتا پتا اسکی طرف سے پریشان تھے وہ اسے بہت سمجھاتے مگر اس کی روٹین میں کچھ فرق نہ آیا سشما آج پھر یوراج پیلس میں موجود تھی رشنا کے پاس کچن میں۔

تم مجھ سے ملنے میرے گھر پر آیا کرو یہاں۔۔۔۔

اوہو۔ فضول باتیں مت کرو میں تم سے ملنے تمہارے گھر آؤں یا یہاں یہ میرا مسئلہ ہے تم بس اچھی سہیلیوں کی طرح مجھے یہاں کی خبریں دیا کرو اور اس بات کی چنتا بالکل مت کرو کہ مجھے یہاں کوئی دیکھ لے گا۔ سشما نے رشنا کی بات کاٹ کر کہا۔

کیوں تمہارے پاس جادو ہے اور تم اس وقت غائبی حالت میں ہو کہ تمہیں کوئی میرے علاوہ کوئی اور دیکھ نہیں سکتا۔ رشنا نے جل کر کہا۔

ہاں یہی سمجھو سشما نے ہنس کر کہا۔ اچھا چھوڑو بتاؤ یوراج صاحب کی روٹین چینج ہوئی یا نہیں۔ اور وہ جو میگھنا کی موت سے پہلے جو پراسرار حرکتیں ہوتی تھیں یہاں وہ اب بھی ہوتی ہیں یا نہیں سشما نے بے چینی سے سوالات کر ڈالے۔

تمہارے پہلے سوال کا جواب تو یہ ہے کہ یوراج صاحب کی روٹین وہی ہے اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ وہ پراسرار حرکتیں جو میگھنا بی بی کی انت سے پہلے ہو رہی تھیں وہ ان کی ہتھیا کے بعد بھی جاری تھیں مگر ایک ہفتہ پہلے وہ سب کچھ رک گیا تھا مگر دو دن بعد ہی وہی پراسرار حرکتیں پھر سے شروع ہو گئیں اور یہ اس دن سے دوبارہ شروع ہوئی تھیں جب تم یوراج صاحب سے ملنے یہاں آئی تھی ان سے علیک سلیک کرنے کے بعد تم تو چلی گئی تھی مگر تمہارے جاتے ہی یوراج پیلس میں پھر سے عجیب و غریب اور پراسرار واقعات شروع ہو گئے جن کے کرنے والا دکھائی نہیں دیا رشنا نے کہا تو اس کی باتوں نے سشما کو سوچ میں ڈال دی ایک ہفتہ پہلے پراسرار حرکات بند ہونے کا مطلب تو بندیا کے فنا ہو جانے سے سمجھ میں آتا ہے مگر دو دن بعد پھر سے پراسرار حرکات شروع ہو گئے اور وہ بھی تب سے جب میں یہاں آئی تھی یعنی بندیا کی آتما کے بعد اب پھر کون ہو سکتا ہے۔۔ لیکن اس کا حل آج بلکہ ابھی ہی نکل آئے گا رشنا نے کہا تو سشما سوچوں کی گرداب سے نکل آئی۔

اچھا کیسے۔ سشما نے حیرت سے پوچھا۔

بھئی بڑی بیگم صاحبہ کے کہنے پر راموکسی تانترک کو لے آئے ہیں وہ میگھنا بی بی کے کمرے میں بند ہو کر کوئی عمل وغیرہ کر رہا ہے جس سے معلوم ہو جائے گا کہ یہاں کس کی آتما ہے جس نے سب کی ناک میں دم کر رکھا ہے رشنا کی بات پر سشما چونک پڑی۔

کیا۔۔ کیا نام ہے اس کا۔ سشما نے خوف سے پوچھا کہ کہیں نارائن بابا ہی نہ ہو۔

اس کا نام۔ بھئی بڑا مشکل سا نام تھا اس کا ہاں یاد آیا بھولے ناتھ بابا نام ہے اس کا رشنا نے ذہن پر زور دے کر کہا تو سشما نے سکون کی سانس لے کر شکریہ ادا کیا کہ نارائن بابا نہیں مگر پھر گھبرا گئی کہیں میں اس کی گرفت میں نہ آ جاؤں۔ اس نے ڈر کر سوچا اچھا رشنا میں چلتی ہوں کل صبح تم سے تمہارے گھر میں ملوں گی

پرنام۔ سشما نے عجلت سے کہا اور وہاں سے کھسک آئی۔ رات اپنے چلے کی طاقت آزما کر اس نے تصور میں تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر معلوم کرنا شروع کر دیا۔ کہ آخر بندیا کی آتما کے بعد اب یہ نئی مصیبت کون ہو سکتی ہے مگر سکرین پر اب بھی کسی لڑکی کا عکس نمایاں تھا جو صاف ہرگز نہ تھا اور وہ سمجھنے سے قاصر تھی کہ اب یہ کس لڑکی کی آتما ہے جو اس سے شکتیوں سے بڑھ کر ہے۔ کہیں یہ میگھنا تو نہیں۔ ہاں یقیناً یہ میگھنا کی ہی آتما ہو سکتی ہے جو مرنے کے بعد بھی ابھی تک وہی بھٹک رہی ہے اس نے یہ سوچ کر ورد پڑھا اور ہوا میں پھونک ماری تو اس کے تصور میں آئی سکرین مٹتی چلی گئی صبح ہوتے ہی وہ رشنا کے گھر میں چلی گئی اور اس سے سوالات و جوابات کا سلسلہ شروع کر دیا۔

اچھا پھر۔۔ سشما نے پوچھا۔

پھر ہونا کیا تھا بھولے ناتھ بابا نے ورد کو ایک گھنٹہ ہی گزرا تھا کہ وہ چیخنے لگے وہ چیخ چیخ کر بتا رہے تھے کہ یہاں کوئی آتما ہے کسی لڑکی کی آتما یہ سب کو ختم کر دے گی اور اس کے بعد بابا کی ایک دلخراش چیخ سنائی دی ہم سب بھاگ کر کمرے میں آئے وہاں دیکھا تو بھولے ناتھ بابا کی لاش پڑی ہوئی تھی جو خون میں لت پت تھی انکا گلا کاٹا گیا تھا اور ان کی آنکھیں ہائے رام ان کی پھٹی پھٹی آنکھوں میں موجود وحشت میں ابھی تک میں بھول نہیں پا رہی۔ جو بھی سشما یوراج پیلس میں بڑا ہی شکتی شالی والا ہے رشنا نے معلومات فراہم کی تو سشما پریشان ہو گئی اور اسی پریشانی کے ساتھ گھر آ گئی اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے نارائن بابا کو بھی تو میں نے خود ہی مار دیا ہے اب میں کروں تو کیا کروں وہ یقیناً میگھنا ہے جو مرنے کے بعد بھی مجھے یوراج کھنا سے ملنے نہیں دے گی اب کیا کروں کیسے مقابلہ کروں اس کا۔ اسے کوئی راستہ سجھائی نہیں دے رہا تھا پریشانی لحہ بہ لحہ بڑھتی جا رہی تھی ساتھ میں یوراج کھنا کی یاد الگ ستا رہی تھی شام ہوتے ہی ان سے ملنے یوراج پیلس آ گئی رشنا سے ملنے کے بعد اسے پتہ چلا تھا کہ وہ آفس سے جلدی ہی آ گئے تھے آج ان کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی رشنا اس کے لیے چائے تیار کر رہی تھی جسے سشما لے گئی انہیں دینے کے لیے۔ سشما نے دروازے پر ناک کیا۔

آ جاؤ۔ یوراج کھنا نے کہا تو سشما اندر چلی آئی یوراج کھنا اسے دیکھ کر تھوڑا حیران ہوئے ارے سشما تم۔

ہاں میں۔۔ میں آپ سے ملنے آئی ہوں کیسے ہیں آپ۔۔ اس نے پوچھا۔

بس دیکھ لو۔ انہوں نے سشما سے چائے کا کپ لیتے ہوئے دکھ بھرے انداز میں کہا۔

ہاں دیکھ رہی ہوں آپ کو اور بہت کچھ نوٹ بھی کر رہی ہوں سشما نے بھی دکھ سے کہا تو یوراج کھنا کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

بیٹھ جاؤ۔ انہوں نے کرسی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

نہیں میں کھڑی ہی ٹھیک ہوں دراصل۔۔ وہ کہتے کہتے رک گئی۔

ہاں کہو کچھ کہنا چاہتی ہو۔

آپ مجھے دوست سمجھتے ہیں ناں۔ سشما نے پوچھا۔

ہاں سشما میں اب بھی اپنا دوست سمجھتا ہوں اور تم اتنی اچھی ہو کہ میرا نہیں خیال کہ کسی کو بری لگ سکتی و تمہاری اچھائی کو دیکھ کر ہی میں نے تمہیں اپنا دوست بنایا تھا کہ تم مجھے بہت پسند ہو آج پہلی بار یوراج کھنا

کے منہ سے اپنے لیے ستائشی جملے سنکر سشما خوشی سے پھولے نہ سمائی مگر پتہ نہیں کیوں پھر دل اداس ہو گیا کاش میں آپ کی اس صاف گوئی کو کچھ اور نہ سمجھتی اس نے افسوس سے سوچا۔

میں آپ سے آج کچھ نہیں بلکہ بہت کچھ کہنے آئی ہوں پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ نے اپنا بہت برا حال بنالیا ہے آپ اگر اسی طرح کمرے میں بند رہیں گے تو میگھنا کو کبھی بھول نہ پائیں گے کیونکہ آپ کو اسے بھولنا ہوگا اور آپ کے اس طرح سے غم کرنے سے وہ زندہ ہو کر آپ کے پاس نہیں آئے گی۔ سشما کے اس طرح کہنے سے یوراج کھنا کے چہرے پر ناگواری کے جذبات ابھرنے لگے آپ نے مجھے دوست کہا ہے اس لیے آپ کو میری کوئی بھی بات بری نہیں لگنی چاہیے اور اگر آپ کو بری لگی میری بات تو پھر میں آپ سے اس بات کی اجازت چاہوں گی کہ میں اس وقت آپ سے ہر قسم کی بات کر سکتی ہوں اور اس بات کی ضمانت دینی ہوگی کہ آپ میری باتوں سے غصہ بھی نہیں کریں گے کیونکہ آج میں بہت کچھ کہنا چاہتی ہوں۔ آپ سے سشما نے سر جھکا کر کہا تو یوارج کھنا تھوڑی دیر تو خاموش رہے پھر گویا ہوئے۔

ٹھیک ہے سشما تم آج جو کچھ کہنا چاہتی ہو کہہ لو تمہیں پوری اجازت ہے اور اس بات کی بھی مجھ سے امید رکھو کہ میں غصہ نہیں ہوں گا۔ اس نے بڑے تحمل سے کہا تو سشما کو کچھ ڈھارس بندھی۔

یوراج کھنا میں نے آپکے گھر میں جتنا بھی عرصہ گزارا اس میں میں نے دیکھا تھا کہ آپ میگھنا سے بہت پریم کرتے تھے اور انہیں بڑے چاہ سے بیاہ کر لائے تھے آپ ان کے وشرام کا ہر طرح سے خیال کرتے ان کی ہر بات آنکھیں بند کر کے مانتے انکے لاڈ اٹھاتے مگر ایک بات میں سچ کہوں گی کہ آپ کا پریم یکطرفہ تھا انہیں تو آپ سے اتنا پریم نہ تھا جتنا آپکو تھا وہ تو آپکے سٹیٹس کے برابر تھی مگر پھر بھی کبھی برابری پر نہ آتی تھی اور یہ بات آپ مجھ سے بھی زیادہ بہتر جانتے ہیں کہ میگھنا صرف اپنے بارے میں سوچتی تھی سشما نے کہا اور پھر خاموش ہو گئی۔ کہ میگھنا کے بارے میں کچھ اور کہنا اسے خود بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا اس نے جو باتیں کی تھیں وہ سب سچ تھیں اور یوراج کھنا نے دل ہی دل میں اس کی باتوں کی تائید بھی کی تھی کہ میگھنا ایک خود غرض لڑکی تھی صرف اپنے بارے میں سوچنے والی شوہر اور ساس سسر کی اسے کوئی خاص پرواہ نہیں تھی شادی سے پہلے وہ یوراج کھنا سے بڑے پیار کے دعوے کرتی تھی مگر شادی کے بعد وہ ایسی بدل گئی کہ اگر اس کے موڈ کے خلاف بات ہوتی تو وہ بھڑک جاتی اور کسی کو بھی خاطر میں نہ لاتی یہ سب باتیں یوراج کھنا اس کی زندگی میں برداشت کرتا آرہا تھا اور کبھی اس کے ساتھ جھگڑا نہ کیا تھا۔ مگر پھر بھی اسے سشما کے منہ سے یہ سب سننا بالکل نہ بھا رہا تھا۔

کیا آپ اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ میگھنا سے آپ کا پریم یکطرفہ تھا سشما نے پوچھا۔ تو یوراج کھنا پہلے تو کچھ دیر خاموش رہے پھر اعتراف کرتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اوہ پھر تو آپ نے یکطرفہ عشق کی اذیت بھی دیکھی ہوگی۔ سشما نے روح کو چھلنی کرنے والا دوسرا سوال کر ڈالا۔ تو یوراج کھنا کے چہرے پر کرب کے آثار دکھائی دیئے۔۔

مگر یوراج کھنا آپ نے یکطرفہ پریم کی جتنی اذیت دیکھی ہوگی اس سے کئی زیادہ میں نے دیکھی ہے پل پل جلی ہوں میں اس آگ میں اور اب میں خاموش نہیں رہنا چاہتی ورنہ میں گھٹ گھٹ کر مر جاؤں گی۔ آج میں اعتراف کرتی ہوں کہ۔۔

وہ خاموش ہو گئی کہ اس کی آواز گھمبیر ہو گئی تھی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں اور گلہ خشک ہونے لگا اب

جو وہ بات کہنے جارہی تھی اس کے کہنے کے لیے اس کے پاس ہمت نہ رہی تھی یوراج کھنا اسی کی جانب متوجہ تھے مگر بہادر سشما کی بہادری یوراج کھنا کے سامنے پتہ نہیں کہاں بھاگ گئی تھی وہ ہر کسی سے بے دھڑک بات کر لیا کرتی تھی کہ کالے جادو نے اسے بہت بہادر بنا دیا تھا مگر یوراج کھنا کے سامنے بہادری اڑن چھو ہو چکی تھی اور اس کی جگہ خوف نے لے لی تھی اسے اس بات کا بے تحاشہ ڈر تھا کہ اگر یوراج کھنا نے اس کے پریم کو ٹھکرا دیا تو پھر وہ کیا کرے گی وہ ہر کسی سے لڑ سکتی تھی مگر یوراج کھنا سے تو کبھی نہ لڑ سکتی تھی مگر اس نے سوچا کہ آج نادر موقع ہے مجھے گنوانا نہیں چاہیے۔ کم از کم مرنے کے وقت دل میں یہ خواہش تو لے کر نہیں مروں گی کہ یوراج کھنا سے اظہار محبت ہی نہ کر سکی اسی سوچ نے اسے ہمت دی اس نے بولنے کے لیے لب کھولے۔

آج میں اس بات کا اعتراف کرتی ہوں یوراج صاحب کہ کہ مم۔۔ میں نے آپ سے بے حد پریم کیا ہے۔ یکطرفہ پریم سچا پریم۔ وہ جذباتی ہو کر کہہ گئی۔ آنسو اس کے رخساروں کو بھگونے لگے یوراج کھنا اس کی بات پر چونکے تھے آپ۔۔ آپ میری رگوں میں خون کی طرح دوڑتے ہیں میں نے پل پل پوجا ہے آپ کو حالانکہ مجھے پتہ بھی تھا کہ آپ راجا ہیں اور میں پرجا آپ آسمان ہیں اور میں زمین مگر پھر بھی پھر بھی میں خود کو روک نہ سکی اور آپ کو چاہنے لگی۔ آپ میری آشا بن گئے آپ کے پریم کی یکطرفہ آگ میرے سینے میں کئی مہینوں سے جل رہی ہے اور میں نے اس آگ پر قابو پانے کے لیے کیا کچھ نہیں کیا مگر اسکی دوا تو صرف آپ کے پاس ہے۔ آپ کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے میں آپ کی ملازمہ بن گئی حالانکہ مجھے پیسوں کی کوئی ضرورت نہ تھی مگر میں دل کے ہاتھوں مجبور تھی میگھنا کی زہر میں بجھی باتیں اور ان کا توہین آمیز رویہ میں نے صرف آپکے لیے برداشت کیا کیا آپ میرے دل کے حال کو سمجھ سکتے ہیں کیا آپ نے میرے یکطرفہ پریم کی تپش کو کبھی محسوس نہیں کیا۔ اس نے رندھی ہوئی آواز میں پوچھا۔ مگر یوراج کھنا کا لہجہ سپاٹ تھا جس سے اسے تکلیف ہوئی۔ خیر میں آج اپنی زندگی کا فیصلہ کرنے آئی ہوں اور یہ فیصلہ آپ کریں گے میری زندگی اب آپ کے ہاتھوں میں ہے آپ یا تو مجھے اپنا لیں یوراج کھنا یا پھر میرے پریم سے منہ موڑ کر مجھے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مار ڈالیں اس نے آنسو پونچھتے ہوئے جوشیلے انداز میں کہا۔ تو یوراج کھنا بولے۔

پلیز تم فی الحال چلی جاؤ یہاں سے اس کے جملے میں اکتاہٹ و بیزاری موجود تھی سشما تڑپ اٹھی۔

کیا مطلب۔ یعنی آپ اس موضوع پر مجھ سے بات کرنا ہی نہیں چاہتے۔ کیا آپ کے سامنے میرے پریم کی کوئی اہمیت نہیں کیا میرے جذبے میں آپ کو جھوٹ دکھائی دے رہا ہے یا میں آپ سے پاپ کر رہی ہوں کیا میں انسان نہیں ہوں یوراج کھنا صاحب کیا مجھے پریم کرنے کا کوئی حق نہیں ہے یا پھر اظہار کرنے کا حق نہیں وہ تڑپ کر کہہ رہی تھی یوراج کھنا میں التجا کرتی ہوں آپ سے کہ مجھے اپنا لو میری تو زندگی کا مقصد آپ ہی ہو اگر آپ ہی میرے نہیں تو پھر یہ زندگی مجھ پر بوجھ ہے آپ بے شک مجھے ساری عمر اپنی باندھی رکھ کر رکھئے گا آپ اگر کسی اور سے بھی شادی کرنا چاہتے ہوں گے تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا مگر مجھے اپنی زندگی میں شامل کر لیجئے گا میں کم از کم آپ دیکھ دیکھ کر جی تو سکوں گی کم از کم اس بات کا احساس تو رہے گا کہ آپ مکمل طور پر نا سہی میرے تو ہے ناں۔ وہ رو کر کہہ رہی تھی التجا کر رہی تھی کہ یکطرفہ پریم کی آگ نہ اسے یہ سب کرنے پر مجبور کر دیا تھا کتنا بے بس کر دیا تھا۔ اسے یوراج کھنا پر اس کی التجا کا اثر ہوا کہ وہ سچی تھی دل سے کہہ رہی تھی مگر پھر بھی ان کا ذہن سشما کی باتوں سے ماؤف سا ہو رہا تھا کہ وہ میگھنا کے علاوہ فی الحال تو کسی

کے بارے میں سوچنا نہیں چاہتے تھے اور سشما اسے ایسا کرنے پر مجبور کر رہی تھی۔

تم پلیز جاؤ ابھی میرے کہنے کا مطلب یہ ہرگز نہیں تھا جو تم سمجھ گئی میں ابھی آرام کرنا چاہتا ہوں تم سے پھر کروں گا اس موضوع پر بات ابھی مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تم پلیز جاؤ یوراج کھنا نے کنپٹیوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تو سشما ان کے کمرے سے نکل آئی امید کی ایک کرن دل میں لے کر

آج کی رات سشما کچھ پرسکون تھی یوراج کھنا سے دل کا حال بیان کر کے اس کے دل کا بوجھ ہلکا ہو گیا تھا اور وہ بڑے مزے سے جلدی سو گئی نیند کی دیوی بھی اس پر بہت جلد مہربان ہو گئی مگر پھر ساری رات اس نے جاگ کر گزاری کہ جیسے ہی وہ سونے لگتی تو کوئی اس کا گلہ دبانا شروع کر دیتا اس کی سانسیں بند ہونے لگتیں تو وہ جاگ اٹھتی اور پھر کچھ نہ ہوتا ساری رات اس کے ساتھ ایسا ہی ہوتا رہا اس نے کمرے میں کسی اور کو محسوس کیا تھا۔ یہ یقیناً میگھنا کی آتما تھی جو ساری رات مجھے تنگ کر رہی تھی جبکہ سشمیتا دیدی مزے کی نیند سوتی رہی تھی کہ وہ ایسا کچھ بھی محسوس نہیں کر سکتی جو میں محسوس کرتی ہوں خیر کب تک تنگ کرے گی مجھے اس کا بھی کوئی نہ کوئی توڑ نکال ہی لوں گی کمینی مرنے کے بعد پیچھا نہیں چھوڑ رہی ساری رات اپنے ورد کے ذریعے اس سے بچتی آئی ہوں مگر میں بھی اس کا پکا بندوبست کروں گی صبح دیر سے اٹھنے کے بعد سشما نے غصے سے سوچا تھا چند دن بعد وہ یوراج کھنا سے ملنے پھر اس کے گھر چلی گئی وہ آج بھی آفس نہیں گئے تھے رشنا کے کہنے کے مطابق یوراج کھنا کے ماتا پتا نے یوراج کو سمجھانے کی خاطر اس کی پھوپھی کو بلوا لیا تھا جس سے یوراج کھنا بہت پیار کرتے ہیں اور وہ بھی یوراج کھنا سے مگر وہ بھی یوراج کھنا کی اداسی کم کرنے میں ناکام رہی تھی سشما دھڑکتے دل کے ساتھ یوراج کھنا کے کمرے میں آئی۔ اس سے علیک سلیک کرنے کے بعد ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگی وہ سوچ رہی تھی کہ یوراج کھنا خود ہی اس بات کی طرف آ جائے گا جس کا جواب سننے کے لیے وہ آئی تھی مگر یوراج کھنا نے ایسی کوئی بات نہ کی تو وہ مایوس ہو کر جانے لگی سوچا پھر آ جائے گی۔

سنو۔۔ یوراج کھنا نے اسے پکارا۔ تو وہ رک گئی جب سے پھوپھی آئی ہے تب سے سب میرے پیچھے پڑ گئے ہیں کہ میں دوسری شادی کر لوں یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ دوری شادی تو مجھے کرنا ہی ہو گی اس لیے تمہاری باتیں اور ان سب کی باتیں سننے کے بعد میں بہت سوچ بچار کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے میں دوسری شادی کر لیتا ہوں وہ بھی تم سے۔ اس نے سپاٹ لہجے میں کہا اس کے لہجے میں چہرے پر آنکھوں میں پیار کا کوئی رنگ موجود نہ تھا مگر پھر بھی سشما کو تو جیسے اپنے کانوں پر یقین ہی نہ آیا وہ بے حد خوش ہونے لگی۔

کیا۔۔ کیا۔۔

ہاں سشما۔ تم نے ٹھیک کہا تھا کہ میں نے میگھنا سے یکطرفہ پریم کیا ہے مگر تم نے بھی تو یکطرفہ پریم کیا ہے مجھ سے اور یکطرفہ پریم کی اذیت اتنی میں نے نہیں دیکھی جتنی تم نے سہی ہے میں نے تم سے شادی کا فیصلہ تمہارے پریم کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا ہے کہ مجھے تمہارے پریم کی قدر ہے اور تمہارے جذبات کو محسوس کر سکتا ہوں مگر سشما میں تمہیں کبھی سچا پریم نہیں دے پاؤں گا اور تم بھی مجھ سے ایسی کوئی امید نہیں رکھو گی یوراج کھنا نے اسی طرح سپاٹ لہجے میں کہا۔

میرے لیے یہ بھی بہت بہت بڑی بات ہے کہ آپ مجھے اپنانے جا رہے ہیں وہ خوشی سے بولی کیونکہ وہ خوش تھی اور دل سے کہہ رہی تھی۔ اچانک سائیڈ ٹیبل پر رکھا شیشے کا گلاس سنگ مرمر کے فرش پر گر کر چھناکے

سے ٹوٹ گیا دونوں کی توجہ گلاس کی طرف ہو گئی یوراج کھنا نے گلاس کے ٹوٹنے کو عام سی بات سمجھا مگر سشما نے اسے کوئی معمولی بات نہ سمجھی اس نے کمرے میں کسی کی موجودگی کو بھی محسوس کیا تھا یہ یقیناً میگھنا ہے جو ہمارے ملاپ پر ظاہر ہے خوش تو ہو گی نہیں اس نے کوفت سے سوچا۔

آج کا دن اس نے بے حد خوشی میں گزارا تھا انجلی کو بھی اپنی خوشی بتائی تو وہ بھی سشما کی خوشی میں خوش ہو کر پھول نہ سمائی رات جب وہ بستر پر آئی تو سشمیتا سو چکی تھی اسے نیند نہیں آ رہی تھی بار بار اپنے ساتھ ہی ہنس دیتی اور یوراج کھنا کی سوچوں میں گم ہو جاتی مگر اس کے دل میں میگھنا کی آتما کا خوف بھی موجود تھا جو ہر رات اسے تنگ کرتی تھی اور وہ اپنے ورد کے ذریعے اس کے نقصان سے بچی رہتی صبح ہوتے ہی کسی تانترک کے پاس جا کر اس منحوس میگھنا کی آتما کا بھی کچھ کروں گی چاہے مجھے کتنا ہی خطرناک چلہ کیوں نہ کرنا پڑ جائے کسی پہنچے ہوئے تانترک بابا سے سیکھ کر کر لوں گی اس نے سوچا پھر ہنستی مسکراتی ہوئی نیند کی وادیوں میں اترتی چلی گئی۔ رات کے دو بجے سشما ہڑبڑا کر اٹھ گئی اسے کسی نے زور زور سے جھنجھوڑا تھا اس نے حیرت وخوف سے ادھر ادھر دیکھا مگر کوئی نہ تھا سشمیتا کی جانب دیکھا تو وہ سو رہی تھی اوہ لگتا ہے وہ آ گئی ہے۔ اس نے سوچا وہ تو ہر رات آتی تھی مگر سشما کو اتنا خوف محسوس نہ ہوتا تھا جتنا وہ آج ڈر رہی تھی کیونکہ اس نے یوراج پیلس میں گلاس کے ٹوٹنے سے سمجھ لیا تھا کہ میگھنا کی آتما نہایت ہی غصے میں ہے مگر وہ زیر لب اپنا ورد پڑھنے لگی اور پھر لیٹ گئی وہ پڑھتی گئی پڑھتی گئی اور ایک بار پھر نیند کی آغوش میں چلی گئی اچانک کسی نے بیڈ کو زور زور سے ہلایا تو وہ اچھل کر بیٹھ گئی بیڈ اتنی دیر تک ہلا تھا کہ اس نے اپنی آنکھوں سے بیڈ کو ہلتے ہوئے بھی دیکھ لیا تھا اس نے سشمیتا کو دیکھا جو ہنوز گھوڑے بیچ کر سو رہی تھی اسے حیرت ہوئی کہ سشمیتا نے بیڈ کو ہلتے ہوئے محسوس ہی نہیں کیا شاید وہ نیند کی گولیاں لے کر سوئی ہو گی۔ اب سشما کو خوف کے مارے نیند نہیں آ رہی تھی اس کا بہت دل چاہا کہ سشمیتا کو جگا کر سب کچھ بتا دے مگر ان دونوں میں پہلے والی اجنبیت ابھی تک برقرار تھی اور دوسرا اسے اس بات کا خدشہ بھی تھا کہ سشمیتا کو جگا کر اسے میگھنا کی آتما کے بارے میں بتائے وہ دل ہی دل میں ورد پڑھتے ہوئے دوبارہ لیٹ گئی بہت دیر تک اسے نیند نہ آئی اور بہت دیر تک وہ اپنا ورد پڑھتی گئی اس نے ویسے ہی اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ اچانک اسے ایک زوردار جھٹکا لگا پورے جسم میں ایک کرنٹ سا دوڑا اس نے آنکھیں کھولنا چاہیں مگر اس کی آنکھیں کھل نہ رہی تھی اس نے خود کو حرکت دینی چاہی مگر پورا جسم بالکل تختہ ہو گیا تھا جیسے کسی نے اسے پوری طرح اپنے کنٹرول میں لے لیا ہو۔ ہوں۔۔ ہوں۔ اس کے منہ سے نکل رہا تھا میگھنا کی آتما اس پر غالب آ گئی تھی کیونکہ اس نے ورد پڑھنے میں غفلت برتی تھی اور جیسے ہی غفلت برتی آتما اس پر غالب آ گئی اس نے زبان ہلانی چاہی مگر زبان گنگ تھی اسے اپنا گلہ دبتا ہوا محسوس ہوا اپنے گلے پر کسی کے ہاتھوں کا لمس محسوس کر رہی تھی وہ اس کا سانس رکنے لگا کہیں یہ رات میری آخری رات تو نہیں اس نے کرب کی حالت میں سوچا اور دل ہی دل میں چیخ چیخ کر پورے جوش کو جذبے سے اپنا ورد شروع کر دیا اپنا بھرپور دفاع کرنا شروع کر دیا تو تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ اس کی زبان ٹھیک ہونے لگی۔ سش۔ یتا۔۔ دی دیدی۔ آ۔۔ سشمیتا دیدی بڑی مشکل سے گھٹی گھٹی آواز میں سشمیتا کو پکارا اس کی جانب گردن بھی نہ گھما سکتی تھی اس نے پھر سے دل ہی دل میں پنا ورد پڑھنا شروع کر دیا تھوڑی دیر تو وہ تکلیف میں رہی پھر اچانک گرفت میں لینے والے کی گرفت کمزور پڑتی گئی اور پھر حملہ

کرنے والے نے اس کو بالوں سے پکڑ کر زور سے کھینچ کر بیڈ سے نیچے گرا دیا وہ آزاد ہوگئی تھی تو خوف سے پاگلوں کی طرح کمرے سے بھاگ کھڑی ہوئی اور سیڑھیوں کی طرف بھاگی وہ سیڑھیاں چڑھ کر چھت پر جانا چاہتی تھی تاکہ حصار بنا کر خود کو اس میں قید کر کے اپنا ورد شروع کر دے پھر کوئی اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا وہ پاگلوں کی طرح سیڑھیاں بھاگ بھاگ کر چڑھنے لگی وہ صبح تک خود کو محفوظ رکھنا چاہتی تھی اور مرنا تو فی الحال بالکل بھی نہیں چاہتی تھی۔ کیونکہ اب کہیں جا کر تو اس کی زندگی کا مقصد پورا ہونے جا رہا تھا اور وہ تھا یوراج کھنا کا حصول اور اسی وجہ سے اسے زندگی سے بے تحاشہ پیار ہو گیا تھا اور موت سے نفرت اس لیے موت سے ڈر بھی رہی تھی سیڑھیاں چڑھ کر وہ اوپر آئی ہی تھی کہ اچانک اسے کسی نے تیزی سے دھکا دے دیا اور پھر وہ بری طرح سے سیڑھیوں پر لڑکھڑاتی ہوئی نیچے کی طرف گرتی چلی گئی۔۔آ۔۔آ۔۔اس کے منہ سے زور کی چیخ تب نکلی تھی جب اس کا گھٹنا زور سے سیڑھی کی نوک سے ٹکرایا تھا اور پھر زمین پر وہ سر کے بل گر پڑی اس کا سر زور سے فرش سے ٹکرایا تھا اس کا سر پھٹ گیا تھا جس سے خون بہنے لگا اس کا سر مسلسل چکرا رہا تھا سیڑھیوں سے گرتے وقت اس کی چیخ سے ماتا جی جاگ اٹھی تھی اس لیے وہ اٹھ کر کمرے سے نکلنے لگی سیڑھیوں سے گرنے کے بعد سشما کو بہت سی چوٹیں آئیں تھیں وہ محسوس کر رہی تھی کہ اسے سیڑھیوں سے گرانے والا نیچے آ رہا ہے اسے سیڑھیوں پر کسی کے اترنے کی چاپ صاف سنائی دے رہی تھی اب میگھنا کی آتما مجھے چھوڑے گی نہیں مار ڈالے گی یوراج آ جاؤ مجھے بچا لو وہ چکراتے ہوئے سر کے ساتھ اپنے ساتھ ہی بڑبڑا رہی تھی خوف کی ایک سرد لہر اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سرائیت کر گئی وہ خوف سے تھر تھر کانپنے لگی آج اسے لگ رہا تھا کہ آج کی رات واقعی میں اس کی آخری رات ہے آج میگھنا کی آتما اس سے اپنا انتقام لے کر رہے گی وہ بے بسی سے زمین پر پڑی تھی اور سیڑھیوں پر سے اترنے والی ہستی اب اس کے قریب آتی جا رہی تھی مگر سشما یوں بے بسی کی موت بھی مرنا نہیں چاہتی تھی اپنی زندگی کی آخری طاقت کو وہ آزمانا چاہتی تھی اس نے زیر لب ورد پڑھنا شروع کر دیا اور اپنی پوری قوت لگا کر اٹھنے لگی تو اس کے پورے جسم میں درد کی ٹیسیں اٹھنے لگی مگر وہ اس کی پرواہ کیے بغیر اٹھ کر کمرے کی جانب بڑھ گئی سشما کی ماتا جو دیوار کا سہارا لیتے ہوئے آہستہ آہستہ آ رہی تھی نے سشما کو خوفزدہ حالت میں کمرے کی جانب جاتا دیکھ لیا تھا مگر سشما نے اسے نہیں دیکھا تھا ماتا جی آہستہ آہستہ سشما کے کمرے کی جانب بڑھنے لگی سشما نے کمرے میں آتے ہی کمرے کا دروازہ بند کر دیا ورد اب بھی اس کی زبان پر جاری تھا جس کی وجہ سے اس کی قوت آہستہ آہستہ کر کے بحال ہو رہی تھی وہ دروازے پر ٹیک لگائے آنکھیں بند کیے اپنا ورد پڑھے جا رہی تھی اسے ڈر تھا کہ کہیں میگھنا دروازہ ہی نہ توڑ دے مگر اسے دروازہ توڑنے کی ضرورت قطعی نہ تھی کہ وہ کمرے میں پہلے سے ہی موجود تھی سشما کو کمرے میں کسی کے ٹہلنے کی آہٹ محسوس ہو رہی سشما ٹھٹک گئی یعنی وہ اندر آ گئی ہے اس نے خوف سے سوچا اور ڈرتے ڈرتے آنکھیں کھولیں تو سامنے میگھنا کی روح تو نہ تھی البتہ اس کی بہن سشمیتا کھڑی تھی اس کے سامنے جو اسے ہی دیکھ رہی تھی سشما نے بہت کو دیکھا تو اس کا خوف کچھ کم ہوا۔

اوہ۔ دیدی آپ جاگ گئی ہیں۔ وہ روتی اور لنگڑاتی ہوئی سشمیتا کے پاس آ کر اس کے گلے لگ گئی سشمیتا دیدی وہ۔۔ وہ مجھے مار دے گی مم مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے میں مرنا نہیں چاہتی۔ موت کا خوف اس پر پھر سے غالب آ گیا وہ کسی چھوٹی سی بچی کی طرح سشمیتا کے گلے لگ کر رو رہی تھی سشمیتا نے اچانک بڑی تیزی سے اسے خود سے جدا کر دیا تو سشما کو اس کی بے اعتنائی پر حیرت ہوئی سشمیتا نے اس کی آنکھوں میں

ایک غیر معمولی چمک دیکھی اچانک سشمیتا نے سشما کو نہایت سفاکی سے زوردار دھکا دیا تو وہ دیوار سے ٹکرا گئی اور اس کا ماتھا زور سے دیوار سے ٹکرایا تو اس کے ماتھے سے خون رسنے لگا حیرت وخوف سے وہ سشمیتا کے چہرے پر موجود سفاکی کو دیکھ رہی تھی جس نے چند لمحے قبل اسے زوردار دھکا دیا تھا وہ بے یقین سی تھی مگر سب کچھ سمجھ چکی تھی۔۔

سشمیتا تم۔۔ اس نے بے یقینی کے سے انداز میں کہا۔ اسے اس کی کربناک حقیقت پر یقین نہیں آ رہا تھا کہ اب تک اسے تنگ کرنے والی کوئی اور نہیں اس کی اپنی ہی بہن ہے۔

ہاں میں سشما جسے تم کبھی بندیا اور کبھی میگھنا کی آتما سمجھ رہی تھی وہ کوئی اور نہیں بلکہ میں ہوں میگھنا کی ہتھیا کرنے والی بھی میں ہوں نارائن بابا کو مارنے والی بھی میں ہوں بھولے ناتھ بابا کو مارنے والی بھی میں ہوں۔ تمہیں چلے کے ذریعے تصور میں جس لڑکی کی شبیہہ نظر آ رہی تھی وہ بھی میں ہوں اور اب تمہیں جان سے مار ڈالنے والی بھی میں ہوں گی۔

تم کیا سمجھتی تھی کہ یوراج کھنا کو حاصل کر کے اس کی ساری جائیداد پر قبضہ جما کر بیٹھ جاؤ گی اور مجھے خبر تک نہ ہوگی تمہاری ایک ایک حرکت سے میں باخبر تھی اور جب تک میں زندہ رہوں گی یوراج کھنا کو کسی کا نہ ہونے دوں گی کیونکہ یوراج کھنا اپنی پوری جائیداد سمیت صرف میرا ہے میرے ہوتے ہوئے تم یوراج کھنا کی جائیداد سمیٹ نہیں سکتی کتنی کوشش کر ڈالیں میں نے کیا کیا جتن نہیں کیے میں نے کسی طرح یوراج کھنا مجھ پر فدا ہو جائے مگر وہ میگھنا سے پریم ہی اتنا کرتا تھا کہ کسی کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتا آخر تھک ہار کر میں نے بھی کالا جادو سیکھنا شروع کر دیا کہ اس طرح سے میگھنا کو مار کر میں یوراج کھنا سے ویواہ کر کے اس کی جائیداد پر مزے کروں گی اور اپنی ساری حسرتیں پوری کروں گی اس کے لیے میں نے نارائن بابا کو خرید لیا اور انہیں منہ مانگی رقم دیتی رہی اور وہ مجھے خطرناک سے خطرناک عمل بتاتے جاتے جسے کر کے میں کم وقت میں ہی زیادہ شکتیوں کی مالک بن گئی ایک دن تمہارے بارے میں نارائن بابا نے مجھے سب کچھ بتا دیا۔ تم سے میں نے تم پر نظر رکھنا شروع کر دیا مگر تم تو میرے لیے خطرہ بنتی جا رہی تھی اس لیے میں اب تمہاری دشمن بن کر تمہارے سامنے کھڑی ہوں میگھنا کا کانٹا تو میں نے اپنے رستے سے ہٹا لیا مگر تم اب باقی ہو اور تمہیں بھی راستے سے ہٹنا ہوگا سشما۔ سشمیتا کہتی چلی گئی اور سشما چکراتے سر کے ساتھ اس کی باتیں سنتی چلی گئی۔ اس کے بعد کیا یہ سب جاننے کے لیے خوفناک ڈائجسٹ کا آئندہ شمارہ ضرور پڑھیں۔

دل سے جو اقرار ہوا تھا
سونا سونا پیار ہوا تھا
دل پہ کیا گزری جان من
محبت کا اظہار ہوا تھا
ہم تھے مسافر پیار کے راہی
دور تیرے بن جینا دشوار ہوا تھا

چہرہ تیرا پھول کے جیسا
ہونٹوں سے بھی لال ہوا تھا
تیری آنکھ کا کاجل ایسا
جیسے کوئی تیرے دل کے پار ہوا تھا
ہم عاشق تھے تیری زلفوں کے
جب ہم کو تم سے پیار ہوا تھا

ناصر اعوان۔ طارق آباد۔ مظفر آباد

گل بانو پری

---تحریر: زاہد اقبال۔ اٹک۔

تم نے یہاں آ کر بہت بڑی غلطی کی ہے تم یہاں سے زندہ واپس نہیں جاسکتے اس شخص نے طوطوں کی طرف دیکھا تو انہوں نے میرے اوپر حملہ کر دیا طوطے میرے جسم کی بوٹیاں نوچنے لگے میں نے بچنے کی بہت کوشش کی مگر میں ناکام رہا وہ شخص وہاں کھڑا زور زور سے ہنسنے لگا میرے پورے جسم سے خون نکلنے لگا جب میں نے غور سے دیکھا تو ایک طوطا وہاں پر ہی بیٹھا ہے وہ مجھے مارنے کی کوشش بھی نہیں کر رہا تھا میرے ذہن میں خیال آیا کہ ہوسکتا ہے یہ وہی طوطا ہو جس میں مہاراجہ کی جان قید ہے میں فوراً اس طوطے کی طرف بھاگا اور جا کر اسے پکڑ لیا جیسے ہی طوطا میرے ہاتھ لگا تو دوسرے طوطے غائب ہو گئے وہ شخص جو تھوڑی دیر پہلے کھڑا ہنس رہا تھا کہنے لگا۔ یہ طوطا میرے حوالے کر دو میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا میں سمجھ گیا کہ یہی شخص مہاراجہ ہے وہ شخص میری منتیں کرنے لگا کہ میں اس کو طوطا دے دوں مگر میں نے اس کی ایک نہ مانی اور طوطے کی ایک ٹانگ توڑ دی جیسے ہی میں نے طوطے کی ٹانگ توڑی تو مہاراجہ کی ٹانگ بھی ٹوٹ گئی مہاراجہ میرے سامنے گڑگڑانے لگا مگر مجھے مہاراجہ پر ترس نہ آیا اور میں طوطے کی گردن توڑ دی اور مہاراجہ ختم ہو گیا مہاراجہ کے ختم ہوتے ہی پوری پہاڑی ہلنے لگی اور پتھر گرنے لگے میں فوراً وہاں سے بھاگا اور پہاڑی سے باہر نکل آیا میرے پہاڑی سے باہر آتے ہی پوری پہاڑی زمین بوس ہو گئی اگر میں چند سیکنڈ بھی لیٹ ہو جاتا تو شاید اس پہاڑی کے نیچے آ کر مر جاتا۔ میں نے خدا کا شکر ادا کیا اور وادی میں سے ہوتا ہوا جن کے پاس پہنچ گیا اور جن کو کہا کہ وہ مجھے واپس میری دنیا تک پہنچا دے میری بات سن کر جن نے میرا ہاتھ پکڑا اور ہم غائب ہو گئے۔ جن مجھے واپس میری دنیا میں چھوڑ کر چلا گیا۔ مہاراجہ کو تو میں ختم کر دیا تھا مگر گل بانو کی ہمشکل جس کے پاؤں کی مٹی میں نے اٹھائی تھی وہ ابھی زندہ تھی میں نے قبرستان جا کر اس لڑکی کے پاؤں کی مٹی کو نکالا اور اپنے ساتھ اپنے گھر لے آیا۔ ایک سنسنی خیز اور خوفناک کہانی۔

میں گہری نیند سو رہا تھا کہ اچانک سیل فون کی گھنٹی سے میری آنکھ کھل گئی جب میں کال اٹینڈ کرنے لگا تھا کہ اتنی دیر میں کال بند ہو گئی مجھے یہ دیکھ کر حیرانگی ہوئی کہ ثاقب مجھے گیارہ دفعہ کال کر چکا تھا لیکن نیند کی وجہ سے مجھے پتہ ہی نہیں چلا ابھی میں اپنے سیل فون کو دیکھ ہی رہا تھا کہ ایک بار پھر سیل فون کی گھنٹی بجی ثاقب کی کال دیکھ کر میں نے فوراً کال اوکے کی اور کہا۔

یار خیریت تو ہے ناں اتنی صبح صبح کال کیوں کر رہے تھے تو اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا یار خیریت ہے تم پہلے یہ بتاؤ کہ تم نے آج کالج نہیں جانا کیا میں نے فوراً جواب دیا۔

ہاں یار کالج جانا ہے۔

وہ بولا یار دس بج گیا۔ دس بجے کا سن کر میں فوراً



بستر سے اترا میرے ذہن میں خیال آیا کہ کل رات بہت دیر سونے کی وجہ سے میری آنکھ جلدی نہ کھل سکی بہرحال میں نے ثاقب سے کہا۔

یار میں ابھی کچھ دیر میں تیار ہو کر کالج کے لیے نکلتا ہوں بس تم میرا انتظار کرو۔

ٹھیک ہے جلدی کرنا تم تیار ہو جاؤ میں خود ہی تمہارے پاس آجاتا ہوں۔ ثاقب نے کہا اور ساتھ ہی فون بند کر دیا۔

میں جلدی سے تیار ہو کر باہر نکلنے لگا کہ باہر ڈور بیل بجی میں نے جا کر دروازہ کھولا تو ثاقب میرے سامنے کھڑا تھا میں نے کہا۔ ایک منٹ میں اپنی بائیک نکال لوں پھر کالج چلتے ہیں۔

ثاقب اور میری دوستی بچپن سے تھی ثاقب میرے گھر سے تھوڑا ہی دور رہتا تھا بچپن سے ہی میں اور ثاقب اکٹھے ہی سکول جاتے تھے اور جب ہم دونوں نے کالج جوائن کیا تو پھر بھی ہماری روٹین یہی رہی میرا گھر چونکہ ثاقب کے راستے میں آتا تھا اس لیے وہ پہلے میرے پاس آتا پھر ہم دونوں اکٹھے کالج جاتے ثاقب کے علاوہ مظہر اور اعجاز بھی میرے دوست تھے وہ بھی ہمارے ہی گاؤں کے تھے لیکن وہ ثاقب اور میرے گھر سے تھوڑے فاصلے پر تھے اس لیے ان سے ملاقات کالج میں ہی ہوتی تھی مظہر ہم تینوں دوستوں سے عمر میں بڑا تھا اعجاز ثاقب اور مجھ سے بڑا تھا جبکہ میں اور ثاقب ہم عمر تھے مظہر اور اعجاز سے میری دوستی سکول ٹائم سے تھی مظہر چونکہ ہم سب سے بڑا تھا اس لیے وہ ساتھ ساتھ ہمیں گائیڈ بھی کرتا رہتا تھا وہ ہم تینوں کو کبھی کسی بری محفل یا لڑائی جھگڑوں سے دور ہی رکھتا تھا اسی وجہ سے ہم بھی مظہر کو اپنے بڑے بھائی کا درجہ دیتے تھے اور جس کام سے مظہر ہمیں منع کرتا تھا وہ کام ہم نہیں کرتے تھے۔

مظہر کے والد ایک بزنس مین تھے وہ اکثر بزنس کے سلسلے میں گھر سے دور ہی رہتے تھے جبکہ مظہر کی والدہ اس دنیا فانی سے جا چکی تھی مظہر کی ایک ہی بہن تھی جو اس سے بڑی تھی اس کی بھی شادی ہو چکی تھی اس لیے مظہر زیادہ تر گھر میں اکیلا ہی رہتا تھا ان دنوں بھی مظہر کے والد ایک بزنس میٹنگ کے سلسلے میں ملک سے باہر گئے ہوئے تھے اور تقریباً ایک ماہ بعد ان کی واپسی تھی اس لیے مظہر زیادہ وقت ہم دوستوں کے ساتھ گزارتا تھا مظہر کو بھی اکیلا رہنا بہت عجیب لگتا تھا لیکن جب وہ ہمارے ساتھ ہوتا تو بہت خوش خوش رہتا اور اسے اپنے والد کی کمی بھی اتنی محسوس نہیں ہوتی تھی گرمیوں کا موسم تھا اور ہلکی ہلکی بارش بھی ہوئی تھی جس کی وجہ سے موسم بہت خوشگوار ہو گیا تھا ہمارے گاؤں میں ایک نہر گزر کر جاتی تھی عموماً ہم شام کے وقت اس نہر کے کنارے بیٹھے رہتے اور گپ شپ لگاتے رہتے آج بھی ہم رات گئے تک اس نہر کے کنارے بیٹھے رہے جب ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے جسم سے ٹکراتے تو بہت ہی سکون ملتا دوسری طرف لہلہاتے کھیت دیکھ کر آنکھوں کی پیاس بھی بجھ جاتی شام کے وقت جب سورج پہاڑوں کے پیچھے غروب ہوتا تو دل کو بھا جانے والا منظر پیش کرتا۔

کافی دیر ہم وہاں بیٹھے رہے اور جب اندھیرا ہونے لگا تو ہم نے واپس اپنے اپنے گھر جانے کا فیصلہ کر لیا ہم وہاں سے اٹھے اور پھر اپنے اپنے گھر آ گئے مجھے بہت بھوک لگ رہی تھی میں نے جلدی سے کھانا کھایا۔ اور اپنے کمرے میں چلا گیا تھوڑی دیر پڑھنے کے بعد میں نے فیصلہ کیا کہ آج چھت پر جا کر سوؤں گا کیونکہ موسم بھی بہت خوشگوار تھا میں چھت پر آ گیا اور بستر پر لیٹ گیا ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی میں نے ساتھ ساتھ میوزک بھی لگایا اور انجوائے کرنے لگا۔ رات گئے تک میں میوزک سنتا رہا اسی لیے مجھے سونے میں بہت دیر ہو گئی اور صبح جلدی آنکھ نہ کھل سکی۔

میں نے اپنی بائیک نکالی پھر ثاقب اور میں بائیک پر بیٹھ کر کالج کی طرف چل پڑے تھوڑی ہی مسافت کے بعد ہم کالج پہنچ گئے میں نے ثاقب کو بائیک سے اترنے کو کہا اور خود بائیک پارک کرنے لگا ہم دونوں لیکچر اٹینڈ کرنے کے لیے کلاس روم میں چلے گئے لیکچر ختم ہونے کے بعد ہم کنٹین پر آ گئے تھوڑی دیر بعد مظہر اور اعجاز بھی آ گئے مظہر مجھ سے بولا۔

لیٹ آنے کی کوئی وجہ۔

میں نے کہا۔ کل رات بہت دیر سے سونے کی وجہ سے صبح میری آنکھ جلدی نہ کھل سکی جس وجہ سے میں لیٹ ہو گیا اور ثاقب کو میرا انتظار کرنا پڑا اور ساتھ ہی میں نے ویٹر کو چائے لانے کے لیے اشارہ کیا اور تھوڑی دیر میں چائے لے کر آ گیا ہم سب نے مل کر چائے پی گپ شپ لگائی اور پھر ہم وہاں سے باہر نکلے اور لیکچر اٹینڈ کرنے کے لیے دوبارہ کلاس روم میں چلے گئے۔

کالج سے واپسی پر میں نے اپنی بائیک نکالی اور ثاقب کو بائیک پر بیٹھنے کا اشارہ کیا مظہر اور اعجاز سے ہم نے اجازت لی اور اپنے گھر واپس آ گئے شام کے وقت ہم کافی دیر تک گپ لگاتے رہے پھر جب رات کا اندھیرا ہوا ہم سب نے اپنے اپنے گھر جانے کا فیصلہ کر لیا رات کو میں گھر کی چھت پر بیٹھا چاند کو دیکھ رہا تھا جو بہت ہی خوبصورت لگ رہا تھا موسم بھی بہت خوشگوار تھا لیکن نجانے کیوں مجھے نیند نہیں آ رہی تھی میرا ذہن سوچوں میں گم تھا اور میری نظریں چاند پر تھیں کہ اچانک میرے کان کے پردوں سے پائل کی آواز ٹکرائی پہلے میں نے اتنی توجہ نہ دی لیکن جب دو تین دفعہ مجھے آواز سنائی دی تو میں اپنے بستر سے اٹھا اور چھت سے نیچے کی طرف دیکھنے لگا لیکن مجھے کافی دور تک کوئی دکھائی نہیں دیا مگر پائل کی آواز مسلسل آ رہی تھی میں آواز سن کر بہت حیران تھا کہ یہ کون ہو سکتا ہے پھر تھوڑی دیر بعد آواز آنا بند ہو گئی میں دوبارہ اپنے بستر پر آ کر لیٹ گیا کافی دیر گزر گئی لیکن پائل کی آواز مجھے دوبارہ سنائی نہیں دی مجھے آہستہ آہستہ نیند آنے لگی اور میں سو گیا ابھی میں نیند کی لپیٹ میں آیا ہی تھا کہ پائل کی آواز سے میری آنکھ پھر کھل گئی پہلے تو میں سمجھا کہ یہ میرا وہم ہے لیکن جب میں نے غور سے سنا تو واقعی پائل کی آواز سنائی دے رہی تھی میں پھر سے اپنے بستر سے اترا اور چھت سے نیچے کی طرف دیکھنے لگا۔

اس بار میں نے ایک نہایت ہی خوبصورت لڑکی کو راستے پر جاتے ہوئے دیکھا میں نے اسے دیکھ کر سوچا کہ ہو سکتا ہے کہ یہ کوئی مسافر ہو اور کسی کے گھر مہمان آئی ہو لیکن جب میں نے گھڑی پر نگاہ ڈالی تو رات کے دو بج رہے تھے پہلے تو میں ڈر گیا اور سوچنے لگا کہ اتنی رات گئے ایک اکیلی لڑکی بے خوف و خطر کس طرح گھوم سکتی ہے میں انہی سوچوں میں گم تھا کہ وہ لڑکی میری طرف دیکھنے لگی میں نے جب اس کی طرف نگاہ دوڑائی تو اس کا حسن و جمال دیکھ کر میں حیران رہ گیا کیونکہ اس سے پہلے میں نے اتنی خوبصورت لڑکی کبھی نہیں دیکھی تھی پہلے تو اس کی طرف دیکھتا رہا پھر جب غور کیا تو پتہ چلا کہ وہ لڑکی مجھے ہی دیکھ رہی ہے پھر وہ لڑکی میری طرف دیکھ کر مسکرائی اور تیزی سے پیچھے پلٹی اور تیز تیز چلنے لگی میں مسلسل اس لڑکی کی طرف دیکھ رہا تھا اور میرے دیکھتے ہی دیکھتے وہ نظروں سے اوجھل ہو گئی میں واپس اپنے بستر پر آ کر لیٹ گیا اور اس لڑکی کے بارے میں سوچنے لگا اور سوچتے سوچتے ہی میں نا جانے کب آنکھ لگی اور سو گیا۔

ثاقب کی منگنی بچپن میں ہی اس کے چچا کے گھر طے ہوئی تھی ثاقب بھی اپنے چاچا کی بیٹی کرن سے بہت پیار کرتا تھا کرن بھی بچپن سے ہی ثاقب کو بہت چاہتی تھی ثاقب کا ایک بھائی اور ایک بہن تھی جو ثاقب سے بڑی تھی اور اس کی شادی اپنے ہی

خاندان میں کی گئی تھی جبکہ اس کے بھائی کی منگنی بھی ان کے بڑے چاچا کے گھر ہوئی تھی ان دنوں ثاقب کے گھریلو حالات کو دیکھ کر اس کے چاچا نے منگنی توڑ دی تھی اور شادی سے انکار کر دیا تھا ثاقب اور کرن کیونکہ بچپن سے ہی ایک دوسرے سے پیار کرتے تھے تو انہیں اپنے گھر والوں کی انکاری پر بہت غصہ آیا پہلے تو ثاقب نے اپنے چاچا کو بہت سمجھانے کی کوشش کی لیکن جب وہ نہ مانے تو ثاقب نے اپنی ماں سے بات کی اور ان کو چاچا سے بات کرنے پر راضی کر لیا ثاقب کی ماں نے ثاقب کے کہنے پر کرن کے گھر والوں سے بات کی مگر کرن کا والد نہ مانا کرن کے والد کا کہنا تھا۔

جس وقت ہم نے یہ رشتہ طے کیا تھا اس وقت آپ کی مالی حیثیت مجھ سے زیادہ اچھی تھی لیکن آج کل آپ کی اتنی حیثیت نہیں رہی کہ میں اپنی بیٹی کا رشتہ آپکو دے سکوں میں اپنی بیٹی کو ایسے گھر میں ہرگز نہیں بھیج سکتا جہاں لوگ خود گھٹ گھٹ کر زندگی بسر کرتے ہوں ثاقب کی والدہ نے کرن کے والد کو بہت سمجھانے کی کوشش کی لیکن کرن کا والد نہ مانا تو ثاقب کی والدہ واپس اپنے گھر آ گئی والدہ کے گھر داخل ہوتے ہی ثاقب نے بڑی بے تابی سے پوچھا تو ثاقب کی والدہ نے کہا۔

کرن کو بھول جاؤ۔

کیوں ماں کیوں۔ وہ رونے والے انداز میں بولا اور اس کے چہرے پر غصہ کے آثار بھی نمایاں تھے بتائیں مجھے کہ کرن کے باپ نے کیا کچھ کہا پہلے تو ثاقب کی والدہ چپ رہی لیکن جب ثاقب نے بہت اصرار کیا تو والدہ نے کہا۔

ہماری حیثیت اتنی نہیں کہ ہم تمہارے چاچا کے ہاں رشتہ کر سکیں اتنی بات کہہ کر ثاقب کی والدہ چپ ہو گئی ثاقب والدہ کی بات سن کر آپے سے باہر ہو گیا جب اس نے کرن کو یہ بات بتائی تو کرن نے تڑپتے ہوئے کہا۔

دیکھو ثاقب میں تم سے کچھ نہیں چاہتی بس اتنا چاہتی ہوں کہ میں تم سے بہت پیار کرتی ہوں کرن کی بات سن کر ثاقب کو کچھ تسلی ہوئی وہ بولا۔

پھر اللہ پر بھروسہ رکھو اللہ پاک جو بھی کرے گا بہتر ہی کرے گا۔

ثاقب میں بہت پریشان ہوں کہ اب کیا ہوگا مجھے تو کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہا ہے۔

ثاقب بولا۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ بس اچھے وقت کا انتظار کرو۔۔

میں نے اپنا سیل فون نکالا اور ثاقب کو کال کرنے لگا لیکن جب میں نے ثاقب کا نمبر ڈائل کیا تو اس کا نمبر بند جا رہا تھا میں نے دوبارہ ٹرائی کی لیکن اس کا فون بند ہی ملا میں سوچنے لگا کہ سیل کیوں بند جا رہا ہے اس نے اگر فون بند بھی کرنا ہو تو مجھے ضرور بتا دیتا ہے یا کوئی میسج کر دیتا ہے میرے ذہن میں طرح طرح کے خیالات آنے لگے کہ کہیں ثاقب نے کوئی ایسا ویسا کام تو نہیں کر دیا۔ میں نے فوراً اپنی بائیک نکالی اور اس کے گھر کی طرف چل دیا جب میں ثاقب کے گھر پہنچا تو مجھے پتہ چلا کہ ثاقب تو ہسپتال میں ایڈمٹ ہے تو یہ بات سن کر جیسے میرے پاؤں سے زمین نکل گئی میں نے ثاقب کے گھر والوں سے پتہ لیا اور ہسپتال چلا گیا۔ راستے میں میں نے مظہر اور اعجاز کو بھی ثاقب کے بارے میں بتایا اور ہدایت کی کہ وہ بھی جلدی سے ہسپتال پہنچ جائیں اس کے بعد میں نے کال بند کر دی اور تھوڑی دیر میں ہسپتال پہنچ گیا ہسپتال پہنچ کر میں نے ثاقب کے گھر والوں سے ثاقب کی طبیعت کے بارے میں پوچھا تو پتہ چلا کہ ثاقب ابھی تک بے ہوش ہے میں نے ثاقب کے گھر والوں سے پوچھنا چاہا کہ اس کو کیا ہے مگر جب اس کے گھر والوں کی حالت دیکھی

تو میں نے پوچھنا مناسب نہ سمجھا اور ایک سائیڈ پر جا کر بیٹھ گیا میرے ذہن میں ایک ہی خیال بار بار آ رہا تھا کہ کہیں ثاقب نے کرن کی خاطر کوئی الٹا پلٹا کام تو نہیں کر دیا۔

میں انہی سوچوں میں گم تھا کہ مظہر اور اعجاز بھی ہسپتال پہنچ گئے اور مجھ سے ثاقب کے بارے میں پوچھنے لگے میں نے ان کو بتایا کہ ثاقب کے بارے میں مجھے ابھی تک کچھ بھی معلوم نہیں ہو رہا کہ اس کے ساتھ کیا واقعہ ہوا ہے بس اتنا معلوم ہے کہ وہ ابھی تک بے ہوش ہے جب مظہر بولا۔

تم کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ ہسپتال میں ہے

میں نے کہا میں نے صبح اس کو فون کیا تھا لیکن اس کا فون مسلسل بند جا رہا تھا میں نے کئی بار کوشش کی لیکن اس کا فون بند ہی ملتا رہا مجھے پریشانی ہوئی میں اس کے گھر چلا گیا وہاں جا کر پتہ چلا کہ ثاقب ہسپتال میں ایڈمٹ ہے میں نے اس وقت یہی مناسب سمجھا کہ تم دونوں کو بھی اطلاع کر دوں ہم ڈاکٹر کی بات سن کر فوراً وہاں سے اٹھے اور سیدھے ثاقب کے روم میں چلے گئے اور ڈاکٹر سے کہا۔

ڈاکٹر اب کیسی طبیعت ہے مریض کی۔

ڈاکٹر بولا اب اس کی حالت خطرے سے باہر ہے فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے دو تین دن تک وہ ہسپتال سے بھی ڈسچارج ہو جائے گا۔

ہم کافی دیر تک وہاں بیٹھے رہے پھر شام کو ہم واپس آ گئے رات کو میں کافی دیر تک ثاقب کے بارے میں سوچتا رہا اس لیے مجھے نیند بہت دیر سے آئی جب میں صبح اٹھا تو تیار ہو کر سب سے پہلے ثاقب کو دیکھنے کے لیے ہسپتال جا پہنچا وہ ہوش میں تھا لیکن بات طریقے سے نہ کر رہا تھا میں جو بھی بات ثاقب سے پوچھتا وہ جواب نہ دیتا اور بیٹھے بیٹھے اس کا جسم کانپنے لگتا۔ ایسا لگتا تھا کہ جیسے ثاقب بہت خوفزدہ ہو میں ثاقب کی یہ حالت دیکھ کر بہت پریشان ہوا کہ اس کو اچانک کیا ہو گیا ہے میں کافی دیر تک ثاقب کے پاس بیٹھا رہا مظہر اور اعجاز بھی وہاں آ گئے مظہر کی بھی لاکھ کوشش تھی کہ ثاقب کسی طرح ان سے بات کرے لیکن ایسا نہیں ہو رہا تھا ہم نے اس بارے میں ڈاکٹر سے پوچھا۔ تو وہ بولا۔

اس کے ذہن میں کوئی بات ضرور ہے جس وجہ سے یہ خوفزدہ ہے باقی وہ بالکل ٹھیک ہے اور آج اس کو ڈسچارج کر دیا جائیگا۔ اور پھر ہم اس کو لے کر گھر آ گئے دوسرے دن ہم سب اس کے گھر گئے ہم نے کئی دفعہ اس سے پوچھنے کی کوشش کی۔

یار تم ہمیں بتاؤ کہ تمہیں کیا پریشانی ہے تم اتنے زیادہ خوفزدہ کیوں رہتے ہو اگر کوئی بات ہے تو ہم سے شیئر کرو آخر ہم تمہارے دوست ہیں جب تک تم اپنے دل کی بات شیئر نہیں کرو گے تو تمہارے دل کا بوجھ ہلکا نہیں ہوگا۔

مگر ثاقب نہ مانا ہم جب بھی کچھ پوچھنے کی کوشش کرتے تو وہ ہمیں منع کر دیتا اور کہتا۔

مجھے آپ کو کسی بھی بات کا جواب نہیں دینا۔ تم میں سے کوئی میری حالت کے بارے میں پوچھنے کی کوشش نہیں کرے گا۔

میرے لاکھ سمجھانے پر جب اس نے ہمیں کچھ نہ بتایا تو ہم نے اپنی دوستی کا واسطہ دیا تو ثاقب ہمیں بتانے پر مجبور ہو گیا۔ یار بڑی مشکل سے میں اس کی یادوں کو بھلانے کی کوشش کر رہا ہوں لیکن ایک تم ہو کہ بات کو سمجھتے ہی نہیں ہو اور جب بھی اس نے ہمیں کچھ بتانے کی کوشش کی اس کا جسم کانپ اٹھتا اور ڈر کے مارے اس کا جسم پسینہ پسینہ ہو جاتا پھر ثاقب نے دل پر پتھر رکھ کر تمام حقیقت ہمیں سنا دی۔ اس نے کہا۔

جب شام کو میں تم دوستوں سے گپ شپ لگا کر گھر کی طرف آیا۔ اور سونے کے لیے اپنے میں گیا تو کافی دیر تک مجھے نیند نہیں آئی میں کمرے سے نکلا اور چھت پر چلا گیا اور چارپائی پر لیٹ گیا اور اپنی پرانی

یادوں میں کھوگیا کہ اچانک مجھے ایک زوردار چیخ سنائی دی جسے سن کر میں ڈرسا گیا اور میرے ماتھے پر پسینہ آگیا میں اپنے بستر سے اٹھا اور چھت پر کھڑا ہوکر دائیں بائیں دیکھنے لگا پھر اچانک مجھے ایک خوبصورت لڑکی نظر آئی جس کے کندھوں پر ایک نوجوان بے ہوشی کے عالم میں پڑا ہوا تھا وہ لڑکی نوجوان کو اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے تیز تیز قدموں سے چل رہی تھی میں نے لڑکی کی طرف دیکھ کر آواز لگائی اور کہا۔

تم کون ہو اور اتنی رات گئے اس نوجوان کو کہاں لے کر جارہی ہو تو اس لڑکی نے میری ایک نہ سنی بلکہ تیزی سے چلنے لگی میں بھاگتا ہوا گھر سے باہر نکلا اور اس لڑکی کے پیچھے چلنے لگا میں نے سمجھا کہ شاید وہ لڑکی کسی مشکل میں ہے مجھے اس کی مدد کرنا چاہیے مگر وہ لڑکی جنگل کی طرف جارہی تھی میں بھی اس کے پیچھے تیز تیز قدموں سے چلنے لگا کافی دور جا کر وہ لڑکی جنگل میں جا کر ایک ویران جگہ پر رکی اور اس لڑکی نے نوجوان کو کندھوں سے نیچے اتار کر نیچے زمین پر لٹا دیا۔

اس لڑکی نے ابھی تک مجھے نہیں دیکھا تھا جہاں وہ لڑکی رکی میں بھی وہاں سے کچھ دور رک گیا میری نظریں اس پر ہی جمی ہوئی تھیں میں دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ لڑکی اب کیا کرتی ہے پھر اچانک ہی اس لڑکی نے اپنا منہ کھولا تو اس کے منہ سے بڑے بڑے دانت نمودار ہوئے لڑکی کے دانت دیکھ کر میں ڈرسا گیا پھر اس لڑکی نے اپنے نوکیلے دانت نوجوان کی گردن میں گاڑھ دیئے اور نوجوان کے جسم کا خون پینا شروع کردیا جب اس لڑکی نے نوجوان کے جسم کا سارا خون پی لیا اور اٹھ کر کھڑی ہوگئی تو میرے دیکھتے ہی دیکھتے وہ لڑکی بہت ہی بھیانک شکل اختیار کرگئی اس کا چہرہ دیکھ کر میرا جسم کانپنے لگا اس کی آنکھیں انگارے کی طرح سرخ ہورہی تھیں اور اس کی ناک آگے کی طرف بڑھی ہوئی تھی اور اس کے ہاتھ پاؤں بھی بہت ہی بھیانک تھے اور ہاتھ پاؤں کی ناخن بہت بڑے تھے ایسا لگتا تھا جیسے کوئی تیز دھار خنجر ہو اور اس کے جسم پر بال ہی بال تھے اس کے سر کے بال بھی بہت لمبے تھے جس کی وجہ سے اس کے بال اس کے چہرے پر بھی آرہے تھے میں یہ سب دیکھ کر سمجھ گیا کہ یہ کوئی انسان نہیں ہے بلکہ کوئی چڑیل ہے اس چڑیل نے اپنے ہاتھ نوجوان کے دل پر رکھے اور نوجوان کا دل نکال کر باہر لے آئی اور پھر وہ چڑیل آرام سے بیٹھ کر اسے کھانے لگی دل کھالینے کے بعد اس چڑیل نے اپنے تیز دھار ناخنوں سے نوجوان کی گردن دھڑ سے الگ کردی اور پھر اس چڑیل نے آہستہ آہستہ اس نوجوان کا گوشت کھانا شروع کردیا اور میرے دیکھتے ہی دیکھتے وہ نوجوان کا سارا گوشت کھاگئی وہ چڑیل گوشت کھا کر ہڈیاں ایک سائیڈ پر پھینک رہی تھی۔

یہ سب دیکھ کر میرا جسم ساکن ہوگیا پھر جب مجھے کچھ ہوش آیا تو چڑیل کو دیکھ کر میں منہ سے ایک چیخ نکلی میری چیخ سن کر چڑیل نے میری طرف دیکھا اور پاس پری ہوئی ہڈیاں میری طرف پھینکیں تو میں ڈر کے مارے وہاں سے بھاگ نکلا وہ چڑیل بھی میرے پیچھے بھاگنے لگی اس چڑیل نے مجھے پکڑنے کی بہت کوشش کی مگر میں اس کے ہاتھ نہ آیا بھاگتے بھاگتے جنگل سے باہر آگیا اس کے بعد کیا ہوا مجھے کچھ بھی یاد نہیں ہے جب مجھے ہوش آیا تو میں ہسپتال میں موجود تھا۔

ثاقب کی سنائی ہوئی داستان سن کر ہم سب ہی ڈر گئے اور ہمارا جسم کانپنے لگا وہ بھی سارا واقعہ سنا کر بہت زیادہ ڈرنے لگا میں نے ہمت کرکے پانی کا گلاس اٹھایا اور ثاقب کو پینے کے لیے دے دیا پانی پینے کے بعد ثاقب کچھ ہوش میں آیا پھر ہم نے ثاقب کو تسلی دی اور کہا۔

اب تم کو ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے جو ہونا تھا سو ہوگیا۔ ہم دوست تمہارے ساتھ ہیں جو کچھ ہوگا ہم دیکھ لیں گے۔

ہماری تسلی سے اس نے نہ صرف اپنے گھر والوں کو بلکہ گاؤں والوں کو بھی یہ سارا واقعہ سنادیا۔ لوگوں کو اس کی بات پر یقین نہیں آیا مگر ہم دوستوں کو اس کی باتوں پر یقین آگیا کیونکہ ہم جانتے تھے کہ وہ جھوٹ نہیں بولتا ہم دوستوں نے مل کر یہ طے کیا کہ اب ہم اپنا زیادہ وقت ثاقب کے ساتھ گزاریں گے تاکہ اس کے ذہن میں یہ واقعہ بار بار نہ آئے۔ اسی طرح کافی دن گزر گئے اور ثاقب اب پہلے سے بہتر ہوگیا تھا۔

ایک شام جب میں چھت پر بیٹھا تھا تو میں نے محسوس کیا کہ جیسے ابھی ابھی کوئی میرے پاس سے گزرا ہو پہلے تو میں تھوڑا گھبرا گیا پھر میں نے سوچا کہ ہوسکتا ہے کہ یہ میرا وہم ہو میں اپنے خیالوں میں کھوگیا کہ اچانک مجھے پائل کی آواز آنے لگی میں پائل کی آواز سن کر چونک گیا کیونکہ آج سے کئی دن پہلے بھی میں نے اسی طرح کی پائل کی آواز سنی تھی اور آج جب دوبارہ پائل کی آواز میں نے سنی تو میں فوراً اٹھا اور دائیں بائیں دیکھنے لگا لیکن مجھے کوئی بھی دکھائی نہیں دیا جس نے یوں محسوس کیا جس طرح ابھی ابھی میرے پاس سے کوئی گزرا ہو پھر اچانک میرے سامنے وہی لڑکی نمودار ہوئی جسے میں نے کافی دن پہلے دیکھا تھا میں نے جب اس لڑکی سے پوچھا کہ تم کون ہو اور یہاں کیا کررہی ہو تو وہ لڑکی وہاں سے بھاگ گئی اور میرے دیکھتے ہی دیکھتے نظروں سے اوجھل ہوگئی میں اپنے بستر پر لیٹ کر سوچنے لگا کہ یہ لڑکی کون ہوسکتی ہے اور یہ مجھ سے کیا چاہتی ہے میں کافی دیر ان سوچوں میں گم رہا آخرکار جب وہ لڑکی دوبارہ مجھے نظر نہیں آئی تو میں سوگیا۔

صبح جب میں کالج پہنچا تو میں نے اپنے دوستوں کو اس لڑکی کے بارے میں بتایا مگر میرے دوستوں کو میری بات پر یقین نہ آیا وہ میری بات کو مذاق سمجھنے لگے اور کہنے لگے۔

یار پہلے ثاقب کو کوئی لڑکی دکھائی دی تھی اور اب تمہیں بھی لڑکی دکھائی دینے لگی میں نے جب ان کو سمجھانے کی کوشش کی تو وہ نہ مانے تو میں غصے سے ان کے پاس سے اٹھا اور لیکچر اٹینڈ کرنے کے بعد سیدھا گھر واپس آگیا۔ رات کو میں جلدی ہی سوگیا کیونکہ پچھلی رات بھی میری نیند پوری نہیں ہوئی تھی ابھی میں گہری نیند میں تھا تو میں نے محسوس کیا کہ جیسے میرے پاؤں کے نزدیک کوئی بیٹھا ہوا ہے جب میں نے اس طرح محسوس کیا تو فوراً میری آنکھ کھل گئی میں نے جب دیکھا تو وہی لڑکی جس کو میں پہلے دو دفعہ دیکھ چکا ہوں وہ میرے پاؤں کے نزدیک بیٹھی ہے تو میرے پاؤں سے جیسے زمین ہی نکل گئی اور سوچنے لگا کہ یہ لڑکی یہاں میرے بستر پر کیسے پہنچ گئی میں نے گھبراتے ہوئے اس لڑکی سے پوچھا۔

ت۔۔ت۔۔تم یہاں کیسے پہنچی۔ میری بات سن کر اس لڑکی نے فوراً میری طرف دیکھا جیسے ہی اس لڑکی نے میری طرف دیکھا تو میں اس کی خوبصورتی میں کھوگیا اور سب کچھ بھول گیا میں صرف اس کا چہرہ ہی دیکھتا رہا اس کا چہرہ اتنا خوبصورت تھا کہ میں بیان نہیں کرسکتا اس کی آنکھیں گلابی اور بڑی بڑی تھیں جو اس کے حسن میں مزید اضافہ کررہی تھیں اس کے سر کے بال بڑے بڑے تھے جب ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے اس کے سر کے بالوں سے ٹکراتے اور اس کے چہرے پر پڑتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ جیسے کوئی چاند بادلوں میں چھپنے کی کوشش کررہا ہو اس کے ریشم جیسے نرم وملائم جسم پر نیلے رنگ کے کپڑے اس کے حسن میں اضافہ کررہے تھے۔

میری نظر جب اس کی آنکھوں پر پڑی تو وہ لڑکی بھی میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنے لگی اور ساتھ ساتھ اس کے نرم وملائم گلابی ہونٹوں پر

تھوڑی تھوڑی مسکراہٹ آنے لگی میں کافی دیر تک اس لڑکی کے حسن میں کھویا رہا پھر اچانک میں نے اس لڑکی سے پوچھا۔

کون ہو تم۔

میں گل بانو ہوں اس نے مسکراتے ہوئے کہا

تم یہاں کیا کر رہی ہو۔

میں تم سے ملنے کے لیے یہاں آئی ہوں

مجھے ملنے آئی ہو۔۔لیکن میں کسی بھی گل بانو کو نہیں جانتا۔

ہاں میں جانتی ہوں کہ تم مجھے نہیں جانتے مگر میں تمہیں بہت اچھی طرح سے جانتی ہوں ۔دیکھو میری بات غور سے سنو میں کئی عرصہ سے تم سے بات کرنے کی کوشش کر رہی تھی مگر میری کبھی ہمت ہی نہیں ہوئی تھی آج بڑی مشکل سے میں نے تم سے بات کرنے کی ہمت کی ہے میں نے گل بانو سے کہا۔

تم نے مجھ سے کیا بات کرنی تھی۔

وہ بولی میں تم سے بہت پیار کرتی ہوں اور تمہارے بغیر رہ نہیں سکتی۔اتنی بات کرنے کے بعد وہ اٹھی اور تیزی سے بھاگتے بھاگتے چھت نے نیچے چلی گئی میں اس کو چھت سے نیچے اترتا ہوا دیکھتا رہا اس کو اس طرح جاتے ہوئے دیکھ کر میں حیران سا رہ گیا اور میرا دماغ چکرا گیا۔کیونکہ جس طرح گل بانو کو اس طرح چھت سے اتری اس کی جگہ اگر میں ہوتا تو یقیناً میرے جسم کا کوئی اعضا ضرور ختم ہو جاتا یا میرا کوئی اور نقصان ہو جاتا میں یہی سوچتا رہا کہ چھت سے نیچے گل بانو اتنی جلدی اتری کیسے میں نے جب دوبارہ گل بانو کی طرف دیکھا تو وہ میری آنکھوں سے اوجھل ہو گئی تھی میں پریشانی کے عالم میں اپنے بستر پر دوبارہ آ گیا اور اس لڑکی کے بارے میں سوچنے لگا پھر میرے ذہن میں ثاقب کی سنائی ہوئی داستان آئی اور میں سوچنے پر مجبور ہو گیا پھر میرے ذہن میں خیال آیا کہ کہیں گل بانو ہی تو وہ لڑکی نہیں ہے کیا جس کو ثاقب نے نوجوان کا گوشت کھاتے دیکھا تھا یہ بات میرے ذہن میں آتے ہی مجھے جھٹکا سا لگا اور میں بہت گھبرا گیا۔کیونکہ گل بانو کو یوں چھت سے بھاگتے دیکھ کر ہی میں سمجھ گیا تھا کہ یہ کوئی انسان نہیں ہو سکتی ثاقب نے جس طرح بتایا تھا اس لڑکی کے بارے میں تو گل بانو بھی مجھے ویسی ہی لگ رہی تھی مگر بات کی طے تک پہنچنے کے لیے مجھے گل بانو کا پیچھا کرنے پڑے گا۔

انہی سوچوں میں گم میں رات گئے تک بیٹھا رہا۔

ثاقب کے بھائی کی شادی طے ہو گئی تھی جب میں نے ثاقب سے پوچھا،کہ اچانک تمہارے گھر والوں نے شادی اتنی جلدی کرنے کا فیصلہ کیوں کیا تو ثاقب نے مجھے بتایا کہ میرے بھائی کا سسر آج بہت سخت بیمار ہے اور اس کی بیماری دن بدن بڑھتی ہی جا رہی ہے اس لیے اس نے جلدی شادی کرنے کا فیصلہ کیا ہے اچانک شادی کا سن کر ثاقب نے مجھے کہا۔

یار آج کل میں بہت مصروف ہوں اور اتنے تھوڑے وقت میں گھر کے تمام کام کرج گروانے میرے ذمہ ہیں۔

میں نے کہا یار تم اتنے پریشان نہ ہو ہم تمام دوست تمہارے ساتھ ہیں۔

ہاں یہ تو ہے اس نے کہا۔

اور پھر ہم سب دوست اکھٹے ہو گئے اور اس کا ہاتھ بٹانے لگے ثاقب ہم کو یوں کام کرتا دیکھ کر بہت خوش تھا اور ہم نے چند ہی دنوں میں سارے کام ختم کر لیے،ثاقب کے بھائی کی شادی بھی اس کے بڑے چاچا کی بیٹی سے ہو رہی تھی پہلے تو ثاقب کے گھر والے بھی اچانک شادی کا سن کر بہت پریشان ہوئے مگر ہم سب نے جب اتنے جلدی کام ختم کر لیے تو ثاقب کے گھر والوں کو بھی تسلی ہو گئی اور

ثاقب کے بھائی کی شادی بڑی سادگی سے ہو گئی شادی ختم ہونے کے بعد ہم دوستوں نے ثاقب سے اجازت مانگی اور اپنے اپنے گھر واپس آ گئے ثاقب نے ہمارا شکریہ ادا کیا دو دن بعد جب ثاقب کالج آیا تو میں نے ثاقب سے کہا۔

یار کیا تم مجھے اس لڑکی کے بارے میں کچھ بتا سکتے ہو جس کو تم نے نوجوان کا گوشت کھاتے ہوئے دیکھا تھا میری بات سن کر ثاقب نے حیرانگی سے مجھے دیکھا اور کہا۔

خیر تو ہے تم کیوں اس لڑکی کے بارے می پوچھ رہے ہو۔

میں نے کہا۔بس ویسے ہی۔

وہ بولا چھوڑو یار اس لڑکی کو میں پرانی باتوں کو یاد نہیں کرنا چاہتا پہلے ہی میں بڑی مشکل سے ان یادوں سے پیچھا چھڑایا ہے ثاقب کی یہ بات سن کر میں خاموش ہو گیا اور میں نے مزید گفتگو نہیں کی۔

رات کو جب میں اپنے کمرے میں گیا تو گل بانو کو دیکھ کر میں حیران رہ گیا کہ وہ میرے کمرے میں پہنچی کیسے۔میرا کمرہ تو صبح سے لاک تھا میں یہی سوچ رہا تھا کہ گل بانو نے مجھے پکارا۔مجھے ایک بار پھر جھٹکا لگا۔میں نے کہا۔

تم میرا نام کیسے جانتی ہو۔

میں نہ صرف تمہارا نام ہی جانتی ہوں بلکہ تمہاری ہر ایک چیز کو جانتی ہوں جتنی میں تم سے واقف ہوں اتنے شاد تم خود بھی واقف نہیں ہو گل بانو کی اس بات پر میرا سر چکرا گیا اور میں اس کو دیکھنے لگا گل بانو نے کہا۔

دیکھو میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا کہ میں تم سے بہت پیار کرتی ہوں اور اب پھر کہہ رہی ہوں کہ میں تم سے بہت پیار کرتی ہوں اور کرتی رہوں گی میں تم سے آج سے نہیں بلکہ کافی عرصہ سے پیار کرتی آ رہی ہوں اور ہر وقت میں تمہارے آس پاس ہی رہتی ہوں۔

گل بانو کی تمام باتیں سن کر میں حیران رہ گیا اور میرے ذہن میں خیال آیا کہ اکثر میں بھی اس طرح محسوس کرتا تھا کہ جیسے میرے آس پاس کوئی ہے اور کبھی کبھی تو ایسا بھی محسوس ہوتا تھا کہ جیسے کسی نے مجھے چھوا ہو لیکن میں نے کبھی اس پر توجہ نہیں دی تھی کہ جو کچھ میں محسوس کرتا ہوں وہ گل بانو کی وجہ سے ہی محسوس کرتا ہوں میں نے گل بانو سے کہا۔تم مجھے انسان نہیں لگتی ہو۔

ہاں میں انسان نہیں ہوں ۔وہ تیزی سے بولی لیکن اتنا ضرور جانتی ہوں کہ ایک انسان سے میں بہت پیار کرتی ہوں بس ایک بار تم بھی مجھ سے یہ کہہ دو کہ تم بھی مجھ سے پیار کرتے ہو تو میں ساری زندگی تمہاری غلام بن کر رہوں گی اور تمہاری ہر ایک خواہش کو پورا کروں گی مجھے گل بانوں کی باتیں سن کر بہت غصہ آیا اور میں نے کہا۔

میں کسی سے بھی پیار نہیں کرتا اور نہ ہی کرنے کی ضرورت ہے میں نے آج تک کسی انسان سے پیار نہیں کیا پھر تم سے پیار۔میں یہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا اور پھر میں نے کہا خدا کے لیے میرا پیچھا چھوڑ دو اور مجھے تنہا چھوڑ دو میری یہ بات سن کر وہ اٹھی اور دیوار کے پار باہر غائب ہو گئی۔

صبح جب میں کالج جانے لگا مجھے پتہ چلا کہ میرے محلے میں چاچا رفیق کا بیٹا نعیم کل رات سے غائب ہے نعیم کی عمر چودہ سال کی تھی اور وہ ابھی سکول پڑھ رہا تھا میں نے چاچا رفیق سے نعیم کے بارے میں پوچھا تو وہ بولا۔

وہ اپنے کمرے میں سویا ہوا تھا اور کمرہ بھی بند تھا مگر جب صبح دیکھا تو نعیم کمرے میں نہیں تھا میں نے نعیم کے دوستوں سے پوچھا تو انہوں نے بھی یہی بتایا کہ کل شام کے بعد نعیم کو ہم نے نہیں دیکھا میں نے چاچا رفیق کی ساری باتیں سن لیں کہ ایک آدمی نعیم

کے غائب ہونے کی خبر سن کر آیا اور اس نے بتایا کہ کل رات کو بس جب اپنے کام سے لیٹ ہونے کی وجہ سے گھر دیر سے آرہا تھا تو میں نے دیکھا کہ ایک نوجوان کسی انجان لڑکی کے ساتھ جنگل میں جارہا تھا میں نے جب غور کیا تو پتہ چلا کہ یہ تو ہمارے ہی گاؤں کا لڑکا نعیم ہے نعیم کو دیکھ کر میں نے اسے آواز دی کہ نعیم تم اس انجان لڑکی کے ساتھ جنگل میں کیا کر رہے ہو اور اتنی رات گئے کہاں جارہے ہو مگر نعیم نے میری آواز نہ سنی میں نے نعیم کو بعد میں کافی آوازیں دیں مگر اس نے میری کسی آواز کو بھی نہیں سنا اور تھوڑے فاصلے پر جا کر نعیم اور وہ لڑکی میری نظروں سے اوجھل ہوگئے اور میں اپنے گھر واپس آگیا۔

جب آج صبح میں نے سنا کہ نعیم کل رات سے غائب ہے تو آپ کو بتانے آگیا اس شخص کی باتیں سن کر جیسے میرے پاؤں سے زمین نکل گئی کیونکہ میرے پوچھنے پر جب اس شخص نے اس لڑکی کا حلیہ بتایا تو وہ حلیہ تو گل بانو جیسا تھا گل بانو کا خیال ذہن میں یہ خیال آیا کہ ثاقب نے بھی جس لڑکی کو دیکھا تھا وہ کہیں گل بانو ہی تو نہیں تھی تمام باتیں میرے ذہن میں جب آئیں تو میرا دماغ چکرا گیا۔ میں نے گاؤں والوں کو بتایا کہ مجھ سے کچھ عرصہ پہلے ثاقب نے بھی ایک لڑکی کو دیکھا تھا جو جنگل کی طرف نوجوان کو لے کر جارہی تھی اور جنگل میں لے جا کر اس لڑکی نے آپ سب کو یہ واقعہ سنایا تھا تو کسی نے بھی ثاقب کی بات پر یقین نہیں کیا تھا اگر اس وقت ثاقب کی بات کا آپ لوگ یقین کر لیتے تو شاید آج آپ کو یہ وقت نہ دیکھنا پڑتا میری باتیں سن کر گاؤں والے سوچ میں پڑ گئے گاؤں والوں نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ نعیم کو ڈھونڈنے کے لیے جنگل میں جائیں گے تو میں بھی گاؤں والوں کے ساتھ جنگل کی طرف چل دیا سارا دن گاؤں والے نعیم کو جنگل میں ڈھونڈتے رہے مگر نعیم کہیں نہ ملا تو گاؤں والے مایوس ہوکر واپس آگئے گاؤں والوں نے پولیس کو اطلاع دے دی پولیس والے بھی نعیم کو تلاش کرنے کے لیے نکل پڑے پولیس نے بہت چھان بین کی مگر نعیم کا کچھ پتہ نہ چل سکا۔

اس بات کو کافی دن بیت گئے تھے گاؤں میں سے کسی نے دوبارہ گل بانو کو نہیں دیکھا اور نہ ہی گل بانو مجھے نظر آئی میں نے جب گل بانو کے بارے میں سوچا کہ وہ نعیم کو کہیں لے کر گئی ہے میرے ذہن میں طرح طرح کے خیال آنے لگے میں نے جب سوچا کہ کہیں گل بانو نے نعیم کا گوشت بھی کھا تو نہیں لیا تو یہ بات میرے ذہن میں آتے ہی میرا جسم ساکن ہوگیا انہی سوچوں میں گم تھا کہ میں نے محسوس کیا جیسے میرے آس پاس کوئی ہے پھر مجھے ہلکی ہلکی پائل کی آواز سنائی دی میں پائل کی آواز سن کر چونک گیا اور اٹھ کر باہر دیکھنے لگا تو میری نظر گل بانو پر پڑی میں نے جب دیکھا کہ گل بانو نے تو اپنے کندھے پر ایک نوجوان کو اٹھایا ہوا ہے اور وہ نوجوان بے ہوشی کے عالم میں ہے اور گل بانو جنگل کی طرف جارہی ہے تو میرے ذہن میں خیال آیا کہ آج میں دیکھتا ہوں کہ گل بانو نوجوان کو کہاں لے کر جاتی ہے میں بغیر کچھ سوچے سمجھے گھر سے نکلا اور اس کا پیچھا کرنے لگا گل بانو مجھ سے کافی فاصلہ پر جارہی تھی تو میں بھی تیز تیز قدموں سے اس کے پیچھے چلنے لگا مگر گل بانو تک پہنچ نہ سکا کیونکہ گل بانو جنگل میں جا کر کہیں غائب ہوگئی تھی میں مایوس ہوکر اپنے گھر واپس آگیا۔

جب صبح ہوئی تو میرے کانوں میں یہ خبر پڑی کہ کل رات کو ایک اور نوجوان غائب ہوگیا ہے یہ واقعہ کافی دنوں کے بعد ہوا تھا حیرانگی کی بات تو یہ تھی کہ اس نوجوان کی عمر بھی انیس سال ہی تھی اور پہلے بھی جو نوجوان غائب ہوگیا تھا اس کی عمر بھی انیس سال ہی تھی بہر حال میں نے اپنے گاؤں کے کسی فرد سے بھی اس بات کا ذکر نہیں کیا کہ کل رات کو میں نے اس نوجوان کو گل بانو کے ساتھ جاتے ہوئے دیکھا تھا

کیونکہ میری بات سن کر شاید گاؤں والے خوفزدہ ہو جاتے مجھے گل بانو پر بہت غصہ آرہا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ گل بانو ایسا کیوں کر رہی ہے۔

رات کو جب گل بانو کو میں نے دیکھا تو میں گل بانو کو دیکھتے ہی آپے سے باہر ہوگیا جب میں نے دیکھا کہ گل بانو تو ایک اور نوجوان کو اپنے کندھے پر اٹھائے ہوئے ہے میں نے گل بانو کو غصے سے پوچھا

تم کیوں نوجوان لڑکوں کو اپنے ساتھ لے جاتی ہو اور ان کا کیا کرتی ہو۔

گل بانو بولی۔ میں صرف نوجوانوں کو اپنے ساتھ لے کر جاتی ہوں اور ایک غار میں لے جا کر انہیں چھوڑ آتی ہوں اور میں اس کام کے لیے کسی کی غلام ہوں اگر میں نوجوانوں کو لے کر غار میں نہ جاؤں تو میرا مہاراجہ مجھے بہت اذیتیں دیتا ہے میں نے گل بانو سے کہا۔

تم ان نوجوانوں کے ساتھ کیا کچھ کرتی ہو۔

وہ بولی۔ میں غار میں نوجوانوں کو چھوڑ کر واپس آجاتی ہوں اس کے بعد وہ نوجوان کہاں جاتے ہیں مجھے کچھ نہیں معلوم اتنی بات کہہ کر گل بانو نے اس نوجوان کو اٹھایا اور غائب ہوگئی۔

صبح ہوئی تو میں اپنے دوستوں کو گل بانو کے بارے میں بتایا تو وہ ڈر گئے لیکن میں نے انہیں حوصلہ دیا کہ تم لوگوں کو کچھ نہیں ہوگا۔

ہمارے گاؤں سے تقریباً پندرہ نوجوان اب تک غائب ہو چکے تھے جس کی وجہ سے گاؤں والے بہت پریشان تھے گل بانو نے جتنے بھی نوجوانوں کو اٹھایا تھا ان کی عمریں انیس بیس سال تک تھیں، جب یہ بات میرے ذہن میں آئی میں نے سوچا کہ میری اور ثاقب کی عمر بھی بیس سال سے تھوڑی ہی کم ہے یہ بات میرے ذہن میں آتے ہی میں کانپ اٹھا کہ کہیں گل بانو مجھے اور ثاقب کو بھی۔۔۔

گاؤں میں سے نوجوانوں کے غائب ہونے کا مجھے بہت دکھ تھا میں نے سوچا کہ اگر گل بانو کو ختم کر دیا جائے تو گاؤں میں نوجوانوں کا قتل بند ہو جائے گا۔ مگر جب میں نے دیکھا کہ گل بانو تو کوئی انسان نہیں ہے جس کو میں اتنی آسانی سے ماردوں گا گل بانو کے پاس تو بہت سی طاقتیں ہیں اور میرے پاس تو ایک بھی طاقت نہیں ہے کہ میں اس کو چھو بھی سکوں خیر میں نے اس کو مارنے کے لیے اپنے گاؤں سے تھوڑے فاصلہ پر رہنے والے باباجی سے مشورہ لیا اور باباجی کو تمام حقیقت سے آگاہ کیا۔ مجھے باباجی نے کہا۔

اس لڑکی مجھے پتہ ہے مگر وہ لڑکی بہت طاقتور ہے اس کو مارنے کے لیے پہلے طاقتیں حاصل کرنا ہوں گی اور اس کے لیے چلہ کرنا ہوگا مگر بیٹا چلہ ایک ٹانگ پر کھڑا ہو کر کرنا ہے اور مجھ میں اب اتنی طاقت نہیں ہے کہ میں یہ چلہ کر سکوں جو بھی چلہ مکمل کرے گا تو اس میں اتنی طاقتیں آجائیں گی کہ اس لڑکی کو کیا اس کے ساتھ ملے ہوئے ہر شخص کو ختم کیا جا سکتا ہے۔

باباجی کے باتیں سن کر میرے دل کو کچھ تسلی ہوئی اور میں نے کہا۔ باباجی کیا میں بھی یہ چلہ کر سکتا ہوں۔

باباجی نے کہا۔ ہاں بیٹا تم بھی کر سکتے ہو مگر یہ چلہ کرنا اتنا آسان کام نہیں ہے جتنا تم سمجھ رہے ہو ۔یہ بہت مشکل کام ہوتا ہے۔

ہاں جانتا ہوں باباجی مگر میں گاؤں والوں کے لیے چلہ تو کیا کچھ بھی کر سکتا ہوں ۔میرا حوصلہ دیکھ کر باباجی نے کہا۔

بیٹا مجھے تمہارے جذبے سے خوشی ہوئی ہے مگر اس چلے کے دوران تمہاری جان بھی جا سکتی ہے۔ ان کی اس بات پر میں تھوڑا سا ڈر گیا مگر پھر میں نے ہمت کی اور کہا۔

باباجی آپ مجھے چلہ لکھ دیں میں اپنی پوری طاقت سے چلہ مکمل کرنے میں لگا دوں گا چاہے کچھ

بھی ہو جائے میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے میری باتیں سن کر بابا جی نے مجھے چلہ کرنے کے لیے اور کہا۔

دیکھو بیٹا یہ چلہ تمہیں سات دن تک کرنا ہوگا اور کسی پرانے قبرستان میں ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر کرنا ہوگا چلے کے دوران مجھے ہر طرح سے روکا جائے گا اور بہت ڈرایا بھی جائے گا اور جب تک تمہارا چلہ مکمل نہیں ہوگا تمہاری جان کو ہمیشہ خطرہ رہے گا پھر بابا جی نے کہا۔

یاد رکھنا اگر چلے کے دروان تمہارا پاؤں غلطی سے بھی زمین پر لگ گیا تو تمہاری عبرتناک موت یقینی ہے اور ہاں ایک خاص بات یہ ہے کہ چلے سے پہلے تم جو حصار بناؤ گے اس کے اندر کوئی بھی طاقت تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی تمام طاقتیں تمہیں حصار سے باہر ہی ڈرائیں گی تم نے ایک قدم بھی حصار سے باہر نکالا تو تمہاری موت یقینی ہو جائے گی اور تمہیں کوئی نہیں بچا سکے گا میں بھی نہیں

بابا جی کی تمام باتیں سن کر پہلے تو میرے دل میں یہ خیال آیا کہ میں یہ چلہ ہرگز نہیں کروں گا مگر گاؤں والوں کا خیال میرے ذہن میں آتے ہی میں نے بابا جی سے کہا آپ مجھے چلہ لکھ دیں میں چلہ مکمل کرنے کی پوری کوشش کروں گا میری بات سن کر بابا جی نے مجھے چلہ لکھ کر دیا میرے اندر آگ لگی ہوئی تھی اور میرا دماغ پگھلا جا رہا تھا کیونکہ گل بانو کی شکل سے بھی مجھے ڈر لگنے لگا تھا۔ میرے ذہن میں یہی بات تھی کہ میں جلد سے جلد گل بانو کو ختم کر دوں میں نے بابا جی سے کہا۔

بابا جی کوئی ایسا طریقہ بتائیں کہ مین پہلے گل بانو کو ختم کر سکوں کیونکہ ہو سکتا ہے گل بانو مجھے چلہ کرنے سے پہلے ہی ختم کر دے میری بات سن کر بابا جی نے کہا۔

بیٹا گل بانو کو قابو کرنا کوئی مشکل تو نہیں ہے۔

میں نے کہا کس طرح میں گل بانو کو اپنے قابو میں لے سکتا ہوں۔

میری بات سن کر وہ بولے بیٹا جب گل بانو کسی نوجوان کو اپنے ساتھ لے کر جنگل کی طرف جاتی ہے تو تم اس کا پیچھا کر کے اس جگہ تک پہنچ جاؤ جہاں وہ نوجوان رکھتی ہے اس جگہ سے تم نے اس لڑکی کے پاؤں کی مٹی حاصل کرنی ہے پھر اس مٹی کو کسی لال رنگ کے کپڑے میں ڈال کر کسی پرانے قبرستان میں دو قبروں کے درمیان تین فٹ کا گہرا گڑھا لگا کر اس میں دفن کرنی ہے اور مٹی کو دفن کرتے وقت جو سبق میں تم کو دے رہا ہوں وہ بھی کرنا ہے جب تک وہ مٹی تمہارے پاس رہے گی وہ لڑکی تمہارے قبضے میں رہے گی جب وہ مٹی حاصل کر لے گی تو تمہیں نہیں چھوڑے گی بیٹا یہ کام بھی اتنا آسان نہیں ہے اس کے لیے تم کسی بڑی مشکل میں بھی پڑ سکتے ہو۔

میں گل بانو کو قابو کرنے کے لیے کچھ بھی کرنے کو تیار ہوں اس لیے میں نے گل بانو کے پاؤں کی مٹی حاصل کرنے کے لیے گل بانو کا انتظار کروں گا۔ میں ان سے اجازت لے کر گھر آ گیا۔ میں اب کچھ مطمئن تھا۔

کئی دن گزر گئے تھے ہمارے گاؤں سے کوئی نوجوان غائب نہیں ہوا تھا میں نے گل بانو کا بہت انتظار کیا مگر گل بانو مجھے کہیں بھی دکھائی نہیں دے رہی تھی آج رات کو گل بانو میرے پاس آئی تو گل بانو کو دیکھ کر مجھے بہت غصہ آیا وہ بولی۔

دیکھو مجھے پتہ چلا ہے کہ تم نے مجھے ختم کرنے کے لیے بابا جی سے چلہ لیا ہے۔

میں نے کہا۔ ہاں میں نے ایسا ہی کیا ہے جب تک تم کو ختم نہیں کر دوں گا مجھے سکون نہیں ملے گا میری بات سن کر گل بانو کہنے لگی۔

اگر تم میرے لیے ہی چلہ کرنا چاہتے ہو تو میں تمہارے سامنے ہوں تم مجھے ابھی مار دو میں تمہارے

ہاتھوں سے مر کر بہت خوشی محسوس کروں گا مگر تم یہ چلہ ہرگز نہیں کرو کیونکہ اگر مہاراجہ کو پتہ چل گیا کہ تم چلہ کر رہے ہو تو وہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا اور میں بھی بھی ایسا نہیں چاہتی کہ تم میرے سامنے مر جاؤ مگر میرے ذہن پر جیسے جنون سوار تھا اس لئے میں نے کہا گل بانو میں یہ چلہ ضرور کروں گا چاہے اس میں میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے میری بات سن کر ایک بار پھر سے گل بانو نے مجھے کہا۔

تم کو میں کیسے سمجھاؤں کہ تمہاری جان کو کتنا خطرہ ہے اگر میں یہ چلہ نہ کروں تو مجھے کچھ نہیں ہوگا گل بانو نے مجھے بہت سمجھایا مگر میں نے اس کی ایک نہ سنی گل بانو جب تھک گئی تو میرے پاس آ کر بیٹھ گئی اور میرا ہاتھ چھونے لگی تو مجھے بہت ہی سکون ملا اور میں بالکل ٹھنڈا ہو گیا گل بانو نے مجھ سے کہا۔ مہاراجہ نے آج مجھے تمہیں یہاں سے لانے کے لیے بھیجا ہے میں نے بہت کوشش کی ہے کہ میں تمہیں نہیں لائی مگر جب مہاراجہ نے مجھ سے کہا دیکھو گل بانو اگر تم یہ کام نہیں کرو گی تو کوئی اور کر لے گا تو میں مان گئی گل بانو کی بات سن کر مجھے جھٹکا لگا اور میں گھبرا کر گل بانو سے کہا۔

گل بانو۔۔ت۔تت۔تم مجھے بھی اپنے ساتھ لے جاؤ گی۔

میری بات سن کر گل بانو کہنے لگی تم پریشان مت ہو جب تک میں زندہ ہوں تمہیں میں تو کیا کوئی بھی نہیں لے جا سکتا کیونکہ میں تم سے بہت پیار کرتی ہوں اور اپنے سامنے میں تمہیں مرتا ہوا کیسے دیکھ سکتی ہوں اتنی بات کر کے گل بانو میرے پاس سے اٹھی اور واپس چلی گئی۔

میں کافی دیر گل بانو کے بارے میں سوچتا رہا نجانے کیوں مجھے اس کی باتیں سچی لگنے لگی تھیں لیکن جب میرے ذہن میں نوجوانوں کا خیال آتا تو میں آپے سے باہر ہو جاتا اگلے دن پھر گل بانو میرے پاس آئی تو گل بانو کی حالت دیکھ کر میں گھبرا گیا گل بانو کے چہرے پر زخموں کے نشان تھے اور وہ ڈری ہوئی لگ رہی تھی میں نے کہا۔

یہ تمہیں کیا ہوا ہے تمہاری یہ حالت کس نے کی ہے میری بات سن کر گل بانو نے میری طرف دیکھا اور ایک گہری سانس لے کر کہا۔

مہاراجہ نے میری یہ حالت کی ہے کل جب میں کوئی بھی نوجوان کو لے کر نہیں گئی تو مہاراجہ نے مجھے بہت اذیتیں دی گل بانو کی بات سن کر مجھے گل بانو پر ترس آ گیا پھر گل بانو بولی۔

مجھے آج پھر مہاراجہ نے تمہیں لانے کو کہا ہے کیونکہ مہاراجہ تمہارا گوشت کھالے گا تو تمہاری طاقتیں بھی اس کے اندر آ جائیں گی۔ جب میں نے تمہیں مہاراجہ کے پاس لے کر نہ جانے کو کہا تو وہ آگ بگولہ ہو گیا اور مجھے مارنے لگا لیکن تم پریشان مت ہونا میں تمہیں اپنے ساتھ لے کر نہیں جاؤں گی پہلے تو میں گل بانو کی باتیں سن کر بہت گھبرا گیا تھا مگر پھر ہمت کر کے گل بانو سے کہا۔

اگر تم مجھے آج نہ لے کر گئی تو مہاراجہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔

وہ مجھے اذیتیں دینے کے بعد ہمیشہ کے لیے قید کر لے گا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ تمہیں اذیتیں دے دے کر مار دے گا۔

ہاں۔ وہ ایسا ہی کرے گا کیونکہ اس کے اندر ترس نام کی کوئی بھی چیز نہیں ہے۔ وہ بہت سخت دل ہے مگر اپنے پیار کو بچانے کے لیے میں اپنی جان بھی دے سکتی ہوں۔

میں نے کہا۔ گل بانو اگر مہاراجہ تمہیں قید کر لے تو کوئی اور تو یہ کام کرے گا کہ نہیں۔ میری بات سن کر وہ بولی۔

اگر اس نے مجھے قید کر لیا تو پھر وہ کسی کو بھی اس

کام میں لگا دے گا اور ہو سکتا ہے کہ وہ کسی بھی بھوت کو انسانی شکل میں یہاں بھیج دے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ میری ہی شکل میں کسی کو بھیج دے۔ اس کی باتیں سن کر میں ڈر سا گیا۔ اور کہا۔

مجھے کیسے پتہ چلے گا کہ جو نوجوانوں کو اٹھا کر لے جاتا ہے وہ تم نہیں کوئی اور ہے۔ مجھے کوئی خاص بات بتا سکتی ہو جس سے میں جان سکوں کہ وہ تم نہیں کوئی اور ہے۔ میری بات سن کر گل بانو نے مجھے غور سے دیکھا اور بولی۔

تم ایسا کیوں پوچھ رہے ہو۔

میں نے کہا دیکھو گل بانو نجانے کیوں مجھے ایسا لگنے لگا ہے کہ مجھے بھی تم سے پیار ہونے لگا ہے میری بات سن کر وہ بہت خوش ہوئی اور مسکرا دی۔ اور پھر کہنے لگی۔

مجھے یہ بات سننے کے لیے نجانے کتنا عرصہ انتظار کرنا پڑا ہے میں تمہیں بتا نہیں سکتی تمہاری یہ بات سن کر میرے پورے بدن کا درد ختم ہو گیا ہے اب اگر میں مر بھی جاؤں تو مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے وہ بولتی رہی اور میں سنتا رہا۔ پھر اچانک گل بانو کہنے لگی۔

اگر مہاراجہ نے تمہیں ذرا بھی نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو میں مہاراجہ سے ٹکرا جاؤں گی چاہے اس میں میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔ اب تم نے جو پوچھا ہے میں اس کا جواب دے دوں کہ تم جانتے ہو کہ جب میں تمہارے پاس آتی ہوں تو تم کو محسوس ہوتا ہے کہ تمہارے پاس کوئی ہے تم دیکھ نہیں سکتے لیکن محسوس کرتے ہو۔

ہاں ہاں۔ میں نے جلدی سے کہا۔

اب اگر میرے علاوہ میری شکل کا کوئی بھی آئے گا تو تم کو اس طرح محسوس نہیں ہوگا جس طرح اب محسوس کرتے ہو تو تم سمجھ لینا کہ وہ گل بانو نہیں ہے گل بانو کے روپ میں کوئی اور ہے اور پھر اس نے ایک انگوٹھی مجھے دی اور کہا۔

تمہیں جب بھی میری ضرورت ہو تو تم اس انگوٹھی کو رگڑنا میں جہاں کہیں بھی ہوئی تمہارے پاس پہنچ جاؤں گی۔ اور اگر تمہارے پاس نہ پہنچ سکی تو تم سمجھ لینا کہ مہاراجہ نے مجھے یا تو قید کر لیا ہے یا پھر مار دیا ہے۔

میں نے کہا گل بانو تم مجھ سے ایک وعدہ کرو کہ تم آج کے بعد کسی بھی انسان کو اٹھا کر نہیں لے جاؤ گی۔ میری یہ بات سن کر پہلے تو وہ کسی سوچ میں پڑ گئی پھر بولی۔

میں آئندہ تمہارے گاؤں تو کیا کسی بھی نوجوان کو مہاراجہ کے پاس لے کر نہیں جاؤں گی مگر ایک بات یاد رکھنا مہاراجہ کسی اور کو اس کام کے لیے مقرر کر دے گا تب میں بھی کچھ نہ کر سکوں گی ان کو ختم کرنے کے تمہیں چلہ کر کے طاقتیں حاصل کرنا پڑیں گی۔

گل بانو کی باتیں سن کر میرے دل میں اس نے اپنی اور جگہ بنالی۔ مجھے اس سے پیار ہوتا ہی چلا گیا۔ اور جب بھی مجھے اس کی یاد آتی میں انگوٹھی کو رگڑتا تو گل بانو میرے پاس آجاتی۔

گل بانو نے مجھے مہاراجہ کے بارے میں کافی معلومات فراہم کر دیں کئی دن گزر گئے ہمارے گاؤں میں کوئی نوجوان غائب نہیں ہوا گاؤں والے پہلے نوجوانوں کے غائب ہونے سے بہت ڈر گئے تھے مگر آہستہ آہستہ گاؤں والوں کے دل سے ڈر نکل گیا۔

اعجاز کے بھائی کی شادی پر اعجاز نے ہمیں سپیشلی انوائٹ کیا شام کو میں اعجاز کے بھائی کی شادی کے فنکشن کے لیے تیار ہو کر نکلا اور رات گئے تک وہاں ہی رہا جب فنکشن ختم ہوا تو میں نے اعجاز سے اجازت لی اور اپنے گھر کی طرف چل پڑا رات کافی ہو چکی تھی مگر چاند کی روشنی سے راستہ صاف دکھائی دے رہا تھا تھوڑے فاصلہ پر جب میری نظر سامنے پڑی تو مجھے ایک لڑکی دکھائی دی جس نے اپنے کندھوں پر ایک نوجوان تھا جو بے ہوش تھا گل بانو کو

دیکھ کر مجھے جھٹکا لگا مگر جب میرے ذہن میں خیال آیا کہ مجھے تو گل بانو کی آمد کا محسوس ہی نہیں ہوا پھر جب میں نے دیکھا کہ گل بانو تیزی سے جنگل کی طرف جا رہی ہے تو میں بھی گل بانو کا پیچھا کرنے لگا گل بانو جنگل میں داخل ہو گئی جنگل میں ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا اور عجیب قسم کا سناٹا پھیلا ہوا تھا میں کافی دیر تک اندھیرے میں گل بانو کا پیچھا کرتا رہا۔

گل بانو جنگل سے نکل کر پہاڑ کی طرف چل پڑی اور پہاڑ میں موجود غار میں داخل ہو گئی میں بھی فوراً غار میں بغیر کچھ سوچے سمجھے گھس گیا غار میں کافی دور جا کر ایک روشنی پر میری نظر پڑی گل بانو جب اس روشنی کے پاس گئی تو میری نظر اس کے کندھوں پر موجود نوجوان پر پڑی نوجوان کو دیکھ کر میرا جسم ساکن ہو گیا اور میرے جسم سے جیسے جان ہی نکل گئی تھی کیونکہ وہ نوجوان کوئی اور نہیں میرا دوست ثاقب تھا گل بانو نے ثاقب کو اپنے کندھوں سے اتارا اور ایک چٹان پر لٹا دیا گل بانو ثاقب کو لٹا کر دوسری طرف موجود کمرے میں گھس گئی میں نے فوراً ہی موقع پا کر اس کے پاؤں کی مٹی اٹھالی اور اپنے رومال میں باندھ کر جیب میں رکھ لی میری نظر ثاقب پر پڑی جو بے ہوشی کے عالم میں پڑا ہوا تھا میں نے ثاقب کو واپس یہاں سے لے جانے کے لیے اٹھا لیا۔ اور وہاں سے بھاگنے لگا جیسے ہی میں ثاقب کو اٹھا کر بھاگا تو میری نظر ریچھ کی طرح دکھائی دینے والے ایک شخص اور گل بانو پر پڑی جو میری طرف ہی آ رہے تھے مگر میں ان کی نظروں سے بچ گیا میں نے فوراً ثاقب کو اسی جگہ واپس لٹا دیا اور خود وہاں ہی چھپ گیا۔

گل بانو ثاقب کے پاس آئی اور جب اس نے اپنا منہ کھولا تو اس کے بڑے بڑے دانت مجھے دکھائی دیئے جنہیں دیکھ کر میں ڈر گیا۔ گل بانو نے اپنے دانت ثاقب کی گردن میں گاڑھ دیئے جس سے ثاقب کا جسم تڑپنے لگا گل بانو نے ثاقب کے جسم کا خون پینا شروع کر دیا جب گل بانو نے اس کے جسم کا تمام خون پی لیا تو اس کی شکل تبدیل ہونے لگی اور میرے دیکھتے ہی دیکھتے گل بانو کی شکل بہت ہی ڈراؤنی ہو گئی اس کا چہرہ ایسا ہو گیا۔ جیسے اس کے چہرہ پر کسی نے تیزاب ڈال کر اس کا چہرہ جلا دیا ہو اس کی ناک آگے کی طرف بڑی ہوئی تھی اور اس کے دانت اس کے منہ سے باہر نکل رہے تھے اس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور اس کے ہاتھ پاؤں بھی عجیب و غریب قسم کے ہو گئے تھے اور ہاتھوں کے ناخن بہت بڑے تھے ناخنوں کو دیکھ کر ایسا لگتا تھا کہ جیسے کوئی تیز دھار خنجر ہو۔

گل بانو کی بھیانک شکل دیکھ کر میں بہت خوفزدہ ہو گیا اس کی زبان سے ثاقب کے خون کے قطرے ابھی تک ٹپک رہے تھے مجھے یہ سب کچھ دیکھ کر بہت غصہ آ رہا تھا اور میرا دل چاہ رہا تھا کہ میں اٹھ کر گل بانو اور اس کی ریچھ نما شخص کو ختم کر دوں مگر میرے پاس اتنی طاقت نہیں تھی کہ میں ان کا مقابلہ کر سکوں خون پینے کے بعد ریچھ نما شخص اور گل بانو پھر سے اندر کمرے میں چلے گئے میری آنکھوں کے سامنے ثاقب کی لاش پڑی تھی اور میں ثاقب کی لاش کو دیکھ رہا تھا میرے اندر آگ لگی ہوئی تھی تھوڑی ہی دیر بعد جب گل بانو آئی تو اس نے اپنے کپڑے بدلے ہوئے تھے۔

میری نظر جب گل بانو پر پڑی تو اس کے ہاتھ میں چھریاں ٹوکے تھے پھر میں نے اندر سے آئے ہوئے ایک اور شخص کو دیکھا جس کا رنگ سیاہ تھا اس کی آنکھیں سرخ تھیں اور ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ آنکھوں سے آگ برسا رہا ہو اور اس کا جسم بالکل ریچھ کی مانند تھا میرے دیکھتے ہی دیکھتے گل بانو نے چھریاں ایک سائیڈ پر رکھیں اور ٹوکہ اٹھا کر ثاقب کی گردن پر مار دیا اور ثاقب کی گردن کو دھڑ سے الگ کر دیا پھر گل بانو

آہستہ آہستہ ثاقب کے جسم کو ٹکڑوں کی شکل میں علیحدہ کرنے لگی وہ ثاقب کے جسم کے ٹکڑے ریچھ نما شخص کو دیتی اور ریچھ نما شخص ان ٹکڑوں کو چھوٹے چھوٹے پیس بنا کر ایک برتن میں ڈال دیتا۔ تھوڑی ہی دیر میں ثاقب کے جسم کو ٹکڑوں میں تبدیل کر دیا گیا گل بانو اور ریچھ نما شخص نے کھانا شروع کر دیا۔

یہ سب دیکھ کر میرے جسم سے جیسے روح ہی نکل گئی اور میری ہمت جواب دے گئی میں نے سب کچھ دیکھ کر اللہ کو یاد کیا اور سوچنے لگا کہ ایک دفعہ یہاں سے نکل جاؤں تو چلہ ضرور کروں گا اور طاقتیں حاصل کر کے ان سب کو تباہ کر دوں گا۔ میرے سامنے گل بانو اور ریچھ نما شخص نے ثاقب کے جسم کے آدھے ٹکڑوں کو کھالیا۔ اور آدھے ٹکڑوں کو ایک برتن میں ڈال کر ایک طرف رکھ دیا میری آنکھوں کے سامنے ثاقب کی گردن پڑی تھی جسے دیکھ کر مجھے گل بانو پر بہت غصہ آ رہا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ اس کو جلد سے جلد مار دوں گا۔

میں انہی سوچوں میں تھا کہ ریچھ نما شخص نے ثاقب کی گردن کو اٹھایا اور تیز دھار چھری لے کر اس کے منہ میں ڈالی اور کاٹنے لگا پھر ثاقب کی زبان کاٹ کر اس کو بھی برتن میں ڈال دیا اسی طرح اس ریچھ نما شخص نے ثاقب کے سر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے ریچھ نما شخص نے آدھے بچے ہوئے گوشت کو دوسری طرف رکھی ہوئی مشین میں ڈالا تو گوشت کا رس نکلنے لگا پھر گل بانو اور ریچھ نما شخص نے وہ رس پی لیا مجھ سے یہ سب کچھ برداشت نہ ہو سکا اور میرا دل خراب ہونے کی وجہ سے مجھے قے آ گئی بہت کنٹرول کرنے کے باوجود بھی میری آواز ریچھ نما شخص کے کانوں تک پہنچ گئی جیسے ہی ریچھ نما شخص نے دائیں بائیں دیکھا تو میں ان کی نظروں سے بچ نہ سکا ریچھ نما شخص نے مجھے دیکھ لیا وہ بہت خوش ہوا اور میری طرف بڑھنے لگا میں بہت ڈر گیا تھا مگر ریچھ نما شخص نے آ کر فوراً میری گردن سے اتنے زور کے ساتھ پکڑا کہ میری سانسیں جیسے تھم گئیں گل بانو نے ریچھ نما شخص سے کہا۔

وہ اسے بھی جلدی سے ٹیبل پر لٹا دے تا کہ میں اس کا بھی خون پی سکوں مگر ریچھ نما شخص نے مجھے اپنے کندھوں پر اٹھایا اور دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔ باہر ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا مجھے کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا کہ ریچھ نما شخص مجھے کہاں لے کر جا رہا ہے اتنے میں میں نے ایسا محسوس کیا جیسے میں بہت تیزی کے ساتھ کسی بلندی سے گر رہا ہوں پھر جب میں زور سے نیچے گرا تو میرا پورا جسم جیسے ٹوٹ گیا۔

میں پہلے تو کافی دیر درد سے چلاتا رہا مگر جب تھوڑا تھوڑا درد ختم ہوا تو میں نے ادھر ادھر دیکھا مگر ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا میں سمجھ گیا کہ ریچھ نما شخص نے مجھے کہیں پھینک دیا ہے جہاں سے میں باہر نہ آ سکوں میں بہت بڑی مشکل میں پھنس چکا تھا میں نے اللہ سے دعا مانگی کہ مجھے اس مشکل سے نکال مجھے باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں مل رہا تھا تو میں تھک ہار کر بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ یہاں سے کس طرح باہر نکلوں میں سوچوں میں گم تھا کہ میں نے ایسا محسوس کیا کہ جیسے میرے پاس کوئی ہے مگر مجھے کوئی بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا جب مجھے تین بار ایسا محسوس ہوا تو میں نے گھبرا کر پوچھا۔

کون۔۔۔کون ہے۔

تمہاری گل بانو۔ مجھے آواز سنائی دی۔

گل بانو کا نام سن کر مجھے جیسے آگ لگ گئی کیونکہ مجھے پہلے ہی گل بانو پر بہت غصہ آیا ہوا تھا میں نے گل بانو سے کہا۔

تم یہاں کیا کرنے آئی ہو اگر میرے پاس طاقت ہوتی تو میں تمہیں ابھی مار دیتا۔ مگر افسوس میں نہیں کر سکتا۔

میں جانتی ہوں کہ اس وقت تم کو میرے اوپر بہت غصہ ہے مگر تمہیں حقیقت کا کچھ بھی پتہ نہیں۔ تم کچھ بھی نہیں جانتے ہو۔

میں نے غصے سے کہا مجھے اب تمہاری صفائی میں کچھ بھی سننے کی ضرورت نہیں ہے جو کچھ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے وہ میں کبھی نہیں بھول سکتا گل بانو میں تمہاری باتوں میں آ کر بہت بڑی غلطی کی مگر میں جب یہاں سے نکل گیا تو تم کو اور اس ریچھ نما شخص کو میں ہرگز نہیں چھوڑوں گا میری تمام باتیں سن کر گل بانو نے کہا۔

دیکھو تم نے جو کچھ بھی دیکھا ہے وہ سب سچ ہے مگر وہ میں نہیں میری کوئی ہمشکل ہے جس کو مہاراجہ نے تمہیں یہاں لانے کے لیے بھیجا تھا مہاراجہ کو علم تھا کہ تم اس لڑکی کے پیچھے یہاں تک ضرور آؤ گے اور جب تم یہاں آؤ گے تو وہ تمہیں قید کر لے گا اس کے بعد تمہیں مار کر تمہاری طاقتیں حاصل کر لے گا۔ پھر گل بانو نے کہا۔

تمہارے پاس اگر میں ہوتی تو تم کو محسوس ضرور ہوتا میں تو خود یہاں قید ہوں تمہارے پاس میری انگوٹھی بھی ہے تم اس کو رگڑو تو میں خود تمہارے سامنے آ جاؤں گی۔

گل بانو کے کہنے پر میں نے فوراً انگوٹھی نکالی اور رگڑنے لگا تو گل بانو میرے سامنے آ گئی اس کے سامنے آتے ہی جہاں میں قید تھا تھوڑی تھوڑی روشنی ہو گئی مگر جب میں نے گل بانو کی طرف دیکھا تو حیران رہ گیا کہ اس کے چہرے اور اس کے جسم پر جگہ جگہ زخموں کے نشان تھے اور اس کے سر کے بال بھی جلے ہوئے تھے اس کی رنگت بھی پیلی پڑی ہوئی تھی اور کپڑے بھی جگہ جگہ سے پھٹے ہوئے تھے ایسا لگ رہا تھا جیسے اس پر بہت ظلم کیا گیا ہو میں نے گل بانو سے اس کی حالت کے بارے میں پوچھا تو گل بانو کہنے لگی۔

جب مہاراجہ نے مجھے کہا کہ میں تمہیں یہاں لے آؤں اور قید کر لوں تو میں نے انکار کر دیا مہاراجہ نے تمہیں یہاں لانے کے لیے مجھے بہت اذیتیں دیں مگر جب میں نہ مانی تو اس نے مجھے قید کر لیا مگر خدا نے میری سن لی اور ریچھ نما شخص نے تمہیں بھی اسی جگہ قید کیا جہاں میں قید تھی اس کی ایک اور وجہ یہ بھی ہے کہ تمہارے ذہن میں میرے بارے میں جو غلط فہمی تھی وہ بھی دور ہو گئی ہے گل بانو کی باتوں پر نجانے کیوں مجھے یقین آ گیا اور میں نے گل بانو کو کہا۔

مجھے معلوم نہیں تھا کہ تم قید میں ہو اور جو کچھ میں نے دیکھا اگر تم بھی میری جگہ ہوتی تو یہی سوچتی میں نے گل بانو اپنے پاس بلایا اور گل بانو کا سر اپنی گود میں رکھ لیا۔ میں نے گل بانو سے کہا۔ کوئی ایسا طریقہ نکالو کہ میں یہاں سے باہر نکل سکوں گل بانو نے میری بات سن کر کہا۔

میں تمہیں صرف واپس غار تک پہنچا سکتی ہوں اس سے آگے نہیں گل بانو کی بات سن کر میری جان میں جان آ گئی میں نے کہا۔

ٹھیک ہے لیکن تم کس طرح یہاں سے آزاد ہو سکتی ہو۔ وہ بولی۔

اگر تم کسی طرح ریچھ نما شخص کو آگ لگا دو تو اس کے ساتھ ساتھ اس کی طاقتیں بھی ختم ہو جائیں گی اور جب اس کی طاقتیں ختم ہو جائیں گی تو میری طاقت اتنی بڑھ جائے گی کہ میں یہاں سے باہر نکل سکوں گی اگر میں اس غار سے باہر نکل گئی تو مہاراجہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔

میں نے گل بانو سے کہا۔ مجھے اس قید سے نکال کر غار تک پہنچا دے تو میں ریچھ نما شخص کو مارنے کی پوری کوشش کروں گا میری بات سن کر گل بانو مسکرانے لگی پھر گل بانو نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے غار سے باہر پہنچا دیا اس کے بعد وہ واپس اس قید خانے میں چلی گئی میں نے غار سے باہر نکلنے کے لیے راستہ تلاش کرنا شروع کیا کافی فاصلہ پر مجھے تھوڑی روشنی دکھائی دی میں روشنی کی طرف چل پڑا مگر وہاں کوئی نہیں تھا

میں نے راستہ تلاش کرنے کی بہت کوشش کی مگر اندھیرے کی وجہ سے مجھے راستہ دکھائی نہ دیا اور مایوس ہو کر میں بیٹھ گیا۔

ابھی میں بیٹھا ہی تھا کہ ریچھ نما شخص مجھے اپنی طرف آتے ہوئے دکھائی دیا میں فوراً ہی وہاں چھپ گیا اور ریچھ نما شخص میرے پاس سے گزرتا ہوا آگے بڑھ گیا میں نے اس کا پیچھا کیا اور اس کمرے تک پہنچ گیا ریچھ نما شخص کمرے میں گیا تو وہاں پر موجود گوشت کھانے لگا مجھے پہلے ہی ریچھ نما شخص پر بہت غصہ تھا کمرے کے ایک کونے میں ایک برتن کے نیچے آگ جل رہی تھی جب میری نظر آگ پر پڑی تو میرے ذہن میں بہت خیال آئے چنانچہ میں نے ہمت کر کے اس آگ میں سے ایک جلتی ہوئی لکڑی نکالی اور ریچھ نما شخص کو بالوں کو لگا دی۔

ریچھ نما شخص کو آگ لگنے کی دیر تھی کہ وہ آگ بجھانے کے لیے دائیں بائیں بھاگنے لگا جب وہ آگ کے نزدیک پہنچا تو میں نے بہت ہی تیزی سے بھاگ کر ریچھ نما شخص کو آگ میں دھکا دے دیا ریچھ نما شخص نے آگ سے نکلنے کی بہت کوشش کی مگر میرے دیکھتے ہی دیکھتے وہ جل گیا ریچھ نما شخص کے جلتے ہی میں نے انگوٹھی کو رگڑا تو تھوڑی دیر ہی میں گل بانو میرے سامنے آ گئی میں نے گل بانو سے کہا۔

گل بانو جلدی سے مجھے یہاں سے باہر نکالو یہ نہ ہو کہ ہم کسی اور بڑی مصیبت میں پھنس جائیں میری بات سنتے ہی گل بانو نے میرا ہاتھ پکڑا اور کچھ پڑھا تو ہم دونوں غار سے غائب ہو کر جنگل میں پہنچ گئے جنگل میں پہنچتے ہی میں نے خدا کا شکر ادا کیا پھر گل بانو نے مجھے کہا۔

تم جلد سے جلد چلہ کرنے کی تیاری کرو۔ میں نے فوراً اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور دیکھنے لگا کہ جس لڑکی کی مٹی میں نے اٹھائی تھی وہ میرے پاس ہی موجود تھی گل بانو بولی اس مٹی کو سنبھال کر رکھنا کیونکہ وہ تم سے ہر حال میں یہ مٹی حاصل کرنے کی کوشش کرے گی جب تک میں یہ مٹی اس چڑیل کے اوپر نہ پھینک دوں گا تو وہ چڑیل کبھی بھی ختم نہ ہو گی مگر مٹی کو پہلے جس طرح باباجی نے بتایا تھا دفن کرنا پڑے گا گل بانو کی باتیں سن کر میرا حوصلہ بلند ہوا میں نے کہا ٹھیک ہے میں ایسا ہی کروں گا۔ وہ بولی۔

میں اب چلتی ہوں یہ نہ ہو کہ مہاراجہ کو میرا علم ہو جائے اور میں کسی مصیبت میں پھنس جاؤں اور ہاں جب تک تمہارا چلہ مکمل نہیں ہو جاتا میں تمہارے پاس ہی رہوں گی اور اگر کوئی تمہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا تو میں اس کو زندہ نہیں چھوڑوں گی اتنی بات کہہ کر وہ وہاں سے چلی گئی اور میں واپس گھر آ گیا۔ گاؤں والوں کو میں نے بتایا۔

میں تمام بری طاقتوں کو ختم کرنے کے لیے چلہ کرنے جا رہا ہوں اور جب چلہ کر لوں گا تو مجھے بہت سی طاقتیں مل جائیں گی میری بات سن کر گاؤں والے بہت خوش ہوئے میں گھر آیا اور رات ہونے کا انتظار کرنے لگا۔

رات کے وقت میں اپنے گھر سے نکلا اور چلہ کرنے قبرستان چلا گیا قبرستان تک پہنچنے میں مجھے کوئی زیادہ دشواری نہیں ہوئی ایک دو دفعہ تو میں ڈر بھی گیا تھا مگر ہمت کر کے آگے بڑھتا رہا میں نے گل بانو کی ہمشکل لڑکی کے پاؤں کی مٹی کو لال کپڑے میں ڈال کر قبرستان میں تین فٹ گہرا گڑھا لگا کر دفن کر دیا اور پھر اپنا حصار بنانے لگا ابھی میں نے چلہ شروع نہیں کیا تھا کہ گل بانو میرے سامنے آئی اور کہنے لگی۔

مہاراجہ تم کو ہر طرح سے چلہ کرنے سے روکنے پر مجبور کرے گا مگر تم نے کسی کی باتوں میں نہیں آنا چاہے میں ہی کیوں نہ کہوں اتنی بات کر کے گل بانو واپس چلی گئی۔ میں ایک ٹانگ پر کھڑا ہو گیا اور باباجی نے مجھے جو سبق دیا تھا وہ پڑھنا شروع کر دیا چلہ شروع ہوتے ہی مجھے ریچھ نما شخص اپنی طرف

آتا ہوا دکھائی دیا اس کو دیکھ کر میں حیران رہ گیا کیونکہ میں نے خود اس کو آگ میں جلایا تھا پھر وہ زندہ کیسے بچ گیا۔ وہ میرے پاس آ کر رک گیا۔ اور کہنے لگا۔

تم یہ چلہ چھوڑ دو میں تم کو کچھ نہیں کہوں گا لیکن تم نے اگر چلہ نہ چھوڑا تو میں تمہیں مار دوں گا میں نے اس کی باتوں پر کوئی توجہ نہ دی اور اپنا چلہ کرتا رہا۔ مجھے بہت طاقتوں نے ڈرایا مگر میں اپنی جگہ ثابت قدم رہا جب صبح ہوئی تو تمام طاقتیں غائب ہو گئیں میں نے خدا کا شکر ادا کیا دن کے وقت میں نے اپنی جیب سے انگوٹھی نکال کر رگڑی تو گل بانو میرے سامنے آئی اور کہنے لگی۔

تم نے مجھے کیوں بلایا ہے۔

میں نے کہا میں نے تم سے بات کرنی تھی اس لیے تمہیں یہاں بلایا میری بات سن کر گل بانو کہنے لگی دیکھو جب تک تمہارا چلہ مکمل نہیں ہوتا تم مجھے نہیں بلاؤ گے اگر تم نے مجھے اس کے بعد بلایا تو میں اور تم دونوں کسی مصیبت میں پھنس جائیں گے کیونکہ مہاراجہ کو میری ہر ایک حرکت کا پتہ ہے اس لیے گل بانو مجھے منع کر رہی ہوں۔

پھر اتنا کہہ کر گل بانو چلی گئی۔ دوسری رات جونہی میں نے چلہ شروع کیا تو ایک چڑیل میرے سامنے آئی اور مجھے ڈرانے لگی اس چڑیل نے مجھے اپنے سبق سے غافل کرنے کی بہت کوشش کی مگر چڑیل کی طرف میں نے توجہ ہی نہیں دی تو وہ چڑیل واپس چلی گئی پھر مجھے ایک بہت ہی بھیانک شکل کا شخص اپنی طرف آتا ہوا دکھائی دیا جسے دیکھ کر میں ڈر گیا وہ شخص میرے حصار کے قریب پہنچ کر رک گیا اور غصے سے چلانے لگا۔

اے لڑکے تو یہ چلہ چھوڑ دے تو بہت فائدے میں رہے گا اور میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا۔

پہلے تو میں اس کی باتیں سنتا رہا بعد میں نے اپنا سبق پڑھنا شروع کر دیا۔ اس نے دیکھا کہ میں اس کی بات نہیں مان رہا ہوں تو اس نے منہ میں کچھ پڑھا اور پھونک ماری تو میرے حصار کے باہر چاروں طرف بہت سے ڈراؤنی شکلوں والے آدمی جمع ہو گئے اور مجھے ڈرانے لگے پہلے تو میں ان کی شکلیں دیکھ کر ڈر گیا مگر جب وہ غائب نہ ہوئے تو میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں تھوڑی ہی دیر میں صبح کی آزان کی آواز میرے کانوں میں پڑی تو میں نے آنکھیں کھول دیں میں نے دیکھا کہ میرے آس پاس کوئی بھی نہ تھا اسی طرح میرا چلہ مکمل ہونے میں آج آخری دن تھا اس کے بعد مجھے طاقتیں مل جانی تھیں جن کے ہوتے ہوئے میں تمام بری طاقتوں کا مقابلہ کر سکتا تھا۔

رات کے وقت میں نے جب چلہ شروع کیا تو ایک کالا شخص جس کا قد بھی کافی لمبا تھا اور شکل بھی بہت ہی ڈراؤنی تھی اور اس کی آنکھیں بالکل سرخ تھیں جس طرح وہ شخص آگ برسا رہا ہو وہ شخص جب میرے حصار کے پاس پہنچا تو زور سے چلایا۔ اس کی آواز سن کر میں لرز کر رہ گیا لیکن میں نے اپنا سبق پڑھنا نہیں چھوڑا اس شخص نے کہا۔

اے لڑکے تو نے چلہ کر کے اچھا نہیں کیا اگر تو اب بھی اپنا چلہ نہیں چھوڑتا تو تمہاری حفاظت کا ذمہ میں لیتا ہوں نہیں تو میں ہرگز زندہ نہیں چھوڑوں گا جب میں نے اس کی کسی بات کا جواب نہ دیا تو اس نے غصے سے کہا ٹھیک ہے تو ایسے نہیں مانے گا اس نے اتنی بات کہہ کر کچھ پڑھا اور پھونک ماری تو میرے حصار کے چاروں طرف آگ لگ گئی آگ کی تپش سے میرا پورا جسم جلنے لگا اور درد سے میرا برا حال ہونے لگا ایک دفعہ تو میرا پاؤں بھی جلن کی وجہ سے زمین پر لگنے والا تھا مگر بہت کنٹرول کر کے میں نے خود کو سنبھال لیا۔ اس نے مجھے کہا۔

ابھی بھی تمہارے پاس وقت ہے ورنہ میں تمہیں مار دوں گا جب میں نے اس کی ایک نہ سنی تو

اس شخص نے پھر سے کچھ پڑھا اور پھونک ماری تو میرے حصار میں لگے درخت کو آگ لگ گئی جیسے ہی درخت کو آگ لگی تو میرا ہاتھ بھی آگ کی وجہ سے جل گیا میرا پورا جسم آگ کی تپش سے جلنے لگا مگر میں اپنی جگہ پر ثابت قدم رہا۔ پھر تھوڑی دیر بعد آگ ختم ہوگئی۔ مگر میرے جسم سے جلن ختم نہ ہوئی پھر تھوڑی دیر بعد ریچھ نما شخص نمودار ہوا اور مجھے کہنے لگا۔ میں حصار سے باہر آ جاؤں ورنہ میرے ساتھ وہ بہت برا سلوک کرے گا۔

میں اپنا سبق پڑھتا رہا پھر اس شخص نے دوبارہ کچھ پڑھ کر قبرستان کی طرف پھونک ماری تو قبرستان میں موجود تمام قبریں پھٹ گئیں اور قبروں سے مردے باہر نکلنے لگے اور میرے حصار کے چاروں طرف آ گئے اور مجھے ڈرانے لگے کافی دیر تک مردے مجھے اپنے چلے سے غافل کرنے کی کوشش مین لگے ہوئے تھے مگر جب میں ان کے شکنجے میں نہ آیا تو وہ واپس قبروں میں چلے گئے۔

اس دفعہ وہ شخص بہت غصے میں آ گیا اس شخص نے اس دفعہ بھی کچھ پڑھا اور آسمان کی طرف دیکھ کر پھونک ماری تو بہت تیز بارش ہونے لگی جب بارش کے قطرے میرے جسم پر پڑتے تو ایسا محسوس ہوتا جیسے میرے اوپر کسی نے ابلتا ہوا پانی پھینک دیا ہو میں نے جب دیکھا تو حیران رہ گیا کہ وہ بارش ابلتے ہوئے خون کی تھی میرے جسم پر جب بھی ابلتے ہوئے خون کے قطرے گرتے تو میرا گوشت تک سڑ جاتا خون کی بارش سے میرا پورا جسم اپنی جگہ ساکن ہوگیا۔ اور ایسا محسوس ہونے لگا کہ جیسے میں زمین پر گرنے والا ہوں۔ اور میرے گرتے ہی میری تمام محنت ضائع ہو جائے گی اور میں موت کے منہ میں چلا جاؤں گا ایک یا دو دفعہ تو میں زمین پر بھی گرا مگر میں نے اپنا پاؤں زمین پر نہیں لگنے دیا۔

میری حالت دیکھ کر حصار سے باہر کھڑے ہوئے شخص بہت زور زور سے ہنس رہے تھے اور ساتھ ساتھ کہہ رہے تھے کہ اب تمہیں ہم سے کون بچائے گا درد سے میرا جسم بالکل ٹوٹ گیا تھا اور میری ہمت جواب دے گئی تھی اچانک ہی میرے کانوں کے پردوں میں بابا جی کی آواز سنائی دی بابا جی کہنے لگے بیٹا تھوڑی ہی دیر میں تمہارا چلہ ختم ہونے والا ہے ہمت کرو اور اپنا سبق جاری رکھو بابا جی آواز سن کر مجھے کچھ آسرا ہوا میں نے بہت ہمت کر کے اپنا سبق تیز تیز پڑھنا شروع کر دیا تھوڑی ہی دیر بعد صبح کی آزان ہونے لگی۔

اذان ہوتے ہی وہ شخص غائب ہو گیا مگر میرے جسم میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ میں وہاں سے اپنے گاؤں جاسکوں میں اپنے حصار سے باہر نکلا اور اپنے پیروں پر کھڑا ہونے لگا مگر میری ایک ٹانگ بالکل حرکت کرنا چھوڑ گئی تھی کیونکہ ایک جگہ ٹانگ کو رکھ کر میری رگوں کا خون جم گیا تھا میں نے خدا کا شکر ادا کیا اور اپنے گاؤں کی طرف چل پڑا راستے میں مجھے گل بانو ملی میں نے گل بانو کو دیکھا تو گل بانو کی یہ بات سن کر میرے جسم میں جیسے جان آ گئی مگر گل بانو مجھے بہت پریشان لگ رہی تھی میں نے پوچھا۔

گل بانو کیا بات ہے تم کیوں اتنی پریشان ہو میری بات سن کر گل بانو کہنے لگی۔

چلہ تو تم نے ختم کر لیا ہے لیکن تم مہارا جہ کو نہیں جانتے وہ بہت ہی خطرناک اور بہت ہی طاقتور آدمی ہے وہ تمہیں مارنے کی ہر ممکن کوشش کرے گا مگر میں تمہیں مرتا ہوا دیکھ نہیں سکتی گل بانو کی بات سن کر میں نے کہا۔

دیکھو گل بانو کتنی مشکلوں سے چلہ کیا ہے یہ میں جانتا ہوں کہ میں اس چلہ کو کرنے میں کس قدر اذیت سے گزرا ہوں اور اب میں جانتا ہوں کہ میں مہارا جہ کو ختم کر سکوں گا۔ تم اب فکر نہ کرو۔

مجھے تمہاری ہی تو فکر لگی ہوئی ہے وہ اداس لہجے میں بولی تو میں نے اس کو تسلی دی تو وہ چلی گئی میں گاؤں جانے کے بجائے سیدھا بابا جی کے پاس چلا گیا۔ بابا جی مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے۔

بیٹا تم نے بہت تکالیف اور مشکلوں کا سامنا کیا ہے اس کے لیے تمہیں ضرور داد دیتا ہوں بابا جی باتیں سن کر میں بہت خوش ہوا میرے جسم سے ابھی تک درد اور جلن کا احساس ختم نہیں ہوا تھا میں نے جب بابا جی کو ساری حقیقت بتائی تو وہ کہنے لگے۔

بیٹا اگر تم اتنی ہمت نہ کرتے تو وہ تمام چیزیں تمہیں مار دیتیں۔ اور پھر انہوں نے کچھ پڑھ کر میرے اوپر پھونک ماری تو میرے جسم کا تمام درد اور جلن ختم ہوگئی۔ اور میں پہلے کی طرح ہو گیا پھر میں نے بابا جی سے کہا۔

بابا جی مجھے کیسے پتہ چلے گا کہ مجھ میں کون کون سی طاقتیں آئی ہیں میری بات سن کر وہ مسکرانے لگے اور بولے۔

بیٹا۔ تم میں اب اتنی طاقتیں آ گئی ہیں تو سوچ بھی نہیں سکتا۔ وہ سامنے درخت کو کہو کہ اس کو آگ لگ جائے دیکھنا پھر۔

میں نے فوراً درخت کی طرف دیکھ کر کہا آگ لگ جا تو درخت کو آگ لگ گئی اور تھوڑی دیر میں درخت جل کر راکھ ہو گیا۔ پھر ایک پتھر کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ پھٹ جا تو میرا ایسا کہنا تھا کہ پتھر پھٹ گیا۔ اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ میں اپنی طاقتیں دیکھ کر بہت خوش ہوا اور پھر میں نے بابا جی سے اجازت لی اور اپنے گاؤں آ گیا۔

جب گاؤں پہنچا تو گاؤں والے مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے سارا گاؤں جمع ہو گیا اور مجھ سے کہنے لگے کہ بیٹا کیا تم نے چلہ کر لیا ہے جب میں نے گاؤں والوں کو بتایا کہ میں نے چلہ مکمل کر لیا ہے اور مجھے بہت سی طاقتیں مل گئیں تو میری بات سن کر گاؤں کے ایک بزرگ نے پوچھا۔

بیٹا تم کو کیا طاقتیں ملی ہیں ہمیں بھی تو پتہ چلے

یہ بات سن کر میں نے گاؤں والوں کو ایک طرف آنے کا اشارہ کیا تو گاؤں والے ایک طرف ہو گئے میں نے ایک بڑے سے درخت کی طرف دیکھا اور کہا۔

جل جاؤ فوراً ہی درخت کو آگ لگ گئی اور وہ درخت تھوڑی ہی دیر میں جل کر راکھ بن گیا پھر میں نے ایک بڑے سے پتھر کی طرف دیکھ کر کہا۔

پھٹ جاؤ تو وہ بڑا پتھر پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا میری یہ طاقتیں دیکھ کر پہلے تو گاؤں والے بہت حیران ہوئے پھر جب میں نے ان سے وعدہ لیا کہ میں اپنے گاؤں کے ہر نوجوان کا بدلہ لوں گا تو میری بات سن کر گاؤں والوں کے دل میں خوشی کی لہر دوڑ گئی میں نے گاؤں والوں سے اجازت لی اور اپنے گھر آ گیا۔

مظہر اور اعجاز میرے پاس آ گئے انہوں نے مجھ سے چلہ کے بارے میں پوچھا تو میں نے انہیں ساری تفصیل بتائی جسے سن کر وہ بہت خوفزدہ ہو گئے اور جب میں نے ان کو ثاقب کے بارے میں بتایا تو ان کو بہت دکھ ہوا مگر میں نے ان سے کہا۔

میں اپنے دوست ثاقب کی موت کا بدلہ ضرور لوں گا میں نے مظہر اور اعجاز سے کہا مجھے اس وقت سخت نیند آ رہی ہے اور تھکاوٹ بھی بہت زیادہ ہو رہی ہے مجھے کچھ دیر سونا ہے وہ دونوں ہی چلے گئے مظہر اور اعجاز کے جانے کے بعد میں نے گل بانو کو بلایا اور اس سے مہارا جہ کے بارے میں پوچھنے لگا گل بانو نے کہا۔

میں تمہیں مہارا جہ تک ضرور پہنچا دوں گی مگر اس کام کے لیے تمہیں میرے ساتھ جانا ہوگا میں نے گل بانو سے کہا۔

ٹھیک ہے تم مجھے مہارا جہ تک پہنچا دو۔

اتنی بات گل بانو سے کر کے میں نے گل بانو سے کہا مجھے بہت سخت نیند آ رہی ہے میں سونے گلا ہوں صبح تمہارے ساتھ مہاراجہ کو ختم کرنے کے لیے جاؤں گا وہ چلی گئی۔

صبح میرے جاگنے سے پہلے ہی گل بانو میرے گھر پہنچ گئی تھی تھوڑی دیر کے بعد میں اور گل بانو جنگل کی طرف چل پڑے گل بانو مجھ سے تھوڑے فاصلہ پر چلنے لگی جبکہ میں اس کے پیچھے پیچھے جنگل کی طرف چلنے لگا گل بانو اس لیے آگے چل رہی تھی کہ کہیں مہاراجہ یا اس کا کوئی چیلہ ہمیں دیکھ نہ لے اگر انہوں نے مجھے گل بانو کے ساتھ دیکھ لیا تو میں اور گل بانو دونوں کسی مشکل میں پھنس سکتے تھے تھوڑا دور جا کر اچانک میرے سامنے سے ریچھ نما شخص نمودار ہوا ریچھ نما شخص نے غصے سے میری طرف دیکھا پہلے تو میں اس کا چہرہ دیکھ کر خوفزدہ ہو گیا مگر دوسرے ہی لمحہ میں مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو گیا اس نے مجھے دیکھتے ہی کہا۔

میں آج تم کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ اس وقت تم حصار میں تھے جس وجہ سے بچ گئے مگر آج نہیں بچ سکتے میرے دیکھتے ہی دیکھتے ریچھ نما شخص نے منہ سے آگ برسانا شروع کر دی جیسے ہی ریچھ نما شخص نے میرے اوپر آگ برسانا شروع کی تو میں فوراً ایک بڑے پتھر کے پیچھے چھپ گیا مگر میرا بایاں ہاتھ آگ کی زد میں آ گیا جس سے میرے پورے بازو میں جلن ہونے لگی ریچھ نما شخص نے میرے چاروں طرف آگ لگا دی تھی آگ برسانے کے ساتھ ساتھ وہ زور زور سے کہہ رہا تھا کہ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ میں کافی دیر تک اس پتھر کے پیچھے چھپا رہا اور موقع پا کر میں نے اس کی طرف دیکھا اور کہا۔

آگ لگ جا تو ریچھ نما شخص کو فوراً آگ لگ گئی وہ آگ لگنے کے بعد چیختا ہوا ادھر ادھر بھاگتا رہا مگر مجھے اس پر ذرا بھی ترس نہ آیا۔ اور وہ جل کر ختم ہو گیا اس کے ختم ہوتے ہی میں نے ادھر ادھر دیکھا مجھے گل بانو کہیں بھی نظر نہیں آئی میں نے اس کو آوازیں دیں تو دور سے اس کی آواز مجھے سنائی دی وہ کہہ رہی تھی۔

میں اس ریچھ نما شخص کو دیکھ کر دور چلی گئی تھی تا کہ اسے نظر نہ آ سکوں اگر میں پہلے اسے نظر آ جاتی تو وہ مجھے مار دیتا گل بانو کے کہنے پر میں نے دوبارہ آگے بڑھنا شروع کر دیا راستے میں بہت ساری چڑیلوں اور جنوں نے میرا راستہ روکنے کی کوشش کی مگر میں نے اس کو جلا دیا کافی دور رہ کر گل بانو ایک جگہ رک گئی اور کہنے لگی۔

میں یہاں سے ایک قدم بھی آگے نہیں جا سکتی کیونکہ اس سے آگے مہاراجہ نے اپنا حصار بنا رکھا ہے اگر میں نے اس کے اندر پاؤں رکھا تو میں جل جاؤں گی پھر گل بانو نے کہا۔

سامنے پہاڑوں کے درمیان ایک وادی ہے اس وادی میں مہاراجہ رہتا ہے اس سے زیادہ میں کچھ بھی نہیں جانتی گل بانو کی بات سن کر میں نے گل بانو سے کہا۔

ٹھیک ہے میں اس سے آگے خود ہی چلا جاتا ہوں گل بانو بولی۔

مہاراجہ بہت طاقتور ہے وہ تمہیں نقصان پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کرے گا اس کے لیے تم بہت محتاط رہنا بس میں یہاں ہی تمہارا انتظار کروں گی میں نے گل بانو سے اجازت لی اور آگے بڑھ گیا۔ ابھی میں کچھ ہی دور گیا تھا کہ مجھے ایک جھٹکا لگا اور میں زمین پر گر گیا بڑی مشکل سے میں نے خود کو سنبھالا اور چلتے چلتے وادی کے نزدیک پہنچ گیا۔

وہ وادی بہت ہی خوبصورت تھی اتنی خوبصورت کہ میں بیان نہیں کر سکتا وادی پہاڑوں کے درمیان تھی اور چاروں طرف سے پانی کے چشمے بہہ رہے تھے پھر میں وادی میں داخل ہو گیا وادی میں موجود

مکانوں کو دیکھ کر ایسا لگتا تھا جیسے یہ مکان ہیرے کے بنے ہوئے ہیں وادی سے گزرتے ہوئے مجھے وہاں کوئی بھی نظر نہیں آیا ساری وادی ویران تھی پھر میری نگاہ ایک غار پر پڑی تو میں غار کی طرف چل پڑا غار کے نزدیک پہنچ کر میں نے دیکھا تو مجھے ایک شخص نظر آیا۔ میں اس شخص کے پیچھے جانے لگا وہ شخص غار میں جاتے ہی کہیں غائب ہو گیا۔

میں کافی دیر اس غار میں پھرتا رہا لیکن وہ شخص مجھے کہیں بھی نظر نہ آیا۔ غار میں بہت دور نکل چکا تھا کہ میری نظر گل بانو کی ہمشکل لڑکی پر پڑی تو اس وقت بھی اپنے کندھوں پر کچھ اٹھائے ہوئے جا رہی تھی میں نے اس لڑکی کا پیچھا کیا اور جہاں وہ گئی میں بھی اس کے پیچھے پیچھے چلتا گیا پھر وہ لڑکی ایک جگہ رکی اور ایک کمرے میں داخل ہو گئی میں نے کمرے میں دیکھا تو حیران رہ گیا کہ کمرے میں تقریباً سو کے قریب انسانی گردنیں لٹک رہی تھی اور ان گردنوں کے درمیان ایک کالے رنگ کا شخص بیٹھا ہوا تھا وہ لڑکی اس شخص کے پاس گئی اور اسے کچھ کہنے لگی تو اس شخص نے لڑکی کو مارنا شروع کر دیا اور پھر کچھ پڑھ کر اس لڑکی پر پھونکا تو وہ تڑپنے لگی پھر وہ شخص غصے سے اٹھا اور ایک بت کے سامنے جا کر بیٹھ گیا اور اس سے باتیں کرنے لگا اس بت نے اس شخص کو کہا۔

وہ اور دس نوجوانوں کی گردنیں یہاں لائے اس کے بعد وہ بہت طاقتور ہو جائیگا یہ سب کچھ سن کر میں سمجھ گیا کہ یہی مہاراجہ ہے میں بہت گھبرا گیا اور سوچنے لگا کہ اس کو ختم کرنے کے لیے کیا کیا جائے میں سوچ رہا تھا کہ وہ لڑکی جس پر شخص نے کچھ پڑھ کر پھونکا تھا اس کے پیٹ سے ایک اور انسانی گردن نکل آئی گردن نکلتے ہی وہ شخص اٹھا اور اس نے گردن اٹھا کر باقی گردنوں کے ساتھ لٹکا دی گردن لٹکانے کے بعد وہ شخص لڑکی کو کہنے لگا۔

میں نے تم کو کتنی مرتبہ کہا ہے کہ تم لوگوں نے گردن کو نہیں کھانا مگر میرے منع کرنے کے باوجود بھی تم ایسا ہی کرتی ہو پھر اس شخص نے غصہ سے اس لڑکی کو کہا اگلی بار مجھے نو گردنیں چاہیے وہ بھی ان نوجوانوں کی جو بیس سال سے کم عمر ہوں گوشت بے شک تم کھا لینا۔ مگر گردن نہیں کھانی اتنی بات کر کے اس شخص نے لڑکی کو کہا۔

دفع ہو جاؤ اور جلد سے جلد گردنیں لے کر آؤ اس کی بات سن کر وہ لڑکی باہر نکل گئی اور غائب ہو گئی میں کافی دیر تک اس شخص کو دیکھتا رہا مگر مجھے کچھ سمجھ نہیں آئی کہ میں اس کو کس طرح ماروں میں اس کمرے سے باہر آ گیا اور آگے چلنے لگا تو مجھے غار کا دروازہ نظر آیا میں غار سے باہر نکلا تو میرے سامنے ایک اور وادی آ گئی یہ وادی پہلی والی وادی سے مختلف تھی میں پہلے سوچنے لگا کہ شاید اس وادی میں مجھے مہاراجہ کو مارنے کے لیے کچھ نہ کچھ مل جائے میں اس وادی کی طرف چل دیا اس وادی میں بھی بہت خوبصورت گھر بنے ہوئے تھے میں وادی میں چلتا گیا۔

میری نظر ایک پرانی حویلی پر پڑی پہلے تو میں اس حویلی کو دیکھتا رہا پھر میں نے اس حویلی کے اندر جانے کا فیصلہ کر لیا جیسے ہی میں حویلی میں داخل ہوا تو مجھے عجیب سا خوف محسوس ہونے لگا حویلی میں ایک عجیب قسم کا سناٹا چھایا ہوا تھا پھر میری نظر اس حویلی پر موجود ایک خوبصورت مجسمے پر پڑی جو بالکل انسانی روپ میں تھا میں کافی دیر اس مجسمے کو دیکھتا رہا اور جب میں نے اس مجسمے کو چھو کر دیکھا تو مجھے زوردار جھٹکا لگا میں فوراً ہی پیچھے ہٹ گیا میرے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ میں نے سوچا کہ اس حویلی سے باہر نکل کر دوبارہ غار کی طرف چلا جاؤں۔ جب میں حویلی سے نکلنے ہی والا تھا کہ مجھے اس مجسمے سے آواز سنائی دی۔

رکو میں یہ آواز سن کر چونک گیا اور مجسمے کو پھر سے دیکھنے لگا ایک بار پھر مجھے مجسمے سے آواز سنائی دی۔

ڈرومت میں تم کو کچھ نہیں کہوں گا میں کوئی جن نہیں بلکہ تمہاری طرح کا انسان ہوں میں مجسمے کو دیکھنے لگا کہ پھر سے مجھے آواز آئی مجھے معلوم ہے کہ تم یہاں کیوں آئے ہو تم مہاراجہ کو ختم کرنے آئے ہو مجسمے کی بات سن کر میں حیران رہ گیا اور سوچنے لگا کہ اسے کیسے پتہ چلا کہ میں مہاراجہ کو ختم کرنے کے لیے آیا ہوں پھر مجسمے سے آواز آئی وہ کہنے لگا۔

میں بھی کافی عرصہ پہلے مہاراجہ کو ختم کرنے آیا تھا مگر اس مہاراجہ کو ختم نہ کرسکا تو اس نے مجھے قید کرلیا اس وادی میں موجود تمام مخلوق کو مہاراجہ یا تو ختم کرچکا ہے یا پھر قید کیا ہوا ہے اگر آج تم مجھے نہ چھوتے تو میں کبھی بھی تم سے بات نہ کرتا۔

میں نے کہا۔ مہاراجہ کو ختم کرنے کے لیے کیا کرنا ہوگا۔ مجسمہ بولا۔

یہاں سے سات سمندر پار ہیرے کی وادی ہے اس وادی سے تقریباً پچاس کلومیٹر کے فاصلہ پر ایک کالے رنگ کی پہاڑی ہے اس پہاڑی میں ایک طوطا ہے اور مہاراجہ کی جان اس طوطے میں ہے اگر تم اس طوطے کو حاصل کرلو تو مہاراجہ خود بخود تمہارے قبضے میں آجائیگا طوطے کے اردگرد کئی جن اور چڑیلیں اس کی حفاظت کے لیے موجود ہیں جو تمہیں ہر طرح سے روکنے کی کوشش کریں گے۔

میں مجسمے کی باتیں سن کر اس حویلی سے باہر نکل آیا اور سوچنے لگا کہ سات سمندر پار کیسے جایا جائے میں نے اپنی جیب سے انگوٹھی نکال کر رگڑی تو گل بانو میرے پاس آگئی میں نے گل بانو سے کہا میں طوطے کو مارنا چاہتا ہوں کیسے ماروں۔

وہ بولی میں تم کو مشورہ دے سکتی ہوں آگے تمہارا کام ہے۔

ہاں ہاں بتاؤ۔ میں نے کہا تو وہ بولی۔

مجھ میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ میں آگے جاسکوں لیکن جب تم اس وادی سے باہر نکلو گے تو آگے جاکر تمہارے سامنے خون کا دریا آئے گا جس میں انسانی شکل کی گردنیں تیر رہی ہوں گی جب تم ان گردنوں کو باہر نکالو گے تو ان گردنوں کے ساتھ دھڑ بھی لگ جائیں گے اور وہ کسی انسانی شکل میں تمہارے سامنے آجائیں گے تم ان کو جہاں بھی کہو گے وہ تمہیں وہاں لے جائیں گے میں نے وجہ پوچھی کہ وہ انسانی گردنوں والے شخص جو دریا میں ہوں گے وہ کون ہیں میری بات سن کر گل بانو نے کہا۔

وہ سب مسلمان جن ہیں جن کو مہاراجہ نے قید کر رکھا ہے اور ایک تم ہی ہو جو انہیں آزاد کرواسکتے ہو اتنی بات کرکے گل بانو بھی چلی گئی میں وادی سے نکل کر آگے چلتا رہا اور کافی فاصلہ پر جاکر مجھے خون کا دریا نظر آیا گل بانو نے جو بات بتائی تھی اسی طرح میں نے خون کے دریا میں سے ایک گردن کو نکالا تو وہ بالکل انسانی شکل میں آگیا مگر وہ انسان نہیں تھا جن تھا جن نے مجھے کہا۔

میں تمہارا بہت شکرگزار ہوں کہ تم نے مجھے یہاں سے آزاد کرایا اسی طرح میں نے دریا میں قید سارے جنوں کو آزاد کردیا تمام جنوں نے میرا شکریہ ادا کیا پھر میں نے ایک بزرگ جن سے کہا۔

آپ مجھے سات سمندر پار اس کالی پہاڑی تک پہنچادیں جہاں مہاراجہ نے طوطے میں اپنی جان ڈالی ہوئی ہے۔ میں وہ طوطا حاصل کرکے مہاراجہ کو ختم کرنا چاہتا ہوں۔

میری بات سن کر بزرگ جن نے کہا۔

میں تمہیں وہاں تک پہنچادیتا ہوں پھر اس جن نے میرا ہاتھ پکڑا اور کچھ پڑھا تو ہم وہاں سے غائب ہوگئے اور ہیرے کی وادی میں پہنچ گئے ہیرے کی وادی سے تھوڑا آگے جاکر جن ایک جگہ کھڑا ہوگیا۔

میں نے رکنے کی وجہ پوچھی تو وہ بولا۔

میں اس سے آگے نہیں جاسکتا اگر میں آگے گیا تو ختم ہوجاؤں گا کیونکہ آگے مہاراجہ کا علاقہ شروع ہوجاتا ہے میں نے جن سے کہا۔

تم یہاں پر ہی میرا انتظار کرو میں وہ طوطا لے کر آتا ہوں پھر تم مجھے واپس میری دنیا میں چھوڑ دینا اس کے بعد تم سب آزاد ہو۔

جن نے کہا ٹھیک ہے میں یہاں ہی آپ کا انتظار کروں گا احتیاط کرکے میں آگے کی طرف چلنے لگا میری نظر کالی پہاڑی پر پڑی میں جلدی سے پہاڑی کی طرف چلنے لگا تھوڑی دیر بعد رات کا اندھیرا چھانے لگا میں چلتے چلتے اس پہاڑی کے پاس پہنچ گیا جیسے ہی میں پہاڑی کے اندر داخل ہونے لگا تو ایک چڑیل نے میرے اوپر حملہ کردیا میں نے اس سے بچ بچا کرکے اسے ختم کردیا اس کے علاوہ اور بھی کئی جنوں اور چڑیلوں نے مجھے روکنے کی کوشش کی مگر میں نے سب کو جلادیا میری نظر طوطے پر پڑی مگر جب میں نے دائیں بائیں دیکھا تو وہاں تین طوطے اور بھی تھے یہ سب دیکھ کر میرا دماغ چکرا گیا مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی کہ کس طوطے میں مہاراجہ کی جان ہے۔

اچانک سے میرے سامنے وہی کالا شخص آگیا جس کو میں نے غار میں دیکھا تھا اس شخص نے مجھے کہا کہ تم نے یہاں آکر بہت بڑی غلطی کی ہے تم یہاں سے زندہ واپس نہیں جاسکتے اس شخص نے طوطوں کی طرف دیکھا تو انہوں نے میرے اوپر حملہ کردیا طوطے میرے جسم کی بوٹیاں نوچنے لگے میں نے بچنے کی بہت کوشش کی مگر میں ناکام رہا۔

وہ شخص وہاں کھڑا زور زور سے ہنسنے لگا میرے پورے جسم سے خون نکلنے لگا جب میں نے غور سے دیکھا تو ایک طوطا وہاں پر ہی بیٹھا ہے وہ مجھے مارنے کی کوشش بھی نہیں کررہا تھا میرے ذہن میں خیال آیا کہ ہوسکتا ہے یہ وہی طوطا ہو جس میں مہاراجہ کی جان قید ہے میں فوراً اس طوطے کی طرف بھاگا اور جاکر اسے پکڑ لیا جیسے ہی طوطا میرے ہاتھ لگا تو دوسرے طوطے غائب ہوگئے وہ شخص جو تھوڑی دیر پہلے کھڑا ہنس رہا تھا کہنے لگا۔

یہ طوطا میرے حوالے کردو میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا میں سمجھ گیا کہ یہی شخص مہاراجہ ہے وہ شخص میری منتیں کرنے لگا کہ میں اس کو طوطا دے دوں مگر میں نے اس کی ایک نہ مانی اور طوطے کی ایک ٹانگ توڑ دی جیسے ہی میں نے طوطے کی ٹانگ توڑی تو مہاراجہ کی ٹانگ بھی ٹوٹ گئی۔

مہاراجہ میرے سامنے گڑگڑانے لگا مگر مجھے مہاراجہ پر ترس نہ آیا۔ اور میں طوطے کی گردن توڑ دی اور مہاراجہ ختم ہوگیا مہاراجہ کے ختم ہوتے ہی پوری پہاڑی ہلنے لگی اور پتھر گرنے لگے میں فوراً وہاں سے بھاگا اور پہاڑی سے باہر نکل آیا میرے پہاڑی سے باہر آتے ہی پوری پہاڑی زمین بوس ہوگئی اگر میں چند سیکنڈ بھی لیٹ ہوجاتا تو شاید اس پہاڑی کے نیچے آکر مرجاتا۔ میں نے خدا کا شکر ادا کیا اور وادی میں سے ہوتا ہوا جن کے پاس پہنچ گیا اور جن کو کہا۔

وہ مجھے واپس میری دنیا تک پہنچادے میری بات سن کر جن نے میرا ہاتھ پکڑا اور ہم غائب ہوگئے۔ جن مجھے واپس میری دنیا میں چھوڑ کر چلا گیا۔

مہاراجہ کو تو میں ختم کردیا تھا مگر گل بانو کی ہمشکل جس کے پاؤں کی مٹی میں نے اٹھائی تھی وہ ابھی زندہ تھی میں نے قبرستان جاکر اس لڑکی کے پاؤں کی مٹی کو نکالا اور اپنے ساتھ اپنے گھر لے آیا تھوڑی ہی دیر میں گل بانو میرے پاس آگئی۔ میں نے کہا۔

میں نے مہاراجہ کو ختم کردیا ہے۔ میری بات سن کر وہ بہت خوش ہوئی میں نے کہا میں اب مٹی کا کیا کروں گل بانو بولی۔

جب تک مٹی تمہارے پاس ہے وہ لڑکی تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتی مہاراجہ کو تم نے ختم کردیا مگر اس

لڑکی کو ختم کرنا بہت ہی ضروری ہے ورنہ وہ لڑکی تمہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گی میں نے گل بانو سے کہا۔

گل بانو تم مجھے اس لڑکی تک پہنچا دو تا کہ میں اسے بھی ختم کرسکوں گل بانو نے کہا۔

ٹھیک ہے میں اسے یہاں لانے کی کوشش کرتی ہوں اتنی بات کہہ کر گل بانو غائب ہوگئی شام کے وقت گل بانو کی ہمشکل لڑکی میرے پاس آئی اس کا چہرہ بہت ہی بھیانک تھا وہ مجھے غصہ سے کہنے لگی تم یہ مٹی میرے حوالے کردو ورنہ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی میں نے جیب سے مٹی نکالنا چاہی مگر جیسے ہی اس نے میری طرف دیکھا تو وہ مٹی میرے ہاتھ سے گرگئی اس لڑکی نے مجھے مارنے کی بہت کوشش کی مگر میں بچ گیا تھوڑی ہی دیر بعد گل بانو بھی وہاں آگئی اس لڑکی کو دیکھ کر کہا۔

میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی اگر تم نے اس لڑکے کو کوئی نقصان پہنچایا تو اس لڑکی نے گل بانو سے کہا۔

اگر یہ مٹی میرے حوالے کردے تو میں اسے کچھ نہیں کہوں گی۔

میں نے کہا میں یہ مٹی ہرگز اس کو نہیں دوں گا چاہے کچھ بھی ہوجائے۔

میرا ایسا کہنا تھا کہ اس لڑکی نے مجھ پر پتھر برسانا شروع کردیئے گل بانو کو یہ سب دیکھ کر بہت غصہ آیا اس نے اس کو بالوں سے پکڑلیا اور مارنے لگی کافی دیر تک وہ دونوں آپس میں لڑتی رہیں اور دونوں کے جسموں سے خون جاری ہوگیا تھا پھر اس لڑکی نے گل بانو کو اٹھا کر دور پھینک دیا اس لڑکی نے کچھ پڑھا تو اس کے ہاتھ میں ایک تیز دھار خنجر آگیا اس نے تیزی سے وہ خنجر گل بانو کے پیٹ میں گاڑھ دیا جس سے گل بانو گرگئی اور اس کے پیٹ سے خون جاری ہوگیا۔

گل بانو کی یہ حالت دیکھ کر میں بھاگتا ہوا گل بانو کے پاس گیا گل بانو درد سے تڑپ رہی تھی اس کی سانسیں اکھڑی ہوئی تھیں ایسا لگتا تھا جیسے وہ تھوڑی ہی دیر میں ختم ہوجائے گی مجھے گل بانو کی یہ حالت دیکھ کر بہت غصہ آیا اور میں نے فوراً مٹی اٹھا کر اس لڑکی اوپر پھینک دی مٹی پڑتے ہی اس لڑکی کو آگ لگ گئی اور میرے دیکھتے ہی دیکھتے وہ ختم ہوگئی۔

میں فوراً گل بانو کے پاس پہنچا اور دیکھا گل بانو اپنے آخری سانس لے رہی تھی گل بانو نے مجھے کہا۔

میں نے بہت سے نوجوانوں کو گمراہ کر کے مہاراجہ کے پاس پہنچایا تھا جس وجہ سے تم نے مہاراجہ کو ختم کرنے کے لیے اتنی تکالیف کا سامنا کیا ہے میں بہت ہی گنہگار ہوں میں خدا سے توبہ کرتی ہوں اگر ہوسکے تو تم بھی مجھے معاف کردینا میں نے کہا۔

تم کون سا اپنی خوشی سے یہ سب کرتی رہی تھی اگر تم یہ کام نہ کرتی تو کوئی اور کرلیتا۔ میری بات سن کر اس نے ایک گہری سانس لی اور کہا۔

ہاں واقعی سچ کہتے ہو میں نے یہ سب کچھ اپنی خوشی کے لیے نہیں کیا تھا مجبور ہوکر کرتی رہی ہوں اگر میں یہ کام نہ کرتی تو وہ کسی اور سے یہ کام کروالیتا تم بہت ہی اچھے انسان ہو اگر آج تم نہ ہوتے تو نجانے میں اور کتنے گناہ کرتی لیکن تمہاری وجہ سے میں سیدھی راہ پر آگئی ہوں اتنی بات کر کے گل بانو ختم ہوگئی۔ اس کی موت پر میری آنکھوں میں آنسوؤں کا سلسلہ جاری ہوگیا کیونکہ مجھے اس سے پیار ہوگیا تھا وہ بہت ہی خوبصورت تھی بہت ہی پیاری تھی اس کا جلتا ہوا جسم میرے سامنے تھا جو دھیرے دھیرے ختم ہو جا رہا تھا۔ میں ٹوٹے ہوئے دل کے ساتھ گھر آگیا۔

دوسرے دن جب میں گھر سے باہر نکلا اور گاؤں والوں کو بلایا تو گاؤں والے مجھے دیکھ کر بہت ہی خوش ہوئے پھر میں نے گاؤں والوں کو کہا۔

میں نے سب کو ختم کردیا ہے۔

گاؤں والوں کے چہروں پر رونق آگئی ان کو

یقین ہی نہیں ہو رہا تھا کہ میں ایسا کرگزروں گا تب ایک عورت بولی۔

واقعی بیٹا تم نے اس چڑیل کو ختم کردیا ہے۔

ہاں اماں میں نے صرف اس چڑیل کو ہی ختم نہیں کیا ہے بلکہ ان سب کو بھی ماردیا ہے جو اس چڑیل سے یہ کام کرواتے تھے اب ہمارے گاؤں میں کوئی بھی نوجوان غائب نہیں ہوگا اور کسی بھی گھر سے رونے کی آواز نہیں آئے گی میری بات سن کر ان سب نے سکون کا سانس لیا اور پھر سب گاؤں والوں نے مجھے بہت سی دعائیں دیں۔

آج لیکچر اٹینڈ کرنے کے بعد جب میں مظہر اور اعجاز کے ساتھ کنٹین پر بیٹھا چائے پی رہا تھا تو ثاقب کی یاد آگئی ہم دوستوں نے ثاقب کی کمی کو بہت محسوس کیا مگر ہم کچھ بھی نہیں کرسکتے تھے کیونکہ ایک دفعہ جو اس دنیا سے چلا جاتا ہے تو پھر واپس نہیں آتا۔ ہمارا وہ دوست بھی ہم سے ہمیشہ کے لیے اس دنیا سے چلا گیا تھا اب ہمارے پاس اس کی یادوں کے علاوہ کچھ بھی نہیں تھا۔ وہ تھا اور اس کی یادیں تھیں۔

کچھ عرصہ بعد ہمارے سالانہ پیپرز ہوگئے اور ہم سب اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہوگئے میری بھی شادی ہوگئی اور آج ماشاء اللہ میرے تین بچے ہیں جب بھی میرے ذہن میں پرانی یادیں آتی ہیں تو میرا جسم ایک بار لرز جاتا ہے لیکن خوشی کی بات تھی کہ کافی عرصہ سے ہمارے گاؤں میں کوئی اور ایسا واقعہ دوبارہ نہیں ہوا تھا سب گاؤں والوں کو پتہ چل گیا تھا کہ میں نے ان سے جو کچھ کہا تھا سب سچ کہا تھا اب ہر کوئی اپنی زندگی جی رہا ہے کسی کو بھی کسی چڑیل کا خوف نہیں ہے۔

آج عرصہ بعد مجھے گل بانو کا خیال آیا تو میری آنکھوں سے آنسو نکل آئے کیونکہ مجھے بھی گل بانو سے پیار ہوگیا تھا لیکن میں کچھ نہیں کرسکتا تھا لیکن جب پرانی یادوں میں کھو جاتا ہوں تو مجھے بہت اچھا لگتا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے گل بانو میرے آس پاس ہی کہیں ہو کسی نے سچ کہا ہے۔

کسی کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا

وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔

کیسی لگی میری کہانی اپنی رائے سے ضرور مجھے نوازیئے گا۔ میں آپ کی رائے کا منتظر رہوں گا

اجالے اپنی یادوں کے ہمارے ساتھ رہنے دو
نہ جانے کس گلی میں زندگی کی شام ہو جائے
✪.................... عمر دراز-کھڈیاں خاص

کون چھو کر انہیں گزرا ہے کہ کھلے جاتے ہیں
اتنے سرشار تو پہلے نہ تھے ہونٹوں کے گلاب
✪.................... محمد اسحاق انجم-کنگن پور

وہ پتھر ہے تو ہمارا بھی یہ دعویٰ ہے کہ
جسے ہمارے لب چھو جائیں وہ پتھر بول اٹھتے ہیں
✪.................... رابی-منڈی بہاؤالدین

تیرا پیار جسے ساری عمر نصیب ہو گا
وہ شخص میری نظر میں سب سے خوش نصیب ہو گا
✪.................... ربیعہ ارشد-منڈی بہاؤالدین

چہرہ تو چھپا لیا ہے اب آنکھیں بھی چھپا لو فضا
ہم دل میں اتر جاتے ہیں آنکھوں کے راستے
✪.................... ربیعہ ارشد-منڈی بہاؤالدین

سدا رہی ہونٹوں پے آخری دم تک
دیکھا نہ تو نے ہونٹوں پے تیرے پیام تھے
✪.................... اے ڈی کنول-سانگھڑ

تم بن مسکرا کر دیکھنا تو کیا
تیری خاطر خوشیاں بھی لٹا دیں گے
✪.................... اے ڈی کنول-کھپرو

زمین کے آستانوں سے فلک کے چاند تاروں تک
کوئی اہل وفا ڈھونڈو اگر ہم بے وفا ہیں تو
✪.................... اے ایچ بی-سیت پور

نقیب لمحہ بہ لمحہ ہے وقت کی آواز
نہ اب بہار کس آمد کا انتظار کرو
✪.................... واجد نگینوی-کراچی

احساس ندامت

---تحریر: قم قم نشاد۔ رتوال۔ فتح جنگ۔

احزم اور احسن حیرت زدہ نگاہوں سے تلوار کو دیکھنے لگے ڈھانے نے دوسرا گولہ پھینکا لیکن تلوار سے ٹکراتے ہی وہ بھی غائب ہوگیا۔ احزم پھرتی سے آگے بڑھا اور ڈھانچے کی ہڈیوں کا سرما بنا دیا۔ ڈھانچے کا حال دیکھ کر رنجیت غصے سے چیخ اٹھا احزم رنجیت سے مقابلہ کرنے کے لیے آگے بڑھا تو رنجیت نے اسے اٹھا کر دیوار پر دے مارا احسن نے احزم کا یہ حال دیکھا تو وہ تڑپ اٹھا اور آگے بڑھ کر رنجیت کو ٹانگ سے پکڑ لیا اور اوپر اچھال دیا۔ رنجیت اڑتا ہوا نیچے آگرا تو احسن نے اس پر مکوں کی بارش کر دی لیکن اگلے ہی لمحے رنجیت نے احسن کو دور پھینک دیا۔ رنجیت دیکھنے میں تو کافی کمزور تھا لیکن اس کے کمزور بازوؤں میں بے انتہا طاقت تھی رنجیت غصے سے غراتا ہوا احسن کی طرف بڑھا اور اس کے بالوں سے پکڑ کر اس کا سر زور زور سے غار کی دیواروں پر مارنے لگا۔ احسن کی درد بھری چیخیں وہاں گونجنے لگیں احزم اٹھا اور تلوار مضبوطی سے پکڑ لی۔ خبیث چھوڑو اسے اور مجھ سے مقابلہ کرو احزم نے چیخ کر کہا۔ مجھے خبیث کہا تو نے رنجیت غصے سے کانپتے ہوئے بولا اور ہوا کے جھونکے کی تیزی کی طرح احزم کی طرف بڑھا لیکن اگلے ہی لمحے احزم نے بھاگتے ہوئے تلوار رنجیت کے سینے میں اتار دی رنجیت کی بھیانک اور کربناک چیخیں وہاں گونج اٹھیں اس کے سینے سے گندہ سیاہ خون بہہ بہہ کر زمین کو گندہ کر رہا تھا۔ ایک دلچسپ اور سنسنی خیز کہانی

عطاریہ لان میں اداس بیٹھی ہوئی تھی پریشانی اس کے چہرے پر نمایاں تھی وہ دنیا و جہاں سے بے خبر کسی گہری سوچ میں گم سم تھی کبھی اس کا خوبصورت چہرہ مسکرا اٹھتا تو کبھی مرجھا جاتا آنکھوں مین خوف اتر آتا پھر نجانے کیا سوچ کر اس کے چہرے کے ساتھ ساتھ آنکھیں بھی مسکرا اٹھتیں وہ اپنی دنیا میں مست تھی کہ دروازے کی بیل بجی وہ چونک کر اٹھی دروازہ کھولا تو سامنے احزم کھڑا تھا احزم کو دیکھ کر اسے ذرہ بھی خوشی نہ ہوئی۔

ہائے منگیتر جی کیسی ہو۔ احزم نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

ٹھیک ہوں وہ خفگی سے کہتی ہوئی چل دی احزم بھی دروازہ بند کر کے اس کے پیچھے چلنے لگا۔

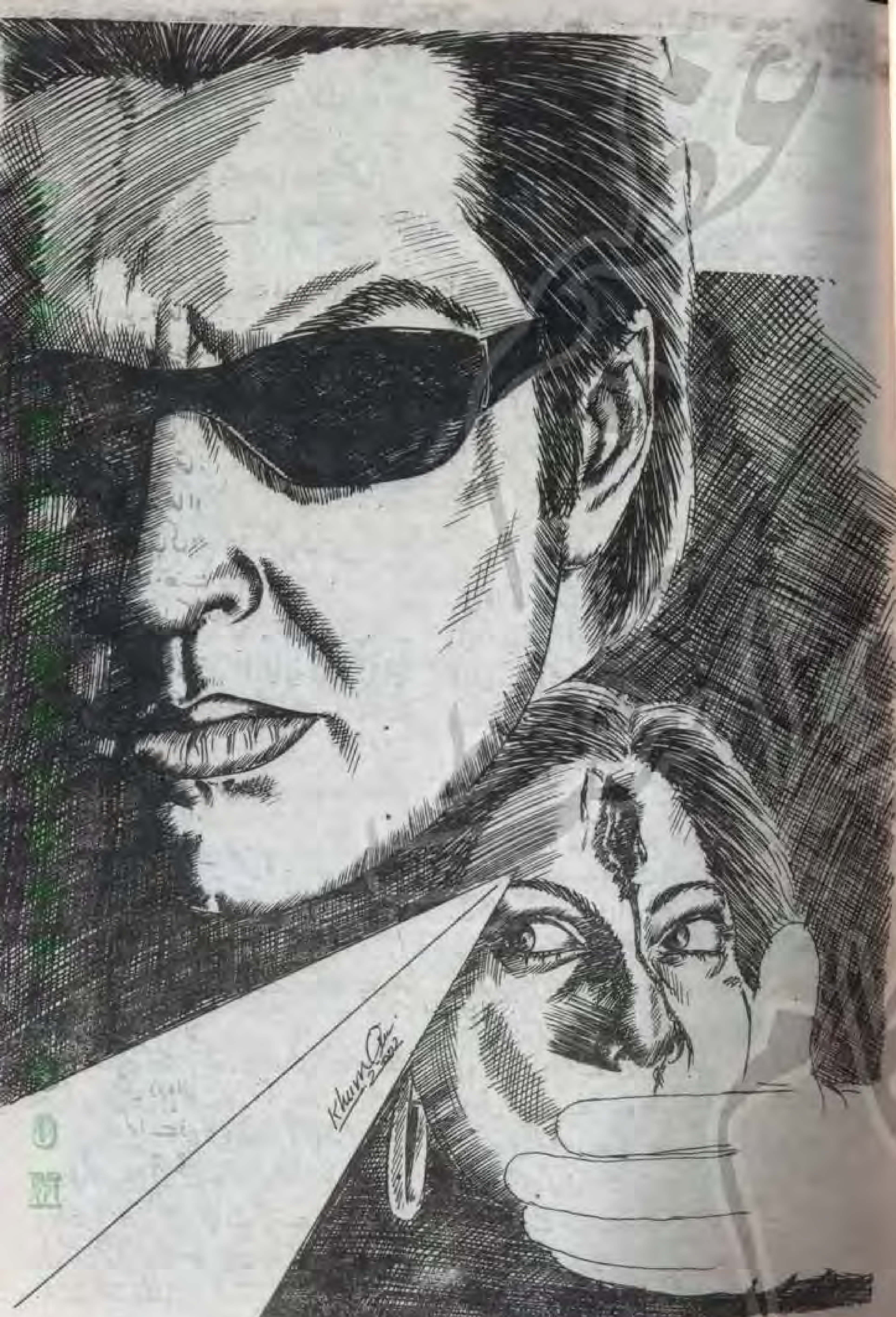
ناراض ہو مجھ سے احزم نے پوچھا۔

نہیں وہ بے زاری سے بولی

پھر تمہارا موڈ کیوں آف ہے۔ احزم نے حیرانگی سے پوچھا۔

تمہیں اس سے مطلب عطاریہ کہتی ہوئی اندر کی طرف بڑھ گئی احزم اس کے اس رویے پر حیران ہو رہا تھا آج سے پہلے عطاریہ نے کبھی احزم سے اس طرح بات نہیں کی تھی۔

عطاریہ بیٹا کون ہے عطاریہ کی ماما نے عطاریہ کو تیزی سے کمرے میں جاتے ہوئے دیکھا تو پوچھا۔



آپ خود ہی دیکھ لیں۔ عطاریہ تیزی سے کہتی ہوئی اپنے کمرے میں گھس گئی پتہ نہیں اس لڑکی کو آج کل کیا ہوگیا ہے سیدھے منہ بات ہی نہیں کرتی عطاریہ کی ماما بڑبڑائیں اور باہر لان میں آگئیں احزم کو حیران پریشان کھڑا دیکھ کر وہ گھبرا گئیں۔

ارے احزم۔۔ عطاریہ کی ماما نے کہا اور احزم کی طرف بڑھی۔

اسلام علیکم آنٹی۔ احزم نے زبردستی اپنے چہرے پر مسکراہٹ سجاتے ہوئے کہا اس کا چہرہ بالکل بھی اس کی مسکراہٹ کا ساتھ نہیں دے رہا تھا عطاریہ کی ماما بھی سمجھ گئیں کہ عطاریہ نے ضرور اس سے کوئی الٹی سیدھی بات کی ہے۔

وعلیکم اسلام۔ بیٹا خوش رہو تم کب آئے ماما نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

ابھی ابھی آیا ہوں آنٹی احزم نے جواب دیا۔

اچھا تو ایک ہفتہ بعد ہماری یاد کیسے آگئی یقیناً عطاریہ سے ہی ملنے آئے ہو گے عطاریہ کی ماما نے کہا اور لان میں رکھی کرسی پر بیٹھ گئیں۔۔ احزم ان کی بات پر شرمندہ سا ہو گیا اور ان کے سامنے رکھی کرسی پر بیٹھ گیا۔

آنٹی آج کل آفس میں کام بہت زیادہ ہے جس وجہ سے وقت کا پتہ ہی نہیں چلتا۔۔ احزم نے مختصراً بتایا۔

عطاریہ سے بات ہوئی ہے۔۔ عطاریہ کی ماما نے بات بدلی۔

لگتا ہے عطاریہ مجھ سے ناراض ہے سیدھے منہ بات ہی نہیں کی مجھ سے۔

پتہ نہیں بیٹا آج کل عطاریہ کو کیا ہو گیا ہے سے ہی نہیں ہر ایک کے ساتھ اس کا ایسا ہی رویہ ہر وقت خاموش بیٹھی رہتی ہے کسی سے بات کرنے دل نہیں کرتا اس کا عطاریہ کی ماما نے پریشانی ظاہر کرتے ہوئے بتایا۔

آنٹی آپ فکر نہ کریں سب ٹھیک ہو جائے گا احزم نے آنٹی کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

اچھا بیٹا تم بیٹھو میں چائے بناتی ہوں عطاریہ کی ماما نے کہا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

نہیں آنٹی اب میں چلتا ہوں مجھے ایک بہت ہی ضروری کام ہے چائے پھر کبھی سہی کل پھر چکر لگاؤں گا احزم نے کہا اور دروازے کی جانب چل پڑا عطاریہ کی ماما نے بھی اسے روکنے کی کوشش نہیں کی تھی پتہ نہیں عطاریہ کو کیا ہو گیا ہے آج لیتی ہوں میں اس کی خبر عطاریہ کی ماما نے خود سے کہا اور کچن کی طرف چل دی۔

احسن اس وقت پارک میں تھا وہ بے چینی سے کسی کا انتظار کر رہا تھا پتہ نہیں وہ ابھی تک کیوں نہیں آئی اگر وہ آج آئی تو میں اس سے ضرور بات کروں گا اس سے پوچھوں گا کہ وہ اتنی خاموش کیوں ہے اسے کیا پریشانی ہے اس کا خوبصورت چہرہ ہر وقت کیوں اداس رہتا ہے اس کے دل میں کیا غم ہے اس کی جھیل جیسی گہری آنکھیں جھیل کے پانی کی طرح کیوں خاموش ہیں یہ سب میں اس سے ضرور پوچھوں گا احسن نے دل ہی دل میں سوچا اگر اس نے مجھ سے بات نہ کی اور مجھے یہ سب نہ بتایا تو یہ سوچ کر احسن کا چہرہ پریشان سا ہو گیا احسن کا انتظار ختم ہو گیا جس کا وہ بے صبری سے انتظار کر رہا تھا وہ آچکی تھی احسن اسے دیکھ کر خوش ہو گیا اس کا اترا ہوا چہرہ کھل اٹھا وہ آتے ہی مخصوص جگہ پر بیٹھ گئی اور خاموش نظروں سے آتے جاتے لوگوں کو دیکھنے لگی وہ بہت ہی خوبصورت تھی گوری رنگت سرخ ہونٹ جھیل جیسی گہری آنکھیں بہت ہی خوبصورت تھیں احسن چند لمحے کھڑا اسے دیکھتا رہا اس کی جھیل جیسی گہری آنکھوں میں تیرتے آنسو جھیل کے پانی کی طرح چمکنے لگے احسن اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر تڑپ اٹھا وہ تیزی کے ساتھ چلتا ہوا اس کی طرف بڑھا وہ سر جھکائے بیٹھی تھی احسن نے کھانستے ہوئے اسے اپنی طرف متوجہ کیا اس نے سر اٹھا کر اوپر دیکھا اس کے رخساروں پر آنسوؤں کی ایک لڑی تھی احسن کا دل چاہا کہ وہ اس کے آنسو اپنے ہاتھوں میں جذب کر لے لیکن وہ لوگوں کے سامنے خود کو تماشہ نہیں بنانا چاہتا تھا اس لڑکی نے جب ایک اجنبی شخص کو اپنے سامنے کھڑا دیکھا تو وہ گھبرا سی گئی اس نے جلدی سے اپنے آنسو دوپٹے میں جذب کر لیے۔

آپ کون ہیں۔ اور کیوں رو رہی ہیں احسن نے بے تابی سے پوچھا۔ اس کے اس سوال پر وہ بوکھلا گئی اس نے نظر اٹھا کر احسن کی طرف دیکھا احسن کی آنکھوں میں اس کے لیے محبت ہی محبت تھی اسے احسن سے خوف آنے لگا اس نے احسن کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور اٹھ کر ایک طرف چلنے لگی۔

پلیز میری بات سنو میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں احسن نے کہا اور اس کے پیچھے بھاگا۔

لیکن میں آپ کی کوئی بات نہیں سننا چاہتی اس لڑکی نے جواب دیا اور تیزی سے چلنے لگی۔

رکو۔۔ احسن نے آگے بڑھ کر اس کا بازو پکڑ لیا۔ وہ لڑکی ایک جھٹکے سے پیچھے مڑی۔

کیا کہنا چاہتے ہیں آپ۔ بولیں وہ گھبرا کر بولی

تم ہر وقت اتنی پریشان کیوں رہتی ہو مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تمہارے اندر ایک بہت بڑا غم چھپا ہے میں روز آپ کو اس طرح پریشان دیکھتا ہوں تو میرا دل تڑپ اٹھتا ہے احسن نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

میں آپ کی کسی بھی بات کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھتی اس لڑکی نے کہا اور احسن سے اپنا بازو چھڑا کر بھاگنے کے انداز میں پارک سے نکل گئی احسن وہاں ہی کھڑا تھا میرا نام بھی احسن ہے میں اتنی آسانی سے تمہارا پیچھا چھوڑنے والا نہیں ہوں تمہارے دل کا حال ضرور جان کر رہوں گا احسن بڑبڑایا آج تو یاد آئی اس تنہا دل کو میرے۔ احسن کا موبائل بجا ہیلو احسن نے کال ریسو کی ابو میں ایک دوست کے ساتھ ہوں بس ابو میں دس منٹ میں آتا ہوں احسن نے کہا اور رابطہ منقطع کر دیا اور اپنی موٹر بائیک پر بیٹھ کر گھر کی طرف چل دیا۔

رنجیت جادوگر ایک غار میں بیٹھا آنکھیں بند کیئے منہ ہی منہ میں کچھ پڑھ رہا تھا اس کے سامنے آگ جل رہی تھی اس کی شکل بہت ہی بھیانک تھی اس کا جسم بہت ہی موٹا کالا سیاہ تھا چھوٹی چھوٹی گول آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں موٹے موٹے ہونٹ چہرے کو مزید خوفناک بنا رہے تھے رنجیت جادوگر نے اپنی آنکھیں کھولیں اور بھڑکتی ہوئی آگ پر پھونک ماری تو آگ مزید تیز ہو گئی ہاہاہا۔۔ ہاہاہا۔۔ میں بہت جلد اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤں گا پھر دنیا کی کوئی بھی طاقت مجھے ختم نہیں کر سکے گی میں دینا کا سب سے طاقتور جادوگر بن جاؤں گا بڑے بڑے جادوگر میرے سامنے سر جھکائے کھڑے ہوں ہاہاہا۔ ہاہاہا۔۔ غار میں ہر طرف رنجیت جادوگر کے قہقہے گونجنے لگے پھر رنجیت جادوگر نے کچھ پڑھ کر پھونک ماری تو وہاں ایک بہت ہی بھیانک شکل والا بھوت آگیا۔ اکاش بھوت میں نے جس کام پر تمہیں لگایا ہے تو کہاں تک پہنچا ہے رنجیت جادوگرن پوچھا۔

آپ نے جس کام پر مجھے لگایا تھا میں اس میں کامیاب ہوتا جا رہا ہوں میں اس لڑکی کے پاس ایک خوبصورت شہزادے کا روپ اپنا کر جاتا ہوں جب سے میں اس کے سامنے گیا ہوں وہ اپنے

منگیتر کو بھولتی جارہی ہے وہ دھیرے دھیرے میری محبت میں پاگل ہورہی ہے ہر وقت میرے ہی بارے میں سوچتی رہتی ہے میں اکثر دن کو بھی غائب ہوکر اس کے پاس رہتا ہوں وہ ہر وقت گہری سوچوں میں ڈوبی رہتی ہے اکاش بھوت نے بتایا۔

یہ تو بہت اچھی بات ہے بس تو جتنا جلدی ہوسکے اس لڑکی کو یہاں لے آ اور اس بات کا خیال رکھنا کہ وہ لڑکی اپنی مرضی سے یہاں آئے اور ہاں اس لڑکی پر اپنا طلسم مت چھوڑنا ورنہ وہ لڑکی میرے لیے بیکار ہوجائے گی اور میرا چلہ بھی ناکام ہوجائے گا میں یہ کبھی بھی برداشت نہیں کرسکتا کیونکہ اس چلے میں میری برسوں کی محنت شامل ہے میں نے اس چلے کا عمل حاصل کرنے کے لیے پندرہ سال لگائے ہیں اور تم تو جانتے ہو کہ میں ہار کسی بھی صورت میں برداشت نہیں کروں گا۔ وہ غضبناک ہوکر بولا۔

آپ بے فکر رہیں میں اس لڑکی پر اپنا طلسم نہیں چھوڑوں گا اسے تو یہ بھی پتہ نہیں ہے کہ میں ایک بھوت ہوں وہ تو سمجھتی ہے کہ میں پرستان کا شہزادہ ہوں اور پرستان سے خاص اسے ملنے آتا ہوں مجھے یقین ہے کہ وہ بہت جلد میرے پیار کے جادو میں پاگل ہوکر یہاں آجائے گی اکاش بھوت نے بتایا تو رنجیت جادوگر کے خوفناک چہرے پر ایک بھیانک مسکراہٹ پھیل گئی۔

اچھا اب تم جاؤ یہاں سے اگر تم نے کوئی غلطی کی تو تمہیں اس کی بہت ہی بھیانک سزا ملے گی ہر کام بہت سوچ سمجھ کر کرنا رنجیت جادوگر نے کہا تو اکاش بھوت سر جھکا کر غائب ہوگیا۔ جبکہ رنجیت جادوگر چلہ میں مصروف ہوگیا۔ اسے اپنے اردگرد سفید دھواں اڑتا ہوا نظر آرہا تھا رنجیت بہت خوش ہورہا تھا کیونکہ وہ اسی دھویں کو ہی قابو کرنے کے لیے چلہ کررہا تھا وہ دھواں کافی دیر تک رنجیت جادوگر کے گرد چکر لگاتا رہا پھر غائب ہوگیا۔

عطاریہ اور احزم آپس میں کزن بھی ہیں اور منگیتر بھی دونوں ایک دوسرے کے ساتھ بہت محبت کرتے ہیں دونوں ہی اک دوسرے کے بغیر جینے کا تصور بھی نہیں کرسکتے ہیں احزم تو اپنی جان سے بھی زیادہ عطاریہ کو چاہتا ہے عطاریہ اکثر احزم سے ناراض ہوجاتی ہے کیونکہ احزم آفس کے کام کی وجہ سے عطاریہ کے گھر نہیں آتا تو وہ اس سے ناراض ہوجاتی ہے لیکن اس دفعہ اس کے ناراض ہونے کی وجہ کچھ اور ہی تھی اس کی زندگی میں کوئی اور آگیا تھا احزم کو دیکھ کر اسے ذرہ بھی خوشی نہیں ہوئی تھی احزم سے وہ بے پناہ محبت کرتی تھی اسے اپنے آپ سے بھی زیادہ چاہتی تھی لیکن جب اس نے شہزادے کو دیکھا تو وہ اس کی دیوانی ہوگئی تھی اس کے دل سے احزم کا پیار نکل گیا تھا اس شہزادے نے اسے اپنا نام شہزاد بتایا تھا وہ بہت ہی خوبصورت تھا اس کی بڑی بڑی کالی سیاہ آنکھیں سفید رنگ اور لمبا قد تھا اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی پراسرار کشش تھی جو ہر دیکھنے والے کو اپنے سحر میں جکڑ لیتی تھی وہ رات کے اندھیرے میں آتا اور دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ساری رات باتیں کرتے رہتے صبح ہوتے ہی وہ چلا جاتا اس کی اصل حقیقت کیا تھی عطاریہ نہیں جانتی تھی وہ اصل میں شہزاد نہیں بلکہ اکاش بھوت تھا جو رنجیت جادوگر کے کہنے پر ایسا کررہا تھا عطاریہ کو شہزادے کے روپ میں ملتا تھا تاکہ اسے اپنے پیار کے جال میں پھنسا کر رنجیت کے پاس لے آئے رنجیت ایک ایسا چلہ کرنا چاہتا تھا جس سے وہ دنیا کا طاقتور جادوگر بن جائے اس چلے کے لیے اسے پانچ ایسی لڑکیوں کی ضرورت تھی جو چاند کی چودھویں کو پیدا ہوئی تھی اور وہ لڑکیاں اپنی مرضی سے وہاں آئیں چار لڑکیوں کو اکاش بھوت پہلے ہی

رنجیت کے حوالے کرچکا تھا رنجیت نے ان لڑکیوں کو ایک تہہ خانے میں قید کررکھا تھا اب آخری لڑکی یعنی انہیں اب عطاریہ کی ضرورت تھی جس میں وہ کافی حد تک کامیاب بھی ہوگئے تھے رنجیت اگر چلہ کرکے ان لڑکیوں کا خون پی لے تو وہ جادوگروں کا سب سے بڑا جادوگر بن جائے۔

احزم کی دو بہنیں تھیں ایک سامعہ اور دوسری ساریہ احزم دونوں سے بے پناہ پیار کرتا تھا وہ تینوں ہی ماما بابا کے لاڈلے ہیں لیکن اس کی بہن سامعہ نے انہیں بہت بڑا دکھ دیا اور وہ کسی لڑکے کے ساتھ گھر سے بھاگ گئی سامعہ کے جانے کے بعد وہ سب ٹوٹ کر رہ گئے اس موقعے پر عطاریہ نے انہیں حوصلہ دیا کیونکہ وہ احزم کی کزن ہے وہ ہر روز احزم کے گھر آتی تھی اور انہیں حوصلہ دیتی احزم اور عطاریہ محبت کرتے تھے ان کی محبت کسی سے چھپی نہ تھی ان کی محبت سے ان کے ماں باپ بھی واقف تھے اس لیے ان کی منگنی کردی گئی تھی جبکہ سامعہ تو اب ان کی زندگیوں سے نکل چکی تھی۔ جبکہ احسن احزم کا دوست ہے دونوں کی ملاقات آفس میں ہوئی تھی جس دن احزم آفس میں انٹرویو دینے کے لیے گیا تھا اس دن احسن بھی انٹرویو دینے کے لیے وہاں آیا تھا دونوں کی ٹکر ہوئی تھی اور پھر دوستی ہوگئی دونوں کو ہی اس وقت خوشی ہوئی جب دونوں کو ہی نوکری مل گئی اور یوں دونوں کی دوستی مزید گہری ہوگئی احزم نے اپنے بارے میں احسن کو سب کچھ بتادیا تھا ایک دن احسن پارک میں گیا تو ایک لڑکی کو وہاں خاموش بیٹھا ہوا دیکھا وہ اسے بہت پیاری لگی وہ لڑکی وہاں روزانہ آتی احسن بھی روز اسے دیکھنے کے لیے پارک میں چلا جاتا وہ اس لڑکی کو خاموش اور پریشان دیکھتا تو اس کا دل تڑپ اٹھتا کیونکہ اسے اس لڑکی سے محبت ہوگئی تھی وہ روزانہ ہی یہ فیصلہ کرکے آتا کہ آج وہ ضرور اس لڑکی سے بات کرے گا لیکن نجانے کیوں اس کا پریشان چہرہ دیکھ کر وہ بھی دکھی ہوجاتا اور اسے بات کیے بغیر ہی گھر واپس آجاتا لیکن آج اس نے اس لڑکی سے بات کرنے کی کوشش کی لیکن وہ لڑکی وہاں سے چلی گئی احسن نے بھی دل میں پکا ارادہ کرلیا تھا کہ وہ اس کے دل کا راز ضرور جان کر رہے گا۔

عطاریہ کارپٹ پر کشن پر گم سم بیٹھی ہوئی تھی وہ ہر چیز سے لاتعلق کسی گہری سوچ میں گم تھی میں احزم کو کیسے بتاؤں کہ میری زندگی میں کوئی اور آگیا ہے میرے دل میں اب احزم کی بجائے اس کا پیار بس گیا ہے میرا دل اب صرف شہزاد ہی کا عاشق ہے میں اب احزم کو سب کچھ بتادوں گی میں اسے کسی دھوکے میں نہیں رکھوں گی عطاریہ پریشانی سے سوچے جارہی تھی اچانک ہی کمرے میں ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چلنے لگی تو عطاریہ خوش ہوگئی خوشی سے اس کا چہرہ سرخ ہورہا تھا جو پریشانی اور اداسی تھوڑی دیر پہلے اس کے چہرے پر چھائی ہوئی تھی وہ غائب ہوچکی تھی اس کے لبوں پر گہری مسکراہٹ رقص کررہی تھی جیسے اسے دنیا وجہاں کی سب سے بڑی خوشی مل گئی ہو اچانک ہی اس کے کمرے میں ایک شعلہ سا بھڑکا اور اس شعلے نے شہزادے کی شکل اختیار کرلی۔ عطاریہ اسے اپنے سامنے دیکھ کر مدہوش سی ہوگئی اسکی کالی سیاہ جھیل سی گہری آنکھوں میں ایک پراسرار سی چمک تھی عطاریہ ہر چیز سے بے خبر اس کی آنکھوں میں دیکھے جارہی تھی اور وہ بھی اس کی آنکھوں میں دیکھے جارہا تھا شہزادے نے اپنے خوبصورت ہاتھ اس کی آنکھوں کے سامنے لہرائے تو عطاریہ ہوش کی دنیا میں واپس آگئی۔

شہزاد تم آگئے میں کب سے تمہارا انتظار کررہی تھی تم جانتے بھی ہو کہ میں تمہارے بن کتنی اداس ہوجاتی ہوں پھر بھی تم آنے میں دیر کردیتے

ہو وہ خفا سی ہو کر بولی۔

سوری عطاریہ مجھے ایک بہت ہی ضروری کام پڑ گیا تھا جس وجہ سے آنے میں دیر ہو گئی اب آئندہ ایسا نہیں ہو گا میں جانتا ہوں کہ تم میرے بغیر اداس ہو جاتی ہو لیکن میری مجبوری ہے میں جب تک اندھیرا نہ پھیل جائے میں نہیں آ سکتا اس نے مایوسی سے کہا۔

اچھا چھوڑو یار اس بات کو آؤ بیٹھو باتیں کرتے ہیں عطاریہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ شہزاد بھی اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

عطاریہ میں تمہیں اپنی دینا دکھانا چاہتا ہوں میری دنیا بہت خوبصورت ہے یہاں مجھے تم سے چھپ کر ملنا پڑتا ہے وہاں تو ہمیں کھلی آزادی ہو گی ہم جہاں چاہیں گے بیٹھ کر باتیں کر سکتے ہیں وہاں ہمیں کوئی بھی روکنے والا نہیں ہو گا کیا تم میرے ساتھ چلو گی شہزاد نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

ہاں کیوں نہیں میں تمہارے ساتھ ضرور چلوں گی لیکن ابھی نہیں عطاریہ نے مسکراتے ہوئے کہا

• عطاریہ تم نے اپنے منگیتر سے بات کی تھی شہزاد نے پوچھا۔ عطاریہ پریشان ہو گئی۔

نہیں میں نے اس سے بات نہیں کی تھی مجھے اس سے نفرت ہے میرا اس سے بات کرنے کو بالکل بھی دل نہیں کرتا ہے لیکن میں کل اس سے ضرور بات کروں گی اور اس کو منگنی کی انگوٹھی بھی واپس کر دوں گی مجھے اب اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے میری زندگی اب تم ہو میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی عطاریہ نے جذباتی لہجے میں کہا۔

لیکن عطاریہ پہلے تو تم احزم سے ہی محبت کرتی تھی ناں اب تمہیں اس سے اتنی نفرت کیوں ہو گئی ہے شہزاد نے شکوہ کرتے ہوئے کہا۔

ہاں شہزاد یہ سچ ہے کہ میں احزم سے محبت کرتی تھی لیکن جب میں نے تمہیں دیکھا تو میں سچے دل سے تمہیں چاہنے لگی اب میرا دل صرف تمہارا ہے میرے دل میں صرف تمہارے لیے ہی محبت ہے میں تمہارے علاوہ کسی کا تصور بھی نہیں کر سکتی عطاریہ بے قرار ہو کر بولی۔

عطاریہ مجھے تمہاری محبت پر پورا یقین ہے تمہارے دل میں صرف میرے لیے پیار ہے یہ سچائی تمہاری باتوں سے ہی نہیں تمہاری آنکھوں میں بھی نظر آتی ہے شہزاد نے کہا تو عطاریہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔

احزم آفس میں خاموش بیٹھا ہوا تھا اس کا دل آج کام کرنے کو بالکل بھی نہیں کر رہا تھا اس کا دھیان صرف عطاریہ کی طرف تھا عطاریہ کے کہے ہوئے الفاظ بار بار اسے اپنے کانوں میں سنائی دے رہے تھے احسن نے احزم کو خاموش دیکھا تو اس کے پاس آ گیا اور اس کے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔ مگر احزم کو کچھ ہوش نہ تھا۔

احزم تم ٹھیک تو ہو ناں ۔۔ احسن کی بات پر احزم چونکا۔

ہاں میں ٹھیک ہوں ۔۔ احزم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

لیکن مجھے تو تمہاری طبیعت بالکل بھی ٹھیک نہیں لگ رہی ہے ۔۔ احسن نے اسے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

یار یہ سب تمہارا وہم ہے میں ٹھیک ہوں احزم نے سامنے پڑی فائل بند کرتے ہوئے کہا۔

یار یہ سب میرا وہم نہیں ہے تمہاری یہ مسکراہٹ بالکل بھی تمہارے چہرے کا ساتھ نہیں دے رہی ہے اگر کوئی پریشانی ہے تو مجھ سے شیئر کرو ہو سکتا ہے تمہاری پریشانی کا حل میرے پاس ہو احسن نے احزم کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

یار احسن میری منگیتر مجھ سے ناراض ہو گئی ہے کل اس کے گھر گیا تھا لیکن اس نے بات ہی نہیں کی احزم نے پریشانی سے بتایا۔

تو اس میں پریشان ہونے والی کیا بات ہے اسے منا لو احسن نے مشورہ دیتے ہوئے کہا۔

پر کیسے احزم نے پوچھا۔

تم ایسا کرو کہ اسے فون کر کے گھر سے باہر بلا لو اور منا لو احسن نے مشورہ دیا۔

یار کہتے تو تم ٹھیک ہو۔۔ احزم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور ہاں جاتے ہوئے سرخ گلاب کا پھول بھی ساتھ لے جانا میں نے سنا ہے کہ لڑکیوں کو سرخ گلاب بہت پسند ہیں احسن نے دوستانہ انداز میں کہا تو احزم ہنس دیا۔

اچھا تو بتا تمہاری بات ہوئی اس سے احزم نے تجسس سے پوچھا۔

ہاں یار بات کی تھی اس سے لیکن اس نے میری کسی بھی بات کا جواب نہیں دیا۔ اور چلی گئی احسن نے بتایا۔

احسن کیا واقعی تم اس سے محبت کرتے ہو احزم نے پوچھا۔

اس کے لیے بے قراری اس کے لیے تڑپ اس کے بارے میں سوچنا یہ محبت نہیں تو اور کیا ہے میں واقعی اسے دل و جان سے چاہتا ہوں اس کی معصوم صورت ہر وقت میرے دل پر چھائی رہتی ہے اس کی آنکھوں میں آنسو مجھے تجسس میں ڈال دیتے ہیں مجھے ایسا لگتا ہے کہ ضرور اس کو کوئی ایسی پریشانی ہے جو اسے اندر ہی اندر کھائے جا رہی ہے وہ منہ سے تو کچھ نہیں کہتی لیکن اسکی آنکھوں میں بہتے آنسو بتاتے ہیں کہ اسے کوئی گہرا غم ہے احسن نے سچے دل سے کہا۔

یار احسن تم بہت پاگل ہو تمہیں تو یہ تک نہیں پتہ کہ وہ کون ہے اس کا نام کیا ہے اس کا تعلق کہاں سے ہے اور تم اس کے پیچھے پاگلوں کی طرح پھر رہے ہو ہو سکتا ہے وہ شادی شدہ ہو احزم نے اندازہ لگاتے ہوئے کہا۔

احسن کچھ پریشان سا ہو گیا ہاں یار کہتے تو تم ٹھیک ہی لیکن مجھے لگتا ہے کہ وہ شادی شدہ نہیں ہے اگر وہ شادی شدہ ہوتی تو اس کے ساتھ اس کا شوہر بھی آتا لیکن میں نے اسے ہمیشہ اکیلا ہی دیکھا ہے وہ ہر وقت کھوئی کھوئی رہتی ہے نجانے اس کے دل میں کیا درد ہے کہ وہ ارد گرد سے بے خبر اپنے ہی خیالوں میں گم رہتی ہے احسن نے فکر مندی سے کہا۔ احسن تم اسے اپنے دل کا حال بتا دو یہ نہ ہو کہ اسے کوئی اور لے جائے اور تو دیکھتا ہی رہ جائے احزم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ہاں یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں ۔۔ احسن نے سنجیدگی سے کہا۔

تو اب سوچ لو احزم نے کندھے اچکا کر کہا

لیکن ایک مسئلہ ہے ناں یار۔ احسن نے پریشانی سے کہا۔

وہ کیا احزم نے حیران ہو کر پوچھا۔

یار مجھے ڈر ہے کہ اگر اسے میری بات بری لگے اور وہ شور مچا کر لوگوں کو اکٹھا کر لے میری تو مفت میں ہی پٹائی ہو جائے گی ناں ۔۔ احسن نے برا منہ بنا کر کہا تو احزم قہقہے لگا کر ہنسنے لگا۔

یار میری جان پر بنی ہوئی ہے اور تو ہنس رہا ہے احسن نے غصے سے کہا۔

یار ایسے کاموں میں پٹائی تو ہوتی رہتی ہے تمہیں پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

تو تمہارا کیا خیال ہے میں پٹائی کروا لوں احسن نے احزم کی بات کاٹ کر کہا۔

میرے کہنے کا یہ مطلب نہیں تھا احزم نے سنجیدہ ہو کر کہا۔

تو پھر تمہارا کیا مطلب تھا احسن نے گھورتے ہوئے کہا۔

میرا مطلب یہ ہے کہ اگر ایسی ویسی نوبت آئی تو تم بھاگ آنا ویسے بھی تم گھوڑے کی طرح تیز بھاگتے ہو احزم نے ہنستے ہوئے کہا۔ تو احسن نے اسے گھورا۔

یار آسان حل بتاناں احسن نے بے تابی سے کہا تو احزم سنجیدہ ہوگیا۔

یار جیسا کہ تم بتا رہے تھے کہ وہ بہت معصوم لڑکی ہے ہر وقت اداس اور کھوئی کھوئی سی رہتی ہے پھر وہ ایسا نہیں کرے گی۔ احزم نے کہا تو احسن خوش ہوگیا۔

یار جب پارک پہنچتا ہوں تو ابو کی کال آجاتی ہے کہ تم ابھی تک گھر کیوں نہیں آئے جلدی سے گھر پہنچو ابو اتنے غصے میں کہتے ہیں کہ میری جسے جان ہی نکل جاتی ہے۔

احسن کی اس بات پر احزم قہقہے لگا کر ہنسنے لگا پارک میں جاتے ہی موبائل آف کرلیا کروناں احزم نے ہنستے ہوئے کہا۔

آئندہ ایسا ہی کروں گا احسن نے مسکرا کر کہا۔

اچھا اب جا اپنا کام کر اور مجھے بھی اپنا کام کرنے دو احزم نے سامنے پڑی فائل کو کھولتے ہوئے کہا تو احسن وہاں سے جانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا اور ہاں سن اگر پٹائی ہوگئی ناں تو مجھے کال کردینا میں تمہیں ہسپتال پہنچادوں گا احزم نے ایک انداز سے کہا تو احسن نے اسے گھور کر دیکھا جبکہ احزم فائل کی طرف متوجہ ہوگیا۔

ہاہاہا۔۔ ہاہاہا۔۔ غار میں رنجیت جادوگر کے قہقہے گونج رہے تھے وہ بہت خوش نظر آرہا تھا میں بہت طاقتور ہوگیا ہوں میری شیطانی طاقتوں میں اضافہ ہوگیا ہے اب جو بھی میرا مقابلہ کرنے آئے گا میں اسے ایسی موت ماروں گا کہ آئندہ کوئی بھی میری طرف دیکھنے کی جرات نہیں کرے گا۔ رنجیت جادوگر خوشی سے جھومے جارہا تھا اچانک ہی وہاں آکاش بھوت نمودار ہوا۔

آؤ آؤ اکاش بھوت کیا خبر لائے ہو رنجیت نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

آقا آپ کے لیے ایک بہت ہی اچھی خبر ہے اکاش بھوت نے سر جھکا کر کہا۔

تو جلدی بتا رنجیت جادوگر نے بے تابی سے کہا

آقا وہ لڑکی مان گئی ہے وہ میرے ساتھ یہاں آنے کو تیار ہوگئی ہے وہ میرے پیار میں مکمل طور پر پھنس چکی ہے اور مجھے کہہ رہی تھی کہ میں اب صرف تمہاری ہوں تم مجھے جہاں بھی لے کر جاؤ گے میں تمہارے ساتھ چلنے کو تیار ہوں اکاش بھوت نے تفصیل سے بتایا۔

ہاہاہا۔۔ ہاہاہا۔ اکاش بھوت اآج تم نے میرا دل خوش کردیا ہے کیونکہ اآج تم جو بھی مانگو کے میں تمہیں دوں گا میں آج بہت خوش ہوں کیونکہ مجھے دو خوشیاں ملی ہیں رنجیت جادوگر نے قہقہہ کر کہا۔

آقا ایک خوشی کی خبر تو میں نے آپ کو دی ہے دوسری خوشی کی خبر کیا ہے اکاش بھوت نے پوچھا۔

اکاش میں سفید دھویں کو قابو کرلیا ہے وہ دھواں بہت بڑی طاقت ہے اس دھویں کو جس نے بھی قابو کرنے کی کوشش کی تو اس دھویں نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا لیکن آج میں اسے قابو کرنے میں کامیاب ہوگیا ہوں جادوگر نے بتایا۔

کیا یہ دھواں مجھ سے بھی زیادہ طاقت ور ہے اکاش بھوت نے پوچھا۔

ہاں اکاش یہ دھواں تم سے بھی زیادہ طاقت رکھتا ہے رنجیت جادوگر نے مسکرا کر کہا۔

یہ دھواں کیا کچھ کرسکتا ہے اکاش بھوت نے تجسس سے کہا۔

یہ بہت بڑی تباہی پھیلا سکتا ہے زمین کی تہہ میں چلا جاتا ہے ہوا میں اڑتے جادوگروں کو یہ لمحوں میں پکڑ سکتا ہے اور اگر میں اس دھویں کے اندر چلا جاؤں تو کوئی بھی جادوگر مجھے نہیں مار سکتا۔ اور نہ ہی مجھے دیکھ سکتا ہے اگر کوئی منتر کے ذریعے مجھے دیکھنے کی کوشش کرے تو بھی مجھے نہیں دیکھ پائے گا رنجیت جادوگر نے تفصیل سے بتایا۔

اسی خوشی میں آپ مجھے انسانی خون پلادیں اکاش بھوت نے فرمائش کی۔

ہاہاہا۔۔ رنجیت نے قہقہہ لگایا اور اپنے پاس پڑا خون کا پیالہ اکاش بھوت کی طرف بڑھایا اکاش بھوت نے جلدی سے پیالہ پکڑا اور خون پینے لگا اس نے سارا خون ایک ہی سانس میں ختم کرلیا اکاش بھوت تیرے پاس صرف ایک دن کا ٹائم ہے اگر تو اس لڑکی کو یہاں لاسکتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ اگلا آنے والا دن تمہاری زندگی کا آخری دن ہوگا۔ تم آج رات اس لڑکی کو یہاں لے آنا میں چاہتا ہوں کہ اس لڑکی کے آنے کے بعد میں چلہ شروع کروں رنجیت نے اکاش بھوت کو دھمکی دیتے ہوئے کہا۔

ٹھیک ہے آقا میں آج رات ہی اس لڑکی کو یہاں آؤں گا اکاش بھوت نے کہا اور وہاں سے غائب ہوگیا۔

گھر پہنچتے ہی احزم نے عطاریہ کو فون کردیا عطاریہ جو اس وقت چھت پر دونوں گھٹنوں کے گرد لپٹے ہوئے بیٹھی تھی احزم کی کال دیکھ کر اس کے چہرے پر غصہ آگیا۔

ہیلو۔ اس نے نہ چاہتے ہوئے کال ریسیو کی

دل سے تیرا خیال جدا تو نہیں کیا
رکھا جو تجھے یاد برا تو نہیں کیا
اے زندگی ہم سے ہیں لوگ ناراض کس لیے
ہم نے کبھی کسی کو خفا تو نہیں کیا

احزم نے شعر گنگنایا۔

شٹ اپ۔ عطاریہ نے غصے سے کہا۔

تیری سادگی میں اتنا سنگار ہے تیرا سنگار کیا ہوگا
تیرے غصے میں اتنا پیار ہے تیرا پیار کیا ہوگا

احزم نے ایک انداز سے شعر کہا احزم اگر تم نے اور بکواس کی تو میں فون بند کردوں گی عطاریہ نے غصے سے دھمکی دیتے ہوئے کہا۔

عطاریہ میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔ احزم نے سنجیدہ ہوکر کہا۔

ہاں میں بھی تم سے ملنا چاہتی ہوں میں تم سے کوئی ضروری بات کرنا چاہتی ہوں عطاریہ نے اکتا کر کہا۔

اچھا تو پھر تم تیار ہوجاؤ میں ابھی آتا ہوں کہیں باہر چل کر بات کرتے ہیں احزم نے خوشی سے کہا۔

ٹھیک ہے۔ عطاریہ نے یہ کہہ کر فون بند کردیا

احزم خوشی سے اٹھا اور تیار ہونے لگا بلیک پینٹ اور پنک کلر کی شرٹ پہن کر وہ واش روم سے باہر نکلا اور شیشے کے سامنے کھڑا ہوکر کنگھی کرنے لگا اسی لمحے احزم کی بہن ساریہ کمرے میں داخل ہوئی اور دروازے سے ٹیک لگا کر کھڑی ہوگئی احزم نے شیشے میں اسے دیکھ لیا تھا اور وہ اب پرفیوم لگانے میں مصروف تھا

بھیا۔ آج آپ بہت خوش دکھائی دے رہے ہیں کہاں جانے کا ارادہ ہے۔

تمہیں کیوں بتاؤں احزم نے شوخی سے کہا

یقیناً بھابھی سے ملنے جارہے ہوگے۔ ساریہ نے کہا تو احزم نے پیچھے مڑ کر اسے دیکھا اور چلتا ہوا ساریہ کے پاس آگیا ساریہ اب بھی دروازے سے ٹیک لگائے کھڑی تھی۔

بہت عقل مند ہوگئی ہو احزم نے اسے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

تو آپ کا مطلب ہے کہ میں پہلے عقل مند

نہیں تھی سارہ یہ اکڑ کر بولی۔
ہاں بالکل احزم نے کہا اور جلدی سے باہر نکل گیا۔ جبکہ سارہ یہ اسے جاتا ہوا دیکھ رہی تھی احزم موٹر سائیکل پر بیٹھ گیا اور عطاریہ کے گھر کی طرف چل دیا
ارے عطاریہ کہاں جا رہی ہو عطاریہ کی ماما نے اسے باہر جاتے ہوئے دیکھا تو پوچھا۔
ماما میں اپنی دوست وردہ کے گھر جا رہی ہوں بس آدھے گھنٹے میں واپس آجاؤں گی عطاریہ نے کہا اور گھر سے باہر نکل گئی تھوڑی دیر بعد احزم بھی وہاں آگیا۔
چلو احزم نے کہا۔ اور عطاریہ کچھ بھی کہے بغیر اس کے ساتھ موٹر سائیکل پر بیٹھ گئی۔ اور احزم نے موٹر سائیکل آگے بڑھا دی۔

وہ دونوں اس وقت سمندر کنارے کھڑے تھے وہاں اور بھی بہت سے لوگ ادھر ادھر ٹہل رہے تھے احزم عطاریہ نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا۔ یہ لو عطاریہ احزم نے ہاتھ میں پکڑا سرخ گلاب کا پھول عطاریہ کی طرف بڑھایا احزم اسے اپنے پاس ہی رکھو اور میری بات غور سے سنو۔ عطاریہ نے بے دلی سے کہا۔
بولو۔ احزم نے مختصرا کہا۔
میں تم سے شادی نہیں کر سکتی۔ عطاریہ نے کہا تو احزم کا مسکراتا ہوا چہرہ ایک دم اداس ہو گیا۔
کیا۔ مگر کیوں۔ احزم نے چیختے ہوئے کہا۔
دیکھو احزم میں تم سے جھوٹ نہیں بولوں گی میری زندگی میں کوئی اور آگیا ہے میں اسے بہت چاہتی ہوں وہ میری زندگی ہے عطاریہ نے سب کچھ سچ سچ کہہ دیا عطاریہ کی بات سن کر احزم کو یوں لگا جیسے اس کے پاؤں کے نیچے سے زمین کھینچ لی گئی ہو اس کا دل ٹوٹ سا گیا ہو کچھ دیر وہ اسی کیفیت میں مبتلا رہا۔
عطاریہ تم نے مجھ سے بے وفائی کیوں کی۔
احزم مجھے افسوس ہے کہ میری وجہ سے تمہارا دل ٹوٹا لیکن دل پر تو کسی کا اختیار نہیں ہوتا ناں میں نے بھی جب اسے دیکھا تو میرا دل اس پر عاشق ہو گیا عطاریہ نے بتایا۔
عطاریہ مجھے تمہاری باتوں سے بہت دکھ ہوا ہے میں تو تم سے اپنے آپ سے بھی بڑھ کر محبت کرتا ہوں آخر میری محبت میں کوئی کمی رہ گئی تھی جو تم اس کی دیوانی ہو گئی ہو۔
پتہ نہیں۔ لیکن مجھے معاف کر دینا میں دل کے ہاتھوں بہت مجبور ہوں میں اس کی محبت میں بہت آگے نکل چکی ہوں میری واپسی ناممکن ہے اگر تم مجھ سے سچی محبت کرتے ہو تو تمہیں میرا ساتھ دینا ہوگا میری بات ماننا ہوگی عطاریہ نے اسے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔
مجھے کیا کرنا ہوگا۔ احزم نے پوچھا۔
تم شادی سے انکار کر دو اگر میں نے انکار کیا تو ماما مجھے مار ڈالیں گی عطاریہ نے خوفزدہ ہوتے ہوئے کہا۔
مجھ سے نفرت کی عجب راہ نکالی اس نے
ہنستا بستا دل کر دیا خالی اس نے
میرے گھر کی روایت سے وہ خوب واقف تھا
جدائی مانگ لی بن کر سوالی اس نے
عطاریہ تم ہمارے گھر کے حالات تو جانتی ہو ناں میں انکار کیسے کر سکتا ہوں ماما کی حالت بہت خراب رہتی ہے وہ پہلے ہی سامعہ کی وجہ سے اتنا بڑا دکھ برداشت کر چکی ہیں اگر میں نے انکار کر دیا تو وہ کیا سوچیں گی نہیں عطاریہ نہیں میں ان سے یہ بات کبھی نہیں کہوں گا کیونکہ میں اپنی ماں کو کھونا نہیں چاہتا ہوں اگر میرے انکار کی وجہ سے انہیں کچھ ہو گیا تو میں خود کو کبھی بھی معاف نہیں کر پاؤں گا۔ احزم نے انکار کرتے ہوئے کہا۔

پلیز احزم میری خاطر۔۔۔۔ عطاریہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولی۔
پلیز عطاریہ مجھے مجبور مت کرو تم خود ہی انکار کر دو ناں احزم نے دوٹوک جواب دیا احزم تمہیں اپنی محبت کی قسم عطاریہ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
ٹھیک ہے عطاریہ تم مجھے منگنی کی انگوٹھی واپس کر دو میں ماما کو منا لوں گا لیکن میں ابھی ان سے یہ بات نہیں کروں گا کیونکہ ان کی طبیعت خراب ہے جب وہ ٹھیک ہو جائیں گی تو میں ان سے بات کر لوں گا احزم نے بے دلی سے کہا۔
تھینک یو سوچ میں تمہارا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گی عطاریہ نے خوشی سے کہا اور انگوٹھی اتار کر احزم کے حوالے کر دی عطاریہ میں آج سے تمہارا منگیتر نہیں بلکہ تمہارا دوست ہوں احزم نے زبردستی مسکراتے ہوئے کہا۔
ہاں احزم تم ٹھیک کہتے ہو آج سے ہم اچھے دوست ہیں عطاریہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔
کون ہے وہ جس سے تمہیں محبت ہو گئی ہے احزم نے مسکراتے ہوئے کہا۔
چھوڑو یہ عطاریہ نے مختصرا کہا۔
میں جیلس ہونے لگا ہوں پلیز بتا دو ناں کہ وہ کون ہے احزم نے ضدی لہجے میں کہا۔
احزم وہ پرستان کا شہزادہ ہے وہ روزانہ پرستان سے مجھے ملنے آتا ہے اس کا نام شہزاد ہے وہ رات کو شعلہ بن کر میرے کمرے میں آتا ہے اور پھر ہم ساری رات باتیں کرتے رہتے ہیں وہ میرا بہت دیوانہ ہے وہ کہتا ہے کہ تم میری زندگی ہو میں یہاں سے گزر رہا تھا کہ تمہیں دیکھا تو تمہارا عاشق بن گیا یہ الفاظ اس نے پہلی ملاقات میں کہے تھے میں بھی دھیرے دھیرے اس کے پیار میں پاگل ہو گئی میں اگر اسے نہ دیکھوں تو میرا دل بے چین سا ہو جاتا ہے عطاریہ نے بتایا۔
عطاریہ تم اس کے بارے میں کیا جانتی ہو احزم نے پوچھا۔
بس یہی کہ وہ شہزادہ ہے اور مجھ سے پیار کرتا ہے اور مجھے اپنی دنیا دکھانا چاہتا ہے عطاریہ نے بتایا۔
عطاریہ مجھے تمہاری بہت فکر ہے مجھے لگتا ہے کہ شہزاد کی اصل حقیقت کچھ اور ہے احزم نے پریشانی سے کہا۔
احزم فکر مند ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اگر اس کی حقیقت کچھ اور ہوتی تو وہ مجھے کب کا مار چکا ہوتا۔ عطاریہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔
اچھا عطاریہ یہ تو لے لو احزم نے وہ پھول دوبارہ عطاریہ کی طرف بڑھایا۔ عطاریہ نے نہ چاہتے ہوئے بھی وہ پھول اس سے لے لیا۔
اچھا احزم اب مجھے گھر چھوڑ دو میں ماما سے کہہ کر آئی تھی کہ میں آدھے گھنٹے میں واپس آجاؤں گی عطاریہ موٹر سائیکل کی طرف بڑھی اور پھر احزم اسے گھر چھوڑنے کے بعد سیدھا اپنے گھر آگیا۔ اور اپنے کمرے میں گھس گیا۔ اور دروازہ بند کر لیا اس کا دل عجیب کیفیت کا شکار ہو چکا تھا رہ رہ کر اسے عطاریہ کی بے وفائی یاد آرہی تھی عطاریہ کی یہ باتیں اس کا دل تڑپانے لگیں تھیں۔ وہ کھڑکی کے پاس آگیا اور کھڑکی کھول کر وہاں ہی کھڑا ہو گیا وہ جتنا عطاریہ کو بھلانے کی کوشش کر رہا تھا وہ اتنا ہی اسے یاد آرہی تھی عطاریہ تم نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا ہم نے کیا کیا سپنے دیکھے تھے ایک دوسرے کے ساتھ جینے مرنے کی قسمیں کھائی تھیں تمہارے وہ وعدے کہاں گئے احزم اپنے بالوں کو نوچتے ہوئے چلایا تھوڑی دیر بعد وہ اپنے بیڈ پر آگیا اور تکیے کے نیچے سے عطاریہ کی ہنستی مسکراتی ہوئی تصویر نکالی اور اپنے ہاتھوں میں لے کر بیٹھ گیا

عطار یہ تم بہت ظالم ہو تم نے میرا دل توڑا ہے احزم بڑبڑایا اس کے آنسو قطار در قطار آنکھوں سے نکل کر تصویر پر گرنے لگے عطار یہ تمہاری محبت میرے دل میں ہمیشہ رہے گی میں تمہیں کبھی بھی بھلا نہیں سکتا اور مجھے یقین ہے کہ ایک نہ ایک دن تم ضرور میرے پاس لوٹ کر آؤ گی۔

یہ آرزو نہیں کہ کسی کو ستائیں ہم
نہ تمنا کی کہ کسی کو رولائیں ہم
پر یہ دعا ہے رب سے ہماری
کہ جس کو جتنا یاد کرتے ہیں اس کو اتنا یاد آئیں ہم۔

احسن پارک میں پہنچا تو وہ مخصوص بینچ پر بیٹھی ہوئی تھی احسن دھیرے دھیرے چلتا ہوا بینچ کے قریب پہنچا۔

ایکسکیوزمی۔ کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں احسن نے پوچھا تو اس لڑکی نے سر اٹھا کر دیکھا اس کی بڑی بڑی خوبصورت آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں احسن نے دوبارہ پوچھا۔ اس نے سر جھکا لیا۔

جی آپ بیٹھ سکتے ہیں اس لڑکی نے آہستہ سے کہا احسن بیٹھ گیا تھوڑی دیر تک ان کے درمیان خاموشی چھائی رہی۔

تم نے کل میری باتوں کا جواب نہیں دیا تھا احسن نے پوچھا۔

آپ مجھ سے یہ سب کیوں پوچھ رہے ہیں اس نے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔

کیونکہ مجھے تم سے محبت ہو چکی ہے احسن کے منہ سے اچانک نکلا۔

کیا وہ حیران ہو کر بولی۔

ہاں یہ سچ ہے میں نے جب سے تمہیں دیکھا ہے مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے میرا دل ہر وقت تمہارے لیے بے قرار رہتا ہے ہر وقت تمہاری یاد آتی رہتی ہے تمہارے لیے اپنے دل میں تڑپ محسوس کی ہے میں نے احسن نے اس کی آنکھوں میں بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

آپ تو میرے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے پھر آپ کو مجھ سے محبت کیسے ہو گئی اس نے پوچھا۔

یہ میرے دل کا فیصلہ ہے اور میرا دل جو فیصلہ کرتا ہے میں اس پر کبھی بھی شرمندہ نہیں ہوتا احسن نے مسکراتے ہوئے کہا آپ ابھی میرے ماضی کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے وہ بے دلی سے بولی۔

تو تم بتاؤ ناں احسن نے مختصراً کہا۔

اگر میں تمہیں اپنے بارے میں بتایا تو تمہیں مجھ سے نفرت ہو جائے گی کیونکہ میں تو صرف نفرت کے قابل ہوں میں تمہیں اپنے بارے میں ضرور بتاؤں گی تاکہ تمہارے دل میں میرا پیار نکل جائے اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

میری زندگی میں تم آنے والی واحد لڑکی ہو جس سے مجھے محبت ہوئی ہے میرے دل سے تمہاری محبت کبھی نہیں نکل سکتی تم بولو احسن نے محبت بھرے لہجے میں کہا۔ اس نے اسے گہری نظروں سے دیکھا۔ اور پھر بولی۔

میرا ماضی بہت ہی بھیانک ہے بلکہ یہ کہنا درست ہوگا کہ میں نے خود اپنے ماضی کو بھیانک بنا دیا میرا نام سامعہ ہے میرا ایک بھائی تھا اور ہم دو بہنیں تھیں ماما پاپا ہم سے بہت پیار کرتے تھے ماما پاپا ہم پر بہت اعتبار کرتے تھے لیکن میں نے ان کے اعتبار کو تار تار کر دیا کالج میں مجھے ایک لڑکے سے محبت ہو گئی تھی وہ بہت خوبصورت تھا اس نے جب مجھ سے محبت کا اظہار کیا تو میں بہت خوش ہوئی میں خود کو دنیا کی خوش قسمت لڑکی تصور کرنے لگی جس سے میں نے محبت کی تھی اس نے بھی مجھ سے محبت کی یہ سوچ کر میں جیسے ہوا میں اڑنے لگی لیکن مجھے کیا پتہ تھا کہ وہ مجھ سے محبت نہیں دھوکہ کر رہا ہے دن گزرتے رہے میں اس کی محبت کے جال میں اس قدر پھنس گئی کہ مجھے اس کے علاوہ کچھ بھی اچھا نہ لگتا کسی کی بات بھی اچھی نہ لگتی تھی آخر کار ایک دن ہمت کر کے میں نے ماما سے بات کی میری بات سن کر انہیں مجھ پر بہت غصہ آیا ماما نے مجھے سمجھایا کہ میں اس سے دور رہوں لیکن میری آنکھوں پر اس کی محبت کا پردہ پڑا ہوا تھا ایک دن ماما نے مجھے ایک بری خبر سنائی کہ آگے ہفتے تمہارے رشتے کے لیے کچھ لوگ تمہیں دیکھنے کے لیے آ رہے ہیں میں چاہتی ہوں کہ تمہاری شادی جلد سے جلد کر دوں میں نے ماما کو بہت سمجھایا لیکن نہ ماما اپنے موقف سے ہٹنے کو تیار تھیں اور نہ میں روز روز کی اس تکرار سے تنگ آ کر میں نے فرار کا سوچ لیا اسی سوچ پر عمل کرتے ہوئے میں گھر سے بھاگ آئی اپنے ماں باپ، بہن بھائی کو بدنامی کی دلدل میں چھوڑ آئی تھی تو میں کیسے خوش رہ سکتی تھی مجھے اسی رات اس کی اصل حقیقت معلوم ہو گئی وہ مجھے ایک گھر میں لے آیا اس نے کہا تھا ہم صبح نکاح کر لیں گے ابھی ہم کمرے میں داخل ہوئے تھے کہ عشر کا موبائل بج اٹھا عشر نے مجھے کہا کہ تم بیٹھو میں ابھی فون سن کر آتا ہوں یہ کہہ کر عشر باہر چلا گیا نجانے مجھے اس دن ڈر کیوں لگ رہا تھا دل بہت گھبرا رہا تھا میں بھی اٹھ کر باہر آ گئی عشر باہر لان میں کھڑا کسی سے باتیں کرنے میں مصروف تھا میں اس کے پیچھے جا کر کھڑی ہو گئی عشر کو میری موجودگی کا بالکل بھی احساس نہ ہوا میں اس کی باتیں سن کر کانپ کر رہ گئی وہ کہہ رہا تھا کہ میں اس لڑکی کو لے آیا ہوں وہ بہت اچھا ناچتی ہے پچھلی دفعہ بھی میں نے جو لڑکی تمہیں دی تھی تم نے مجھے اس کی بہت کم قیمت دی تھی اب کی بار پچاس ہزار سے کم نہیں لوں گا اچھا ٹھیک ہے میں کل اس لڑکی کو تمہارے پاس لے آؤں گا یہ کہہ کر عشر نے فون بند کر دیا جب وہ پیچھے مڑا تو مجھے دیکھ کر وہ گھبرا گیا لیکن پھر وہ مسکرایا۔

تم نے سب سن لیا ہے عشر نے پوچھا۔

ہاں عشر میں نے سب سن لیا ہے تم مجھے بیچنا چاہتے ہو ناں لیکن میں تمہاری یہ خواہش کبھی بھی پوری نہیں ہونے دوں گی یہ کہہ کر میں باہر کی طرف لپکی تو عشر نے مجھے بازو سے پکڑ لیا۔

اب تم یہاں سے نہیں جا سکتی عشر نے کہا اور مجھے گھسیٹتے ہوئے کمرے میں لے آیا۔

پلیز عشر مجھے چھوڑ دو میں تمہاری خاطر اپنے گھر سے بھاگ کر آئی ہوں ہم کل صبح نکاح کر لیں گے میں نے روتے ہوئے کہا۔

میں تم سے شادی نہیں کر سکتا عشر نے کہا

مگر کیوں میں نے روتے ہوئے پوچھا۔

کیونکہ جو لڑکی آج میری خاطر اپنے گھر والوں کو دھوکہ دے کر آئی ہے وہ کل کسی اور کی خاطر مجھے بھی چھوڑ کر جا سکتی ہے عشر نے دو لفظوں میں مجھے میری اوقات یاد دلا دی۔

نہیں عشر میں تمہیں چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گی میں نے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔

کل تم تیار رہنا میں تمہیں لینے آؤں گا یہ کہہ کر وہ کمرے سے باہر چلا گیا اور مجھے کمرے میں بند کر گیا اس لمحے مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا یہ میری زندگی کی سب سے بڑی غلطی تھی میں کتنی بے وفا ہو گئی تھی اپنے ماں باپ اور بھائی جو مجھ سے سب سے زیادہ محبت کرتا تھا ان کو میں برباد کر کے آئی تھی میرے ساتھ جو کچھ ہونے والا تھا اس کی میں خود قصوروار تھی۔ عشر کی اصلیت سامنے آتے ہی مجھے اس سے شدید نفرت ہو گئی اور اپنے آپ سے بھی مجھے رہ رہ کر اپنے فیصلہ پر ندامت ہو رہی تھی اگر میں اپنی ماں کی بات مان لیتی تو آج اس حال

میں نہ ہوتی دوسرے دن عشر آیا اور مجھے کھانا دے کر چلا گیا اس نے مجھ سے کوئی بھی نہیں کی اور نہ ہی میں نے اس سے بات کرنا مناسب سمجھی تیسرے دن مجھے کمرے سے باہر قدموں کی آواز سنائی دی میں دروازے کے پیچھے چھپ گئی جیسے ہی عشر نے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا میں نے اسے زور سے دھکا دے دیا اور وہ لڑکھڑاتا ہوا گر پڑا اس کا سر شیشے کے میز سے ٹکرایا تو اس کے سر سے خون بہنے لگا وہ درد کی شدت سے چیخ اٹھا اس کے سر سے خون بہت تیزی سے بہہ رہا تھا اس کو تڑپتا ہوا دیکھ کر میرا دل خوش ہو گیا تھوڑی دیر بعد بہت زیادہ خون بہنے کی وجہ سے وہ مر گیا اور میں وہاں سے بھاگ آئی اب میں گھر تو نہیں جا سکتی تھی اور جاتی بھی کیسے مجھے پورا یقین تھا کہ اب میرے گھر والے مجھے کبھی قبول نہیں کریں گے اب میرے پاس صرف ایک ہی راستہ بچا تھا اور وہ تھا موت۔ مجھے زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں تھا مجھ جیسی اولاد کو تو مر جانا چاہیے تھا یہ سوچ کر میں ایک گہری کھائی میں کودنے لگی تو ایک بزرگ بابا نے مجھے پکڑ لیا وہ چہرے سے نیک لگ رہے تھے وہ مجھے لے کر اپنے گھر آگئے انہوں نے مجھ سے خودکشی کرنے کی وجہ پوچھی تو میں نے تمام بات انہیں بتا دی میری تمام بات سن کر انہوں نے کہا بیٹا ایک غلطی تو تم نے کر دی ہے لیکن دوسری غلطی کبھی مت کرنا کیونکہ خودکشی حرام ہے تم اللہ سے معافی مانگ لو وہ تمہیں معاف کر دے گا اس کے ہاں توبہ کے دروازے ہر وقت کھلے رہتے ہیں ان کی باتیں میرے دل میں اترتی چلی گئیں میں ان کے پاس رہنے لگی وہ بہت نیک بزرگ ہیں لوگ ان کے پاس ہر وقت آتے رہتے تھے میں نے اللہ سے معافی تو مانگ لی لیکن ماں باپ سے معافی آج تک نہیں مانگ سکی مجھے میرے فیصلہ پر آج بھی بہت ندامت ہے مجھے گھر سے بھاگے ہوئے ایک سال ہو چکا ہے لیکن میں آج تک خود کو معاف نہیں کر سکی ہوں میں نے بہت کوشش کی کہ گھر لوٹ جاؤں لیکن میرے اٹھتے قدم خود بخود رک جاتے ہیں کیونکہ ان کا سامنا کرنے کی مجھ میں ہمت نہیں ہے کئی بار سوچا کہ گھر لوٹ جاؤں اور ماں کے قدموں میں گر کر کہوں ماں مجھے معاف کر دو میں اپنی عزت بچا لائی ہوں لیکن مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ میں ان کے پاس جاؤں اپنی کہانی سنا کر وہ خاموش ہو گئی اس کی کہانی سننے کے بعد احسن کو اس سے اور بھی ہمدردی ہو گئی اس کی داستان بہت دکھ بھری تھی۔

اب تو آپ کے دل میں میرے لیے محبت نہیں نفرت ہی ہو گئی ہو گی۔ کیونکہ مجھ جیسی لڑکیاں صرف نفرت کے ہی قابل ہیں آج مجھے اس بات کا شدت سے احساس ہو گیا ہے کہ جو لڑکیاں اپنے ماں باپ کو دوسروں کے سامنے برباد کر کے جاتی ہیں وہ خود سارے جہاں میں برباد ہو جاتیں سامعہ نے غمزدہ لہجے میں کہا۔ اس کا خوبصورت چہرہ آنسوؤں سے بھیگا ہوا تھا وہ بار بار ان آنسوؤں کو اپنے ہاتھوں میں جذب کر رہی تھیں آنسو تھے کہ رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔

مجھے اس بات کا دکھ ضرور ہے کہ تم نے یہ قدم اٹھایا اگر تم یہ سوچ لیتی کہ تمہارے جانے کے بعد یہ لوگ تمہارے ماں باپ کا جینا حرام کر دیں گے اور وہ کسی سے نظریں بھی نہیں ملا پائیں گے تو تم یہ قدم کبھی بھی نہ اٹھاتی احسن نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

آپ ٹھیک کہتے ہیں لیکن میری آنکھوں اور دل پر محبت کا پردہ پڑا ہوا تھا محبت کے علاوہ میرے دل سے سب احساس مر چکے تھے سامعہ روتے ہوئے بولی۔

مجھے اس بات کی بہت خوشی ہے کہ تمہیں اپنی

غلطی کا احساس ہو گیا ہے میرے دل میں تمہارے لیے اب بھی محبت ہے میں تمہیں سہارا دینا چاہتا ہوں تمہیں اتنی محبت دوں گا کہ تم پچھلے سارے غم بھول جاؤ گی احسن نے محبت بھرے لہجے میں کہا۔

آپ کا نام کیا ہے سامعہ نے پوچھا۔

احسن۔ احسن نے مختصراً کہا۔

احسن صاحب مجھے محبت نے ہی یہاں تک پہنچایا ہے اب مجھے کسی پر بھی بھروسہ نہیں ہے سامعہ نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

لیکن میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ میں تمہیں تمہارے ماں باپ تک پہنچا دوں گا اور انہیں اتنا مجبور کر دوں گا کہ تمہیں وہ معاف کر دیں گے احسن نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

سچ وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

ہاں۔ تم مجھے اپنے گھر کا ایڈریس دے دو۔

سامعہ نے اس کو اپنا ایڈریس دے دیا۔ اور احسن نے اس کو اس بزرگ کے گھر چھوڑا اور اپنے گھر کی طرف چل دیا۔ اس نے سامعہ سے وعدہ کر لیا تھا کہ وہ اس کے ماں باپ کو رضامند کر کے ہی واپس آئے گا۔

کل سے احزم کی طبیعت خراب تھی وہ آفس بھی نہیں جا رہا تھا احسن بھی اس کی خیریت دریافت کرنے کے لیے بار بار فون کر رہا تھا احزم اس وقت بیڈ پر لیٹا ہوا تھا اس کی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں کیونکہ وہ رات کو سو نہیں سکا تھا جب بھی آنکھیں بند کرتا عطاریہ کی شکل اس کے سامنے آجاتی اس نے عطاریہ کو بھولنے کی بہت کوشش کی لیکن بھول نہ سکا اس وقت بھی وہ عطاریہ کو بھولنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا جب سے وہ عطاریہ کو مل کر آیا تھا تب سے کچھ نہیں کھایا تھا ماما اور ساریہ نے بہت پوچھا لیکن اس نے کچھ نہیں بتایا۔ احزم کا موبائل بج اٹھا موبائل سکرین پر عطاریہ کے گھر کا نمبر چمک رہا تھا ہیلو احزم نے فون ریسیو کیا

ہیلو احزم بیٹا عطاریہ کی ماما کی کانپتی ہوئی آواز آئی اسے ایسا لگا جیسے کچھ ہو گیا ہے۔

آنٹی خیریت تو ہے ناں۔ آپ اتنی گھبرائی ہوئی کیوں ہیں۔ احزم نے پریشان ہو کر پوچھا۔

بیٹا رات کو عطاریہ اپنے بند کمرے سے غائب ہو گئی ہے عطاریہ کی ماما نے پریشانی سے کہا۔

کیا۔۔ آپ پریشان نہ ہوں میں ابھی آتا ہوں احزم نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

ارے بیٹا کہاں جا رہے ہو احزم کی ماما نے پوچھا۔ وہ اس وقت احزم کے لیے دودھ کا گلاس لائی تھی۔

ماما۔ میں آنٹی کی طرف جا رہا ہوں ان کا فون آیا تھا احزم نے کہا۔

بیٹا تمہاری طبیعت خراب ہے تم نے کل سے کچھ نہیں کھایا یہ دودھ کا گلاس تمہارے لیے لائی ہوں یہ لو ماما نے دودھ کا گلاس احزم کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

ماما میرا دل نہیں کر رہا۔ احزم نے کہا۔

بیٹا اگر تم نے دودھ نہیں پیا تو میں تمہیں کہیں نہیں جانے دوں گی ماما نے ضد کرتے ہوئے کہا۔

اچھا دیں ماما احزم نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا تو ماما نے مسکراتے ہوئے دودھ کا گلاس احزم کو دے دیا۔ احزم نے ایک ہی سانس میں دودھ ختم کر دیا۔ اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ عطاریہ کے گھر میں تھا۔

آنٹی یہ کیسے ہو گیا۔ احزم نے جاتے ہی پوچھا

احزم بیٹا رات کو عطاریہ بہت خوش نظر آرہی تھی میں نے خوشی کی وجہ پوچھی تو ٹال مٹول سے کام لیا اور رات کا کھانا کھانے کے بعد وہ اپنے کمرے

میں چلی گئی صبح جب وہ کمرے سے باہر نہ نکلی تو مجھے پریشانی ہوئی میں نے دو تین بار دستک دی لیکن اندر سے کوئی جواب نہ ملا میرے دل کو گھبراہٹ ہوئی میں نے عطاریہ کے ابو سے کہا کہ وہ دروازہ توڑ دیں جب انہوں نے دروازہ توڑا تو ہماری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں کیونکہ عطاریہ کمرے میں نہیں تھی آخر عطاریہ بند کمرے سے کہاں چلی گئی اسے زمین کھا گئی یا آسمان نگل گیا میں نے سوچا کہ وہ ہمیں ڈرانے کے لیے کہیں چھپ نہ گئی ہو میں نے پورا کمرہ چھان مارا لیکن عطاریہ کا کچھ پتہ چلا میرا تو رو رو کر برا حال ہو گیا ہے ابھی عطاریہ کے ابو مسجد کے امام کے پاس گئے ہیں مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کیا کروں پھر فون کر کے تمہیں بلایا عطاریہ کی ماما نے تمام بات احزم کو بتادی۔
ساری بات احزم کی سمجھ میں آ گئی تھی اسے پورا یقین تھا کہ عطاریہ کو وہ شہزادہ ہی کمرے سے لے کر گیا ہوگا اسے پہلے ہی اس پر شک تھا کہ وہ کوئی اور مخلوق ہے لیکن اب اسے یقین بھی ہو گیا تھا مجھے عطاریہ کے لیے کچھ کرنا چاہیے احزم نے دل ہی دل میں سوچا اتنے میں عطاریہ کے ابو مسجد کے امام کے ساتھ آ گئے۔

وہ کون سا کمرہ ہے جس سے آپ کی بیٹی غائب ہوئی ہے۔امام صاحب نے پوچھا۔

یہ ہے میری بیٹی کا کمرہ عطاریہ کے ابو نے کمرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ آپ میں سے کوئی بھی کمرے میں نہ آئے یہ کہہ کر امام کمرے میں داخل ہوئے وہ کافی دیر کمرے میں ٹہلتے رہے اسی دوران ان کے لبوں پر قرآن پاک کی تلاوت بھی جاری تھی تھوڑی دیر بعد وہ کمرے سے باہر آئے۔

آپ کی بیٹی کو کوئی بھوت اٹھا کر لے گیا ہے اس کے علاوہ میں کچھ نہیں بتا سکتا۔ جتنی جلدی ہو سکے کسی عامل سے رابطہ کریں یہ کہہ کر امام چلے گئے یہ سب کیا ہو گیا ہے عطاریہ کے ابو نے پریشانی سے کہا پتہ نہیں میری بیٹی کس حال میں ہو گی آپ کسی عمال سے رابطہ کریں ناں عطاریہ کی ماما نے روتے ہوئے کہا احزم تم آنٹی کے پاس رہو میں کسی عامل سے رابطہ کرتا ہوں عطاریہ کے ابو نے احزم کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا ماموں آپ آنٹی کے پاس رہیں میں کسی سے بات کرتا ہوں آپ پریشان نہ ہوں پریشانی سے تو مسئلہ حل نہیں ہو گا ناں احزم نے کہا اور جانے کے لیے مڑا۔

بیٹا مجھے فون کرتے رہنا عطاریہ کے ابو نے کہا

جی ماموں جان ۔احزم نے کہا اور کمرے سے باہر نکل گیا احزم اپنے گھر کے پاس پہنچا تو احسن اس کے گھر کے سامنے کھڑا دروازے پر دستک دے رہا تھا

ارے احسن تم۔۔ احزم نے کہا اور احسن کو گلے سے لگا لیا۔

تمہاری طبیعت اب کیسی ہے احسن نے پوچھا

میں تو ٹھیک ہوں لیکن ایک مسئلہ ہو گیا ہے احزم نے پریشانی سے کہا۔

کیسا مسئلہ۔۔احسن نے پوچھا۔

پہلے تم یہاں رکو میں بیٹھک کا دروازہ کھولتا ہوں اندر بیٹھ کر بات کرتے ہیں یہ کہہ کر احزم اندر داخل ہو گیا جبکہ احسن حیران رہ گیا کیونکہ وہ یہاں سامعہ کے گھر والوں سے ملنے آیا تھا۔اور یہ ایڈریس بھی اسے سامعہ نے ہی دیا تھا اوتو احزم ہی سامعہ کا بھائی ہے احسن نے دل ہی دل میں سوچا اتنے میں احزم نے بیٹھک کا دروازہ کھول دیا احسن بیٹھک میں داخل ہو گیا۔

اچھا اب بتا کیا ہوا احسن نے ایک طرف بیٹھتے ہوئے کہا تو احزم نے ساری بات احسن کو بتادی احزم کی بات سن کر احسن بھی پریشان ہو گیا

اور پھر اس سے کہا۔

احزم میں ایک بزرگ بابا کو جانتا ہوں وہ اس معاملے میں ہماری مدد کر سکتے ہیں احسن نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

احسن مجھے ان کے پاس لے چلو میں اپنی عطاریہ کو واپس لانا چاہتا ہوں احزم نے بے تابی سے کہا۔

احزم میں تمہیں ان کے پاس لے جاؤں گا لیکن پہلے میں تم سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں احسن نے اسے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

ہاں پوچھو۔احزم نے مختصراً کہا۔

احزم تمہاری ایک بہن سامعہ بھی ہے ناں ۔احسن نے پوچھا تو اس کی آنکھوں میں غصہ اتر آیا۔ وہ مر چکی ہے میں اس کے بارے میں کوئی بھی بات نہیں سننا چاہتا۔

احزم مجھے پتہ چل گیا ہے اس کی غلطی تو بڑی ہے لیکن کیا تم اسے معاف نہیں کر سکتے احسن نے کہا نہیں اس کی وجہ سے ہم سب برباد ہو گئے ہیں احزم نے غصہ سے کہا تو پھر تم عطاریہ کو کیوں واپس لانا چاہتے ہو اس کا بھی تو وہی قصور ہے جو سامعہ کا ہے اگر تم عطاریہ کو معاف کر سکتے ہو تو اپنی بہن کو کیوں نہیں احسن نے بھی غصہ سے کہا۔

سامعہ ہے کہاں ۔احزم نے پوچھا۔

میں سب کچھ بتادوں گا پہلے اس کو معاف کر دو اسے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے وہ تم سب سے ملنے کے لیے تڑپ رہی ہے احسن نے منت کرتے ہوئے کہا احسن تم سامعہ کو کیسے جانتے ہو احزم نے پوچھا تو احسن نے تمام داستان اس کو سنادی ۔احسن سامعہ کہاں ہے میں اس سے ملنا چاہتا ہوں میرے دل میں اس کے لیے محبت پھر سے جاگ اٹھی ہے میری بہن ہمارے لیے کتنی تڑپی میں اس کا اندازہ نہیں لگا سکتا اسے اپنے کیے کی سزا مل چکی ہے میں اب اسے مزید سزا نہیں دوں گا میں اسے سچے دل سے معاف کر دوں گا احزم نے جذباتی لہجے میں کہا شکریہ احزم مجھے پتہ تھا کہ تم اپنی بہن کو معاف کر دو گے تو پہلی ہی اپنی غلطی کی بہت بڑی سزا پا چکی ہے میں تمہیں سامعہ کے پاس لے جاؤں گا لیکن اب تم نے اپنے ماں باپ کو منانا ہو گا سامعہ کو معاف کریں سامعہ جن بزرگ کے پاس رہتی ہے میں تمہیں ان کے ہی پاس لے کر جانا چاہتا ہوں شاید ان کے پاس تمہارے مسئلہ کا حل ہو احسن نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اتنے میں احزم کی ماما چائے لے کر آ گئیں سلام آنٹی ۔احسن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

وعلیکم السلام بیٹا۔۔

ماما یہ میرا دوست احسن ہے جس کا ذکر میں کرتا ہوں احزم نے تعارف کروایا۔

احسن بیٹا احزم گھر میں تمہاری بہت تعریفیں کرتا ہے جب دیکھو اس کی زبان پر تمہارا ہی نام ہوتا ہے احزم کی ماما نے مسکراتے ہوئے کہا۔

آنٹی میرے بہت دوست ہیں لیکن احزم جیسا کوئی نہیں ہے۔اسے دیکھ نہ لوں تو دل پریشان رہتا ہے آفس میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں تو وقت کا پتہ ہی نہیں چلتا۔احسن نے بھی مسکراتے ہوئے کہا ماما آپ عطاریہ کے گھر جائیں آنٹی بہت پریشان ہیں ان کو حوصلہ دیں سب ٹھیک ہو جائے گا احزم نے ماما کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

کیوں خیریت ہے ناں ماما نے پوچھا خیریت تو نہیں ہے ناں ماما احزم نے جواب دیا۔

کیا ہوا ہے ماما نے پریشانی سے پوچھا۔

ماما۔آپ آنٹی کے گھر جائیں میں خود آپ کو بتادیں گے احزم نے کہا تو اس کی ماما جلدی سے باہر چلی گئیں۔

احزم تم نے امی کو ابھی تک کچھ نہیں بتایا۔۔ احسن نے پوچھا۔

نہیں احزم نے مختصراً جواب دیا۔
احزم ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے ہمیں جلدی سے بزرگ سے ملنا چاہیے احسن نے کہا۔
ہاں احسن تم ٹھیک کہتے ہو چلو۔احزم نے اٹھتے ہوئے کہا۔اور احسن بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

احسن اور احزم ایک گھر کے سامنے کھڑے تھے احزم یہ ہی وہ گھر ہے احسن نے کہا اور دروازے پر دستک دی کون ہے تھوڑی دیر بعد سامعہ کی آواز سنائی دی سامعہ ہوں احسن دروازہ کھولو احسن نے کہا تو سامعہ نے دروازہ کھول دیا۔ احسن اندر داخل ہوگیا جبکہ احزم باہر ہی کھڑا رہا سامعہ کو یہ نہیں پتہ نہیں تھا کہ احزم بھی اس کے ساتھ آیا ہے۔
سامعہ پتہ ہے آج میرے ساتھ کون آیا ہے۔
کون آیا ہے۔ تمہارے ساتھ سامعہ نے پوچھا احزم اندر آجاؤ۔احسن نے احزم کو آواز دی تو احزم اندر آگیا سامعہ نے احزم کو دیکھا تو اس کی آنکھیں جھک گئیں اور آنسو بہنے لگے۔
پلیز بھائی مجھے معاف کردیں میں آپ کی مجرم ہوں آپ مجھے جو بھی سزا دینا چاہیں مجھے منظور ہے لیکن مجھے صرف ایک دفعہ معاف کردیں سامعہ نے احزم کے قدموں میں گر کر روتے ہوئے کہا۔
سامعہ تم نے ایسا کیوں کیا احزم نے شکوہ کیا وہ اب بھی احزم کی قدموں میں بیٹھی ہوئی تھی اور روئے جارہی تھی۔
بھیا میں بھٹک گئی تھی مجھے معاف کردیں سامعہ نے روتے ہوئے کہا احزم نے سامعہ کو کندھوں سے پکڑ کر اٹھایا اور سینے سے لگالیا۔
سامعہ میں نے تمہیں دل سے معاف کردیا ہے احزم نے کہا احسن دونوں کو اس طرح دیکھ کر بہت خوش ہوا کیونکہ اس نے سامعہ سے کیا ہوا وعدہ پورا کردیا تھا سامعہ میں آج احسن کی وجہ سے تم تک پہنچا ہوں یہ میرا بہت ہی اچھا دوست ہے احزم نے سامعہ سے الگ ہوتے ہوئے کہا۔
احسن میں تمہارا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گی سامعہ نے احسن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو احسن مسکرا دیا۔۔ بھیا ماما بابا سارا یہ اور عطار یہ کیسے ہیں سامعہ نے بے تابی سے کہا۔
سب ٹھیک ہیں لیکن عطار یہ احزم اتنا کہہ کر رک گیا۔
کیا ہوا عطار یہ کو سامعہ نے پریشانی سے پوچھا
سامعہ ہم تمہیں سب کچھ بتاتے ہیں پہلے تم یہ بتاؤ کہ جس بزرگ کے پاس تم رہتی ہو کیا وہ جن بھوتوں کے بارے میں ہمیں معلومات دے سکتے ہیں احسن نے کہا تو سامعہ بولی۔
ہاں۔سامعہ نے مختصراً کہا۔
ہم ان سے ملنا چاہتے ہیں۔
کیوں خیریت تو ہے۔
دراصل عطار یہ کو کوئی ہوائی مخلوق اٹھا کر لے گئی ہے احزم نے کہا۔
کیا۔سامعہ نے حیران ہوکر کہا
سامعہ ہمارے پاس وقت بہت ہی کم ہے جلدی سے بزرگ کے پاس لے جاؤ احسن نے پریشان ہوکر کہا۔
آئیں۔سامعہ نے کہا اور اندر کی طرف بڑھی احزم اور احسن بھی اس کے پیچھے پیچھے تھے وہ ایک کمرے میں داخل ہوئی سامنے ہی ایک بزرگ نیچے چٹائی پر بیٹھے ہوئے تھے ان کے چہرے کا رنگ سفید تھا سر اور ڈاڑھی کے بال بھی سفید تھے انہوں نے سر پر ایک سفید ٹوپی پہن رکھی تھی ان کے ہاتھ میں تسبیح تھی اور وہ آنکھیں بند کئے ہوئے تسبیح

پڑھ رہے تھے بابا۔سامعہ نے کہا تو بزرگ نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا سامعہ کے پیچھے احزم اور احسن بھی کھڑے تھے۔
یہ کون ہیں بیٹا۔۔۔ بزرگ نے اپنی میٹھی زبان سے کہا۔
بابا میں آج بہت خوش ہوں آج میرا بھائی آیا ہے اس نے مجھے معاف کردیا ہے سامعہ نے احزم کی طرف دیکھ کر کہا۔
بیٹھو بیٹا بزرگ نے مسکرا کر کہا۔تو احزم اور احسن بیٹھ گئے۔آج مجھے بہت خوشی ہورہی ہے کہ سامعہ کو اس کا بھائی مل گیا ہے آج اس کے چہرے پر میں نے پہلی بار خوشی دیکھی ہے اس سے پہلے میں نے کبھی بھی سامعہ بیٹی کو مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا بیٹا تم نے اپنی بہن کو معاف کردیا بہت ہی اچھا کیا ہے تمہارے جیسے بھائی کسی کو کم ہی ملتے ہیں بزرگ نے احزم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
بابا میں بھی آج بہت خوش ہوں آج اپنی بہن کو اتنے سالوں بعد پاکر بہت خوشی ہوئی ہے مجھے میں بہت جلد اپنی امی اور ابو کو منا کر سامعہ کو لے جاؤں گا احزم نے سامعہ کی طرف محبت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔بابا ہمیں آپ کی مدد کی ضرورت ہے احسن نے بابا کی طرف بغور دیکھتے ہوئے کہا۔
کیسی مدد بیٹا بزرگ نے مختصراً کہا۔
بابا میری منگیتر رات کو بند کمرے سے غائب ہوگئی ہے احزم نے بتایا پہلے آپ مجھے پوری بات بتائیں پھر میں کوئی حل نکال سکوں گا بزرگ نے کہا تو احزم نے سچ سچ سب کچھ بتادیا۔احزم کی بات سن کر بزرگ نے سامعہ کو کہا۔
مٹی کے پیالے میں پانی لے کر آؤ۔سامعہ اٹھ کر باہر گئی اور پانی لے آئی یہ لیں بابا سامعہ نے پانی بزرگ کے حوالے کرتے ہوئے کہا بزرگ نے مٹی کا پیالہ لیا اور اپنے سامنے رکھ کر کچھ پڑھنے لگے پھر انہوں نے پانی پر پھونک ماری اور اسے گہری نظروں سے دیکھنے لگے دس منٹ تک وہ پانی کو دیکھتے رہے پھر انہوں نے سر اٹھایا بیٹا یہ سب کام رنجیت جادوگر کر رہا ہے۔وہ جادوگروں کا سب سے بڑا جادوگر بننا چاہتا ہے اس لیے اس نے ایک چلہ شروع کر رکھا ہے جس میں اسے پانچ ایسی لڑکیوں کا خون چاہیے جو چاند کی چودھویں رات کو پیدا ہوئی ہوں وہ پانچ لڑکیوں کو حاصل کر چکا ہے جن میں عطار یہ بھی شامل ہے اس نے اپنا چلہ کل سے ہی شروع کیا ہے اور وہ ایک لڑکی کو ذبح بھی کر چکا ہے اب میں یہ یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ وہ لڑکی عطار یہ ہے اس کے پاس اب بھی چار لڑکیاں باقی ہیں جن کو وہ ذبح کرے گا وہ ہر رات ایک لڑکی کو ذبح کرتا ہے اور اس کا خون پی لیتا ہے بزرگ بابا نے رنجیت کی مختصر کہانی سنائی۔
بابا میرا دل کہتا ہے کہ عطار یہ ابھی زندہ ہے میں اسے اس شیطان سے بچانا چاہتا ہوں کیا اس کا کوئی حل ہے احزم نے پریشانی سے پوچھا۔
بیٹا تم نے اس کا مقابلہ کرنا ہوگا بزرگ بابا نے احزم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
بابا میں اس کا مقابلہ کرنے کو تیار ہوں بس آپ مجھے یہ بتادیں کہ رنجیت جادوگر کہاں رہتا ہے احزم نے پوچھا۔
بیٹا۔وہ ایک غار میں رہتا ہے وہ غار اس شہر کے شمال کی طرف جو جنگل ہے وہاں واقع ہے بزرگ نے بتایا۔
پھر مجھے اجازت دیں مجھے ابھی ہی نکلنا چاہیے
سنو بیٹا بزرگ نے کہا تو احزم رک گیا۔
سامعہ بیٹا کل جو تلوار میں نے تمہیں دی تھی وہ لے آؤ بزرگ نے سامعہ کو کہا۔

جی بابا۔ سامعہ یہ کہہ کر اٹھ گئی جب وہ دوبارہ کمرے میں آئی تو اس کے ہاتھ میں تلوار تھی ادھر وہ بیٹا بزرگ نے ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے کہا تو سامعہ نے تلوار بزرگ کے حوالے کر دی بزرگ نے پاس پڑا ہوا پانی تلوار پر لگایا۔

یہ لو بیٹا یہ تمہارے کام آئے گی اللہ تمہارا مدد گار ہوگا بزرگ نے تلوار احزم کو دیتے ہوئے کہا۔

شکریہ بابا۔ احزم نے تلوار لیتے ہوئے کہا۔

اچھا سامعہ میں بہت جلد آؤں گا احزم نے سامعہ کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا میں آپ کا انتظار کروں گی سامعہ نے مسکراتے ہوئے کہا احسن کو اس کے چہرے پر پھیلی ہوئی مسکراہٹ بہت اچھی لگ رہی تھی وہ اس کی ہی طرف دیکھے جا رہا تھا سامعہ نے اس کی طرف دیکھا تو شرما گئی احسن اور احزم باہر آگئے۔

اچھا دوست اب مجھے اجازت دو احزم نے احسن کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

احزم میں تمہیں اکیلا نہیں جانے دوں گا بلکہ میں بھی تمہارے ساتھ جاؤں گا احسن نے کہا۔

نہیں احسن میں تمہیں اپنی کسی بھی وجہ سے پریشان نہیں کرنا چاہتا۔ احزم نے اس سے کہا۔

یار مشکل وقت میں دوست ہی کام آتے ہیں اور میں نے سوچ لیا ہے کہ میں تمہارے ساتھ ضرور جاؤں گا احسن نے ضدی لہجے میں کہا اور موٹر سائیکل پر بیٹھ گیا۔

احسن تم۔۔

بس یار اگر تم مجھے نہیں لے کر جاؤ گے تو میں اکیلا ہی چلا جاؤں گا چل بیٹھ یہاں۔۔ احسن نے کہا تو احزم موٹر سائیکل پر بیٹھ گیا اور موٹر سائیکل آگے بڑھا دی۔

عطاریہ اس وقت تہہ خانے میں سر جھکائے ہوئے بیٹھی تھی اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اس کے پاس تین اور لڑکیاں بھی بیٹھی ہوئی تھیں ان کے چہرے خوف سے زرد ہو رہے تھے ان کی نظریں عطاریہ پر ہی جمی ہوئی تھیں ان میں سے ایک لڑکی اٹھی اور عطاریہ کے پاس بیٹھ گئی عطاریہ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

تمہارے رونے سے کوئی فائدہ نہیں ہے میں بھی جب یہاں آئی تھی تو بہت روئی تھی لیکن کچھ فائدہ نہیں ہوا ہم یہاں رہ کر صرف موت کا انتظار کر سکتی ہیں اس نے عطاریہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ اس کی بات سن کر سسک پڑی۔

میرے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہیے تھا میں نے ماں باپ کو دھوکہ دیا ہے اور اپنے منگیتر کا دل توڑا ہے جو مجھے دل و جان سے چاہتا تھا اس کی آنکھوں میں ہر وقت میرے لیے محبت ہی محبت ہوتی تھی وہ جب بھی مجھے ملتا کہتا عطاریہ تم میری زندگی ہو میں تمہیں اپنے آپ سے بھی بڑھ کر چاہتا ہوں عطاریہ نے کہا اور اس کے گلے لگ کر رونے لگی۔

میرے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ میں نے اس بھوت کی خاطر اپنے شوہر کو دھوکہ دیا لیکن آج اس کی حقیقت جان کر بہت شرمندہ ہوں میں اپنے آپ کو کبھی بھی معاف نہیں کروں گی۔ اس لڑکی نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔ اتنے میں اکاش بھوت تہہ خانہ میں داخل ہوا اس کی سرخ انگارہ آنکھوں میں وحشت ہی وحشت بھری ہوئی تھی ایک لڑکی اس کو دیکھ کر چیخنے لگی اکاش بھوت نے اسے بالوں سے پکڑا اور گھسیٹتے ہوئے تہہ خانے سے باہر لے آیا سامنے ہی رنجیت جادوگر ہاتھ میں تیز دھار چھری لیے بیٹھا تھا اکاش بھوت نے اس لڑکی کو رنجیت جادوگر کے سامنے پٹخ دیا وہ لڑکی اب بھی چیخ رہی تھی رنجیت اسے گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا پھر اس نے ہاتھ آگے بڑھا کر اسے بالوں سے پکڑا اور

چھری اس کی گردن پر چلا دی۔ اس لڑکی کے منہ سے ایک چیخ بلند ہوئی اس کا گلہ آدھا کٹ چکا تھا اس کے گلے سے خر خر کی آوازیں نکل رہی تھیں رنجیت جادوگر نے اس کی گردن پر اپنا منہ رکھا اور اس کا خون پینے لگا وہ لڑکی اس کے ہاتھوں میں تڑپ تڑپ کر ٹھنڈی ہو گئی اس کی آنکھیں خوف سے کھلی کی کھلی رہ گئیں اور منہ خون سے سرخ ہو چکا تھا۔ تھوڑی دیر بعد رنجیت نے منہ اٹھایا تو اس کا منہ خون سے سرخ ہو چکا تھا خون کے قطرے ہونٹوں سے ٹپک رہے تھے اس نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری رنجیت نے اکاش بھوت کا اشارہ کیا تو اس نے لڑکی کی لاش اٹھائی اور غار کے کونے میں بیٹھ کر کھانے لگا میں کامیاب ہوتا جا رہا ہوں تین دن بعد مجھ میں ایسی شیطانی طاقتیں آجائیں گی کہ کوئی بھی جادوگر میرا مقابلہ نہیں کر سکے گا ہاہاہا۔۔ ہاہاہا۔ غار رنجیت کے قہقہوں سے گونجنے لگی اچانک ہی وہاں سفید دھواں نمودار ہوا۔ اس میں سے آواز ابھری۔

آقا دولڑ کے آپ کو ختم کرنے کے لیے آرہے ہیں وہ غار کے قریب پہنچ چکے ہیں۔

کون ہیں وہ۔ رنجیت نے پوچھا۔

احزم اور احسن نام ہے ان کا دھویں سے آواز ابھری۔ ان کی یہ جرات کہ وہ مجھے ختم کریں جاؤ انہیں بہت بھیانک موت مارو رنجیت غصے سے چیختے ہوئے بولا۔ وہ دھواں غائب ہو گیا۔ جبکہ رنجیت جادوگر ادھر ادھر ٹہلنے لگا اکاش بھوت اردگرد سے بے خبر لڑکی کا گوشت نوچ نوچ کر کھانے میں مصروف تھا اکاش بھوت دولڑ کے مجھے ختم کرنے کے لیے آرہے ہیں وہ غار کے پاس پہنچ چکے ہیں میں نے سفید دھویں کو انہیں ختم کرنے کے لیے بھیجا ہے تو بھی جا۔۔ رنجیت نے کہا تو اکاش بھوت غائب ہو گیا۔

ادھر احزم اور احسن غار میں داخل ہونے والے تھے کہ ان کے سامنے سفید دھواں پھیل گیا۔ احزم اور احسن دھویں کی طرف بڑھے لیکن اگلے ہی لمحے وہ دونوں اڑتے ہوئے دور جا گرے احزم اڑتا ہوا ایک درخت سے ٹکرایا تھا جس سے اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی تھی اور سر سے خون بھی بہنے لگا تھا جبکہ احسن زمین پر گرا تھا جس سے اسے کوئی چوٹ نہ آئی تھی وہ دھواں اب احزم کی طرف بڑھ رہا تھا احسن کو کچھ سمجھ نہ آرہی تھی کہ وہ کیا کرے اچانک ہی اسے اپنے پاس اللہ کے نام والا لاکٹ گرا ہوا نظر آیا یہ لاکٹ احسن کو سامعہ نے گھر سے نکلتے ہوئے چپکے سے دیا تھا احسن نے پھرتی سے وہ لاکٹ اٹھایا او دھویں میں پھینک دیا جیسے ہی وہ لاکٹ دھویں سے ٹکرایا تو وہاں بہت ہی بھیانک اور کربناک چیخیں گونج اٹھیں دھیرے دھیرے وہ دھواں پانی بن کر ختم ہو گیا۔ احزم نے تلوار اٹھا لی۔ اور احسن کی طرف بڑھا احسن نے نیچے پڑا ہوا لاکٹ اٹھایا اور احزم کی طرف بڑھ گیا۔

احسن تم ٹھیک ہو ناں۔ احزم نے پوچھا۔

یار میں تو ٹھیک ہوں لیکن تمہارے سر سے خون

یار چھوڑو اسے۔۔ احزم نے احسن کی بات کاٹ کر کہا۔

اچھا چلو۔ احسن نے کہا تو وہ دونوں آگے بڑھنے لگے ابھی وہ دو قدم ہی چلے ہوں گے کہ ان کے سامنے اکاش بھوت آگیا اس کی کالی سیاہ رنگت اور سرخ آنکھیں دیکھ کر وہ دونوں کانپ کر رہ گئے احزم نے وقت ضائع کیے بغیر ہی تلوار کا وار اس کی گردن پر کیا اکاش کی ایک دل ہلا دینے والی چیخ بلند ہوئی اور اس کا سر کٹ کر دور جا گرا خون کا ایک فوارہ اس کی گردن سے ابل پڑا اور اس کے دھڑ کو آگ لگ گئی۔

چلو یار جلدی چلو یہ نہ ہو کہ کوئی اور مصیبت سامنے آجائے احسن نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

احزم اور احسن غار میں داخل ہو گئے تھوڑی ہی دیر بعد وہ وہاں پہنچ گئے جہاں رنجیت جادوگر بڑی بے صبری سے ان کا انتظار کر رہا تھا۔

تم دونوں کو تمہاری موت یہاں کھینچ کر لائی ہے تم دونوں نے میری دو بڑی طاقتوں کو ختم کر دیا ہے میں آج تم دونوں کا وہ حال کروں گا کہ تمہاری روح تک کانپ اٹھے گی رنجیت نے غصے سے سرخ ہوتے ہوئے کہا۔

ہم تمہاری دو بڑی طاقتوں کو تو ختم کر دیا ہے اب تمہاری باری ہے آج تم ہماری نہیں ہم تمہاری موت بنے گے احزم نے بھی غصے سے کہا۔ تو کیا سمجھتا ہے کہ تو یہاں رہ کر انسانی جانوں سے کھیلتا رہے گا نہیں اب ہم تمہیں ایسا نہیں کرنے دیں گے آج تجھے ختم کر کے ہی دم لیں گے۔ احسن نے سخت لہجے میں کہا۔

تم مجھے ختم کرو گے ہاہاہا۔ ہاہاہا۔ رنجیت جادوگر نے قہقہہ لگا کر کہا۔

تجھ کو اگر اپنی طاقت پر ناز ہے تو چل پہلے تو وار کر احزم نے رنجیت کو للکارتے ہوئے کہا۔

جیسے تمہاری مرضی اتنا کہہ کر رنجیت نے اپنا ایک پاؤں اٹھا کر زمین پر مارا تو زمین میں دراڑیں پڑنے لگیں۔ ان دراڑوں میں سے ایک ہڈیوں کا ڈھانچہ نکلا اس ڈھانچے کی ہڈیاں کوئلوں کی طرح جل رہی تھیں اور کھوپڑی کو آگ لگی ہوئی تھی اسے دیکھ کر احزم اور احسن کچھ خوفزدہ ہوئے لیکن انہوں نے یہ خوف رنجیت پر ظاہر نہ ہونے دیا ڈھانچے نے اپنا ہاتھ اوپر اٹھایا اور اپنے سر پر ملنے لگا اور اس کے ہاتھ میں آگ کا ایک گولہ آگیا اس نے وہ گولہ احزم کی طرف زور سے پھینک دیا احزم اس حملے کے لیے بالکل بھی تیار نہ تھا لہذا اس نے بچاؤ کے لیے تلوار سامنے کر لی آگ کا گولہ تلوار سے ٹکراتے ہی غائب ہو گیا۔

احزم اور احسن حیرت زدہ نگاہوں سے تلوار کو دیکھنے لگے ڈھانے نے دوسرا گولہ پھینکا لیکن تلوار سے ٹکراتے ہی وہ بھی غائب ہو گیا۔ احزم پھرتی سے آگے بڑھا اور ڈھانچے کی ہڈیوں کا سرما بنا دیا۔ ڈھانچے کا حال دیکھ کر رنجیت غصے سے چیخ اٹھا احزم رنجیت سے مقابلہ کرنے کے لیے آگے بڑھا تو رنجیت نے اسے اٹھا کر دیوار پر دے مارا احسن نے احزم کا یہ حال دیکھا تو وہ تڑپ اٹھا اور آگے بڑھ کر رنجیت کو ٹانگ سے پکڑ لیا اور اوپر اچھال دیا۔ رنجیت اڑتا ہوا نیچے آگرا تو احسن نے اس پر مکوں کی بارش کر دی لیکن اگلے ہی لمحے رنجیت نے احسن کو دور پھینک دیا۔ رنجیت دیکھنے میں تو کافی کمزور تھا لیکن اس کے کمزور بازوؤں میں بے انتہا طاقت تھی رنجیت غصے سے غراتا ہوا احسن کی طرف بڑھا اور اس کے بالوں سے پکڑ کر اس کا سر زور زور سے غار کی دیواروں پر مارنے لگا۔ احسن کی درد بھری چیخیں وہاں گونجنے لگیں احزم اٹھا اور تلوار مضبوطی سے پکڑ لی

خبیث چھوڑ و اسے اور مجھ سے مقابلہ کرو احزم نے چیخ کر کہا۔

مجھے خبیث کہا تو نے رنجیت غصے سے کانپتے ہوئے بولا اور ہوا کے جھونکے کی تیزی کی طرح احزم کی طرف بڑھا لیکن اگلے ہی لمحے احزم نے بھاگتے ہوئے تلوار رنجیت کے سینے میں اتار دی رنجیت کی بھیانک اور کربناک چیخیں وہاں گونج اٹھیں اس کے سینے سے گندہ سیاہ خون بہہ بہہ کر زمین کو گندہ کر رہا تھا احزم جلدی سے احسن کی طرف بڑھا۔

احسن۔ احسن۔ احزم نے احسن کو اٹھاتے ہوئے کہا احسن کا سارا چہرہ خون سے سرخ ہو چکا تھا

احسن اٹھو احزم نے پریشان ہو کر کہا۔ احزم میں ٹھیک ہوں اس نے ہوش میں آتے ہی کہا اور اس کا سہارا لے کر اٹھ کھڑا ہوا احسن تمہارے سر سے خون بہہ رہا ہے۔

یار تم میری فکر نہ کرو بتاؤ اس خبیث کا خاتمہ ہو گیا ہے یا نہیں۔۔

ہاں وہ مر گیا ہے۔ اب ہمیں عطاریہ کو تلاش کرنا ہے۔ اس نے کہا اور پھر ادھر ادھر دیکھنے لگے کہ ان کی نظروں کے سامنے ایک لڑکی کی پھٹی ہوئی لاش پڑی تھی انہوں نے جب لاش کو دیکھا تو ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ اسے اپنے دل کی دھڑکن رکتی ہوئی محسوس ہوئی۔ عطاریہ۔ احزم نے چیخ کر کہا اور لاش کی طرف بڑھا لیکن اس لڑکی کا چہرہ دیکھ کر اسے کچھ حوصلہ ملا۔ یہ۔۔۔ یہ عطاریہ نہیں ہے یہ کوئی اور ہے۔ وہ دکھ سے بولا۔

تینوں لڑکیاں تہہ خانے میں خوف سے ایک دوسرے کے ساتھ چمٹی ہوئی تھیں کیونکہ انہیں باہر سے آنے والی آوازوں نے خوفزدہ کر دیا تھا جب احزم نے چیختے ہوئے عطاریہ کا نام لیا تھا تو عطاریہ چونک گئی۔

یہ یہ۔ آواز تو احزم کی ہے عطاریہ نے کہا اور بھاگتے ہوئے تہہ خانے کے دروازے کے پاس گئی۔ اور زور زور سے دروازے کو پیٹنے لگی۔

احزم۔ احزم۔ عطاریہ یہ کہتے ہوئے تہہ خانے کا دروازہ پیٹ رہی تھی۔ احزم نے جب اپنا نام سنا تو وہ کھل اٹھا اور جلدی سے اس طرف بھاگا جہاں دروازہ پیٹنے کی آواز سنائی دے رہی تھی یہ آوازیں غار میں موجود بہت بڑے پتھر کے بت کے پیچھے سے آ رہی تھیں احزم اس پتھر کے بت کے پیچھے پہنچا تو اسے ایک دروازہ دکھائی دیا عطاریہ اب بھی دروازہ زور زور سے پیٹ رہی تھی احزم نے جلدی سے دروازہ کھول دیا عطاریہ نے احزم کو دیکھا تو بھاگ کر اس کے گلے سے لگ گئی۔

احزم مجھے معاف کر دو۔ عطاریہ روتے ہوئے بولتی جا رہی تھی اتنے میں تہہ خانہ میں موجود دونوں لڑکیاں بھی باہر آ گئی احزم نے جو انہیں دیکھا تو عطاریہ کو اپنے سینے سے الگ کیا پلیز احزم مجھے معاف کر دو میں تمہاری مجرم ہوں تم مجھے جو بھی سزا دو گے میں وہ قبول کر لوں گی۔ اگر تم نے مجھے معاف نہ کیا تو میں ساری زندگی تڑپتی رہوں گی کبھی بھی خود کو معاف نہیں کروں گی عطاریہ مسلسل روئے جا رہی تھی۔

میں تمہیں ایک شرط پر معاف کر سکتا ہوں۔

وہ کیا۔ عطاریہ جلدی سے بولی۔

تم یہ انگوٹھی پھر سے پہن لو۔ اس نے اپنی جیب سے انگوٹھی نکالتے ہوئے کہا۔ میں نے ابھی تک گھر میں منگنی ٹوٹنے کی بات نہیں کی ہے اور میں یہ بات کروں گا بھی نہیں۔ میں تو یہ بھی نہیں چاہتا کہ کسی کو اس بات کا علم ہو۔ عطاریہ نے جلدی سے اپنا ہاتھ اس کے سامنے کر دیا اور اس نے اس کو انگوٹھی پہنا دی۔ وہ مسکرا دی۔

اب تم نے مجھے معاف کر دیا ناں۔

ہاں کر دیا۔ وہ بھی مسکرا دیا۔

ارے ہیر رانجھا اب گھر چلنے کی تیاری کرو باقی شکوے شکایتیں گھر جا کر دور کر لینا احسن نے شرارت سے کہا۔ اور ان کے پاس آگیا۔ اس کی نظر دوسری طرف کھڑی لڑکیوں پڑی۔ لگتا ہے کہ ان لڑکیوں کو بھی رنجیت جادوگر نے یہاں قید کر رکھا تھا

ہاں ایسا ہی ہے۔ ایک لڑکی نے کہا۔

یہ کون ہے۔ عطاریہ نے پوچھا۔

یہ میرا دوست ہے احسن آج اس کی وجہ سے ہی میں نے رنجیت کا خاتمہ کیا ہے اور تم تک پہنچا ہوں احزم نے کہا۔

تھینک یو احسن بھائی۔ میں آپ کا یہ احسان

زندگی بھر یاد رکھوں گی واقعی ان لڑکیوں کو بھی رنجیت نے قید کر رکھا تھا۔۔۔ ان دونوں کے علاوہ بھی دو لڑکیاں اور تھیں لیکن انہیں رنجیت نے موت کے گھاٹ اتار دیا ہے ان لڑکیوں کی درد بھری چیخیں اب بھی میرے کانوں میں گونج رہی ہیں۔ عطاریہ نے خوفزدہ ہوتے ہوئے کہا۔ ہمیں ان لڑکیوں کو بھی ان کے گھر پہنچا دینا چاہیے احزم نے احسن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ تو احسن نے ہاں میں سر ہلا دیا۔

ماما مجھے معاف کردیں میں نے بہت بڑی غلطی کی تھی جس کی مجھے بہت بڑا سزا ملی ہے ماما مجھے اس بات کا احساس ہو گیا ہے کہ جو لڑکیاں اپنے ماں باپ کو برباد کر کے جاتیں ہیں بربادی خود ان کا مقدر بن جاتی ہے جس اولاد سے ماں باپ ناراض ہوں اس سے اللہ بھی ناراض ہوتا ہے ماما میں اپنی جنت کو چھوڑ کر چلی تھی آج اپنی جنت میں پھر سے واپس آگئی ہوں پلیز ماما مجھے معاف کردیں میں معافی کے قابل تو نہیں ہوں کیونکہ میری غلطی بہت بڑی ہے ماما اگر آپ مجھے معاف نہیں کریں گی تو اللہ بھی مجھے معاف نہیں کرے گا میں آپ سب سے دور رہ کر بہت تڑپی ہوں سامعہ ماما کے قدموں میں گر کر روئے جارہی تھی۔

ماما پلیز آپ سامعہ کو معاف کردیں۔ یہ اپنی غلطی پر بہت شرمندہ ہے احزم نے ماما کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ ماما نے احزم کے بابا کی طرف دیکھا وہ بہت پرسکون دکھائی دے رہے تھے انہوں نے مسکراتے ہوئے سر ہلایا ماما نے سامعہ کو اٹھایا اور گلے سے لگالیا۔ سامعہ ماما کے گلے سے لگ کر خوب روئی پھر ماما نے اسے اپنے سے الگ کیا۔ سامعہ نے بابا کی طرف دیکھا جو خاموشی سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے ان کی خاموش آنکھوں میں اپنی بیٹی کے لیے محبت ہی محبت تھی بابا مجھے معاف کردیں میں آپ۔۔۔ سامعہ یہ کہتے ہوئے آگے بڑھی۔

نہ۔۔۔ نہ۔ بیٹی مت رو میں نے تمہیں معاف کردیا ہے اب کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے بابا نے کہا۔ اور اپنی بیٹی کو گلے سے لگالیا۔ ان کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔

بابا آپ بہت اچھے ہیں میں بہت بری ہوں سامعہ روتے ہوئے بولی بس اب رونا بند کرو بابا نے سامعہ کو اپنے سے الگ کر کے سختی سے کہا سامعہ نے خوشی سے بابا کا ہاتھ چوم لیا پھر وہ سار یہ سے گلے مل کر بہت روئی۔ سامعہ کا خوبصورت چہرہ جو پہلے مرجھایا رہتا تھا اب پھر سے کھل اٹھا ماما بابا پہلے کی طرح اسے پیار کرنے لگے وہ اور سار یہ مل کر خوب ہنسی مذاق کرتیں کبھی سامعہ عطاریہ کے گھر چلی جاتی اور کبھی عطاریہ ان کے گھر آجاتی اور خوب چھیڑتی اور عطاریہ بھی اب بہت شرمندہ تھی وہ احزم کا سامنا بھی نہیں کر پا رہی تھی کیونکہ وہ آج اس کی وجہ سے ہی اپنے پیاروں کے پاس آئی تھی احسن ہی کی وجہ سے اسے اپنے حصے کی محبتیں واپس ملی تھیں۔

وہ اکثر اکیلی بیٹھ کر سوچتی کہ عشر تو ایک دھوکہ باز شخص تھا لیکن احسن تو اس سے بہت مختلف ہے کاش اگر عشر کی جگہ میری زندگی میں احسن ہوتا تو بدنامی کا داغ کبھی میری پیشانی پر نہ لگا ہوتا۔ کچھ دنوں بعد احسن کے ماں باپ ان کے گھر آئے اور احسن کے لیے سامعہ کا رشتہ مانگا احزم جانتا تھا کہ احسن سامعہ سے بہت پیار کرتا ہے اس لیے احزم کو اس رشتے پر سے کوئی اعتراض نہیں تھا احزم کے ماما بابا نے بھی احسن اور احزم کی دوستی کو مدنظر رکھتے ہوئے ہاں کردی۔ اس رشتے پر احسن اور سامعہ بھی بہت خوش تھے کیونکہ دونوں ہی ایک دوسرے کو چاہنے لگے تھے احزم کی ماما چاہتی تھی کہ احزم کی شادی کے ساتھ ساتھ سامعہ کی بھی شادی ہوجائے لہٰذا دونوں شادیوں کی تاریخ رکھ دی گئی

تازے سرخ گلاب کمرے میں ہر طرف بکھرے ہوئے تھے کمرہ گلابوں کی خوشبو سے مہک رہا تھا عطاریہ دلہن کے روپ میں احزم کے بیڈروم میں خاموشی سے بیڈ پر بیٹھی ہوئی تھی وہ مسکراہٹ جو ہر وقت اس کے چہرے پر چھائی رہتی تھی وہ کہیں غائب ہوگئی تھی اسی لمحے کمرے کا دروازہ کھلا اور احزم کمرے میں داخل ہوا عطاریہ نے چونک کر اوپر دیکھا اور شرمندہ سی ہو کر سر جھکالیا۔ اس کی دھڑکنوں کا شور بڑھنے لگا تھا احزم اس کے خوبصورت چہرے کو دیکھتا ہوا اس کے سامنے بیڈ پر بیٹھ گیا وہ سرخ دلہن والے جوڑے میں آسمان سے اتری ہوئی حور لگ رہی تھی اس کی آنکھوں میں شرمندگی تھی احساس ندامت کے تحت اس کا سر جھکا ہوا تھا۔

تم جب بھی ملو تو نظریں اٹھا کر ملا کرو
مجھے پسند ہے تمہاری آنکھوں میں اپنا آپ دیکھنا

احزم نے اس کی جھکی نگاہوں کو دیکھتے ہوئے شعر پڑھا احزم میں بہت شرمندہ ہوں میں نے تمہارا دل توڑا ہے میں بھٹک گئی تھی عطاریہ روہانسی ہوکر بولی اس کی بڑی بڑی خوبصورت آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں تھیں دوسرے ہی لمحے اس کی آنکھوں سے دو آنسوؤں کے قطرے ٹوٹ کر گالوں پر بکھر گئے احزم نے عطاریہ کی آنکھوں میں آنسو دیکھے تو تڑپ اٹھا۔ اور اس کے آنسو اپنے ہاتھوں میں جذب کر لیے عطاریہ تم سب بھول جاؤ لیکن صرف اتنا یاد رکھو کہ تم پہلے بھی میری تھی میری ہو اور ہمیشہ میری ہی رہو گی عطاریہ میں تمہیں ہمیشہ خوش دیکھنا چاہتا ہوں میرے دل میں تمہارے لیے محبت کم نہیں ہوئی ہے بلکہ ویسی ہی ہے جیسے پہلے تھی اگر مجھے تم سے محبت نہ ہوتی تو کبھی تمہیں واپس نہ لاتا۔ اب تم بھی مجھ سے ایک وعدہ کرو کہ تم مجھے کبھی چھوڑ کر نہیں جاؤ گی کیونکہ تم میری زندگی ہوں میرا دل ہو اور کوئی بھی انسان دل کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا احزم سچے دل سے بولے جارہا تھا احزم میں وعدہ کرتی ہوں کہ اب میں تمہیں چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گی عطاریہ احزم کا ہاتھ تھام کر کہا۔

دوسرے دن احزم کا ولیمہ تھا جبکہ سامعہ کی بارات تھی احسن آج بہت ہی خوش تھا کیونکہ اس نے زندگی میں پہلی بار کسی لڑکی کو چاہا تھا اور وہ اسے مل گئی تھی۔

قارئین کرام کیسی لگی میری کہانی ضرور بتائیں آپ کی رائے کا انتظار کروں گا میں ان تمام لوگوں کا شکریہ ادا کرتی ہوں جنہوں نے میری کہانیوں کو پسند کیا کئی بار سوچا اب سٹوریاں لکھنا چھوڑ دوں گی کیونکہ خوفناک ڈائجسٹ مجھے بہت مشکل سے ملتا ہے کئی کئی مہینے تو ملتا ہی نہیں ہے ریاض احمد لاہور میں آپ کی بہت مشکور ہوں میں آپ کی بہت بڑی فین ہوں آپ کے لیٹر میں اپنی کہانیوں کی تعریف دیکھ کر بہت خوشی ہوئی اور بہت ہی حوصلہ ملا اور میں نے مزید لکھنا شروع کردیا ہے تھینک یو سو مچ۔ سب اپنا بہت ہی خیال رکھئے گا۔

نہ جانے کیوں بس جاتے ہیں دل میں وہ لوگ
جن سے قسمت کے ستارے نہیں ملتے
✪.................. ابرار احمد آرائیں۔ گگومنڈی

کون خریدے گا اب ہیروں کے دام میں تیرے آنسو
وہ جو درد کا تاجر تھا تیرا شہر ہی چھوڑ گیا
✪.................. عبدالوحید بندیال۔ کراچی

مقدر میں جو سختی تھی وہ مرنے پر بھی نہ نکلی
کھودی گئی قبر میری تو پتھر کی زمیں نکلی
✪.................. عمر دراز امن۔ جڑانوالہ

درتوبہ

---تحریر: ساحل دعا بخاری۔ بصیر پور۔

میں نے خود کو ایک طویل صحرا میں بھاگتے پایا۔ آسمان پر سورج آگ کی مانند دہک رہا تھا اور قدموں تلے بچھی ریت انگاروں کی مانند تپ رہی تھی میرے جسم کے روم روم سے پسینہ پانی کی طرح بہہ رہا تھا بے پناہ گرمی تھی بے پناہ۔۔ میں مسلسل بے تحاشا بھاگ رہا تھا میری سانس دھونکنی کی مانند چل رہی تھی اور سینہ یوں پھول پچک رہا تھا گویا ابھی ایک زوردار دھماکے سے چیتھڑوں میں تبدیل ہو جائے گا بالآخر میری ہمت جواب دے گئی میں سلگتی ریت پر منہ کے بل گرا تقدیر جب گرانے کے درپے ہو تو گرنے کے لیے کسی ٹھوکر کی ضرورت نہیں رہتی میں وہی گر کر بری طرح ہانپنے لگا شدت سے پیاس کا احساس ہوا تھا حلق میں صحرائی کانٹے پھنسے ہوئے تھے۔ میں نے بہ وقت چار سو نظر دوڑائی پانی کا ایک قطرہ بھی نہ تھا۔ ہر چیز بے حد اجنبی لگ رہی تھی اور تنہائی کا شدید ترین احساس رگ و پے میں جھٹکے لے لے کر گردش کر رہا تھا مجھے یکا یک تنہائی سے شدید ترین وحشت ہوئی ایک شدید ترین اضطراب تھا جو لہو میں کھولنے لگا میں آنکھیں بند کئے ساکت پڑا رہا نجانے کیا ہونے والا تھا آنے والے لمحات اپنے جلو میں کیا لانے والے تھے میں یکسر بے خبر تھا کسی شے کی موجودگی کے احساس کے زیر تحت میں نے سر اٹھا کر دیکھا اور سانس اٹک گئی دل ایک دم سکڑ گیا وہ گوشت کا ایک طویل تر لوتھڑا تھا قریباً چھ فٹ لمبا لوتھڑا جو سانپ کی طرح رینگتے ہوئے میری جانب بڑھ رہا تھا۔ میں آنکھیں پھاڑے اس لوتھڑے کو وحشت و حیرت کی زیادتی سے تک رہا تھا عجیب لجلجا سا خون میں تر جیسے کسی ٹھوس وزنی پتھر سے اسے بری طرح کچل دیا گیا ہو اس کے اندر سے سرخ خون ابلا پڑ رہا تھا اور خون کے ساتھ گوشت کے باریک باریک ریزے بہتے چلے جا رہے تھے جو ریت پر پھیل رہے تھے وہ عجیب الخلقت چیز میری سانس اٹکائے دے رہی تھی ایسا منظر اس سے قبل میری بصارتوں سے نہ گزرا تھا میرے اعصاب شل ہوئے جا رہے تھے میرا وجود سناٹوں کی زد میں تھا پھر وہ ریزہ ریزہ ہو گیا میرے قریب پہنچنے تک اس کا چھوٹا سا چند انچ کا حصہ ہی بچا تھا اور پھر وہ ریزے تیزی سے سرکتے ہوئے ایک جگہ یکجا ہوئے اور پھر سے اسی لوتھڑے کی شکل اختیار کر لی۔ اے اللہ اب تو میری سزا ختم کر دے میں تیرے سوا اب کسی اور سے مدد نہیں مانگوں گا کیونکہ میں جان گیا ہوں کہ تیرے سوا کوئی بھی قادر نہیں ہے تو مجھے دوبارہ دنیا میں بھیج دے میں کبھی تیری نافرمانی نہیں کروں گا۔ اس لوتھڑے سے ابھرتی انسانی آواز سن کر مجھے کرنٹ لگا تو یہ کوئی انسان ہے اور یہ قیامت خیز خیال میرے جسم کا سارا خون خشک کر گیا خوف و دہشت کا سیاہ عفریت دل و دماغ پر پنجے گاڑھے خاموش اعصاب پہ مسلط تھا۔۔ ایک سنسنی خیز اور خوفناک کہانی

رات کی سیاہ چادر، شام کے ملگجے اندھیرے پہ پوری طرح لپٹ چکی تھی دسویں کے چاند کو سیاہ بادل اپنے شکنجے میں جکڑے ہوئے تھے اکا دکا ستارے جب بادلوں کے عقب سے ایک



ذرا جھانکتے تو ایسا لگتا گویا جگنو جھلملا رہے ہیں چاند جو ذرا دیر اہل زمین کا حال جاننے کی کوشش کرتا بادل فوراً کسی عیار بلی کی طرح اس پر جھپٹا مارتے پورا گاؤں نیند کے خوش رنگ اور مسحور کن وادیوں میں گم تھا نیند میری آنکھوں سے کوسوں دور تھی بے چینیاں میری رگ رگ میں چٹکیاں بھر رہی تھیں چھت پر ادھر سے ادھر چکراتے ہوئے میری ٹانگیں شل ہونے لگی تھیں تاہم میں چاہ کر ایک جگہ ٹک کر نہ بیٹھ سکتا تھا کیونکہ اضطراب میری رگوں میں خون کے ساتھ ساتھ گردش کر رہا تھا میں اضطراری انداز میں گاہے بگاہے ہاتھ میں موجود سیل فون پر ٹائم دیکھ رہا تھا۔ ایک ایک لحہ کچھوے کی سی رفتار سے رینگ رینگ کر گزر رہا تھا اور ذہن کو کچوکے لگا رہا تھا جونہی دس بجے میں تیزی سے سیڑھیاں پھلانگتا نیچے اترا برآمدے کا بلب روشن کیا اور سٹور روم سے اپنا مطلوبہ سامان اٹھا کر بہ آہستگی ستون کے سہارے ٹکایا اور کھٹ سے بلب بجھا دیا دبے پاؤں آگے بڑھ کر اماں کے کمرے دروازے کی جھری سے جھانک کر احتیاطاً دیکھا انرجی سیور کی دودھیا روشنی میں وہ خواب خرگوش میں گم تھیں میں مطمئن ہو کر سامان اٹھاتا باہر نکل گیا میرے قدم کھیتوں کے بیچ بنی ہوئی پگڈنڈی پر تیزی سے اٹھ رہے تھے قریباً چھ منٹ بعد میں قبرستان میں پہنچ گیا قبرستان کا بوسیدہ شکستہ حال دروازہ ذرا سا دھکیلنے پر ایک زبردست چرچراہٹ سے کھلتا چلا گیا خوف کیسی گھات لگائے بیٹھی بلی کی طرح جھپٹ کر مجھ پر حملہ آور ہوا میں نے سر جھٹک کر قدم آگے بڑھا دیئے۔ اندھیرے میں

قبروں کے بیچوں بیچ چلتا جا بجا رگی جھاڑیوں سے دامن بچاتا اپنی مطلوبہ قبر تک آ پہنچا۔ اس قبر تک پہنچ کر میری وہی حالت ہوئی جو ہمیشہ ہوتی تھی گہری اداسی اور ویرانیت میرے دل میں ہی نہیں پورے وجود میں گر گئی نوشین کا پاکیزہ چہرہ میری نظروں میں لہرانے لگا اور آنکھیں نم ہو گئیں میرا ذہن ماضی کی بھول بھلیوں میں بھٹکنے لگا۔

میں نے آنکھیں کھولیں تو گھر میں صرف اماں کو ہی دیکھا تھا بابا نے انہیں چھوڑ دیا تھا اور حارث بھائی اور ژائلہ بابا کے پاس رہتے تھے میں ان دونوں سے چھوٹا تھا بابا ہر ماہ اچھی خاصی رقم اخراجات کے لیے بھجوا دیتے تھے یہ نہیں تھا کہ اماں مجھے بابا سے ملنے سے روکتی تھی یا بابا ژائلہ اور حارث بھائی کو اماں سے نہ ملنے دیتے ہوں ہم لوگ اکثر ملتے تھے اور کبھی کبھی تو وہ لوگ ہمرے ساتھ ایک ایک ہفتہ رہتے تھے نوشین جبار چاچا کی اکلوتی بیٹی تھی ہماری کافی دوستی تھی چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑتے جھگڑتے ایک دوسرے کو مناتے یہ دوستی کب محبت میں بدلی پتہ نہیں چلا بس پتہ تھا تو یہ ہم ایک دوسرے کے بغیر رہنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے ہم لوگ اکثر اسکول سے واپسی پر جھیل کنارے گھنٹوں بیٹھے رہتے۔

نوشی ایک بات تو بتاؤ۔ ہم اپنی پسندیدہ جگہ یعنی جھیل کنارے بیٹھے تھے جھیل کا سفید پانی اس قدر شفاف تھا گویا شیشہ بہہ رہا ہو۔ اس کی تہہ میں پتھر صاف دکھائی دیتے تھے۔

پوچھو۔ اس نے اپنی بڑی بڑی سبز آنکھیں اٹھا کر مجھے دیکھا۔

اگر میں مر گیا تو۔۔

اللہ نہ کرے۔ وہ دہل گئی۔ اگر شکل اچھی نہ ہو تو بات ہی اچھی کر لیا کرے بندہ۔ اس کی سبز جھیل سی آنکھیں لبالب پانیوں سے بھر گئیں میں بوکھلا گیا۔

سوری۔

جان نکال کر رکھ دی اب سوری اس کی پلکوں سے ٹوٹتے ستارے اب اس کے گالوں پر پھیل رہے تھے۔

پلیز یار سوری ناں۔ میں نے اپنی انگلیوں کی پوروں پر اس کے گالوں پر لڑھکتے ستارے چن لیے۔

او کے۔ لیکن آئندہ ایسی بکواس نہیں کرو گے اس نے چہرہ پر آئی لٹیں کانوں کے پیچھے اڑسیں۔ او کے۔ میں نے جھٹ سے کہا اس کی خفگی مجھ سے برداشت کہاں ہوتی تھی ہم ابھی وہیں بیٹھے تھے کہ ایک عجیب واقعہ ہوا ایک پرندہ ہمارے سامنے بڑے بڑے سے پتھر پر آکے بیٹھ گیا اس کی گول آنکھوں کا رنگ نہایت عجیب تھا کچھ دیر وہ ہمیں گھورتا رہا پھر اس نے اپنے سنہری چمکدار پر پھڑپھڑائے اور ہمارے گرد چکرانے لگا وہ برابر دائرے کے بیچوں بیچ مہین سی دھند پھیلنے لگی تھی پھر اس نے اپنی لمبی زرد چونچ کھول کر ایک چبھتی ہوئی سی آواز نکالی اور فضا کی وسعتوں میں پرواز کر گیا یہ۔۔ یہ کیا تھا آذر نوشی کا سکتہ ٹوٹ گیا میں بھی بے اختیار چونکا۔

کچھ نہیں ایسے ہی ایک پرندہ تھا میں نے اس سے زیادہ خود کو تسلی دی تھی ایک عجیب سا ہراس مجھے اپنی لپیٹ میں لے چکا تھا۔

اگست کا وہ دن عجب اداسی میں لپٹا تھا فضاؤں میں یک نامانوس سی سوگواری گھلی تھی ایک عجیب سا اضطراب تھا جس نے مجھے جکڑ رکھا تھا میں اماں کو بتا کر نوشی سے ملنے چلا گیا نگہت چچی کو سلام کر کے میں نے نوشی کے بارے میں پوچھا پچھلے تین دن سے ہماری ملاقات نہ ہوئی تھی وہ چھت پر ہو گی۔

آذر بیٹا پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے اسے ہر وقت کھوئی کھوئی سی رہتی ہے اور یکدم ڈر جاتی ہے تم پتہ کرو میں تو پوچھ پوچھ کے تھک گئی ہوں کچھ بتاتی ہی نہیں میں اثبات میں سر ہلاتا زینے چڑھ گیا وہ ستون سے ٹیک لگائے گم سم سی کھڑی تھی حتیٰ کہ اسے میری آمد کی بھی خبر نہ ہوئی۔

نوشی کہاں کھوئی ہو میں نے اس کی آنکھوں کے آگے ہاتھ لہرایا وہ بری طرح چونکی اور ایک ہلکی سی چیخ اس کے یاقوتی لبوں کی باڑ توڑ کر فضا میں بکھر گئی۔ تت۔ تم۔ ہو اس کا لہجہ ڈرا سہما سا تھا۔

کیا ہوا تم اتنا ڈر کیوں گئیں میں نے چونک کر پوچھا۔

کچھ نہیں۔ وہ نفی میں سر ہلا گئی اس کے چہرے پر ویرانی کے سائے تھے گلابیاں گھلی رنگت زردیاں گھلی تھیں جھیل آنکھوں میں ایک عجیب سی وحشت کھنڈی تھی میں بری طرح ٹھٹک گیا۔

کیا ہوا تمہیں نوشی بتاؤ مجھے میں نے اسے بے قراری سے جھنجھوڑا وہ بری طرح بکھر گئی اور میرے سینے سے لگ کر رونے لگی۔

آذر۔ آذر۔

جی جان آذر۔ میں نے اسے متاع حیات کی طرح بانہوں میں سمیٹ لیا وہ بدستور رو رہی تھی ہچکیوں سے اس کا پورا وجود لرز رہا تھا نوشی میری جان پلیز بتاؤ ناں کیا ہوا اس کی ریشمی زلفیں سہلاتے ہوئے میں نے نرمی سے پوچھا۔

کچھ نہیں ہوا ہے درشتی سے بولتی ہوئی وہ ایک جھٹکے سے مجھ سے الگ ہوئی تھی تم۔ تم چلے جاؤ یہاں سے میں تم سے بات نہیں کرنا چاہتی میں تمہاری شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی سنا تم نے وہ چلائی تو میں ششدر رہ گیا۔

یہ۔۔ یہ کیا کہہ رہی تھی وہ اس نے اس لہجے میں تو کبھی مجھ سے بات نہ کی تھی اور۔۔ اور اس کے الفاظ۔۔ مجھ۔۔ مجھ سے نفرت نوشی میں بے

یقینی کے حصار میں تھا۔

ہاں ہاں تم سے نفرت۔ وہ حلق پھاڑ کر چلائی لیکن کیوں مجھے سانس لینے میں بے حد دشواری ہو رہی تھی ایسا لگ رہا تھا کہ سانس حلق کے گنبد سے ٹکرا کر ہی واپس جا رہی ہے دل تھا کہ پاتال کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب رہا تھا پیروں میں عجب سنسناہٹ ہو رہی تھی۔۔ شام کو آنا تمہیں تمہارے ہر سوال کا جوب مل جائے گا وہ رخ پھیرے کھڑی تھی۔ ابھی بتاؤ نوشی مجھے اپنی آواز کسی کنویں سے آتی محسوس ہو رہی تھی۔

آذر۔ میں نے کہا ناں شام کو ابھی تم جاؤ تمہیں میری۔۔ قسم پلیز۔ اس کی آواز سرگوشی میں ڈھل گئی میں شکست خوردہ سا پلٹ گیا۔

یہ عشق و محبت سمجھ سے بالاتر ہیں غالب
علم ہوتا تو عالم ہوتے فن ہوتا تو ماہر ہوتے

میں جھیل کنارے پتھر پر بیٹھا پانی میں کنکر پھینک رہا تھا نوشی کی باتیں میرے کانوں میں ابھی بھی گونج رہی تھیں دل بجھا بجھا سات ھا سورج ڈوب رہا تھا جب وہ اپنی مخصوص جگہ پر آ کر بیٹھ گئی میں گردن موڑ کر اسے دیکھنے لگا اس کی آنکھوں کی چمک ماند پڑی ہوئی تھی وہ گالوں پر آنسوؤں کی لکیریں تھیں میں۔ میں رمیز سے شادی کر رہی ہوں۔ اس کی بات پر میں نے تڑپ کر اسے دیکھا وہ جھیل کی تہہ میں نگاہ جمائے ہوئے تھی میرا دایاں ہاتھ پوری قوت سے اس کے گال پر پڑا تھا اس کے گال پر میری انگلیوں کے نشان ثبت ہو کر رہ گئے

پھر کہو کس سے شادی کر رہی ہو۔ میرے دھیمے لہجے میں اژدھے کی پھنکار تھی۔

رمیز سے۔۔ اس کی آواز میں لرزش تھی۔ رمیز سے میرے سر پر نہ آسمان تھا نہ قدموں تلے زمین میں خلا میں معلق تھا مجھ سے وجہ مت پوچھنا وہ سر جھکا گئی تمہاری کوئی بھی وضاحت میرے وجود کے ریزے کبھی نہیں سمیٹ سکے گی۔

نوشی کبھی نہیں۔ مجھے اپنی آواز بے حد اجنبی لگ رہی تھی مجھے اپنا وجود ہی اجنبی لگ رہا تھا نوشی تم۔ تم میرے ساتھ جو مرضی کر لو میری جان لے لو مگر مگر میرے ساتھ ایسا مت کرو نوشی خدا کے لیے ایسا مت کرو میں اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے قدموں میں بیٹھ گیا میرا دل پھٹ رہا تھا۔

تم مجھ سے محبت کرتے ہو آذر۔ اس نے عجیب سے انداز میں دریافت کیا۔

تمہیں ابھی تک یہ بھی پتہ نہیں چلا میرے حلق میں کوئی نم سی چیز پھنس گئی جس کی نمی نے آنکھوں کی دہلیز پر پاؤں دھرے تھے۔

مجھے خوش دیکھنا چاہتے ہو۔ میرا سر آپوں آپ اثبات میں ہل گیا۔ تو پھر میری خوشی رمیز سے شادی میں ہے وہ سپاٹ انداز میں کہہ کر چلی گئی۔ ہاں وہ چلی گئی شام میں ڈھلتی رات کی تاریکیاں میری آنکھوں میں آبسیں۔ دل کو کوئی بے دردی سے پیروں تلے روندھ رہا تھا میں تڑپ تڑپ کر رونے لگا۔

اس کی شادی نو تمبر کو طے پائی تھی اور آخر اگست کے دن تھے وہ اضطراب میری رگوں میں خون کے ساتھ گردش کرتا تھا بے چینیاں روم روم میں سمائی ہوئی تھیں دل ہمہ وقت تڑپ کر شکنجے میں تھا جوں جوں اس کی شادی کے دن قریب آتے جا رہے تھے میرے اضطراب میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا وہ کسی اور کی ہو جائے گی اس کے نام کے ساتھ کسی اور کا نام جڑ جائے گا وہ کسی اور کی ملکیت ہو گی وہ اسے دیکھے گا چھوئے گا پیار کرے گا میری جان پل پل نکل رہی تھی لمحہ لمحہ مر رہا تھا لمحہ لمحہ

مر رہا تھا لوگ کہتے ہیں کہ محبوب کی خوشی ہی ہماری خوشی ہے وہ کسی اور کا ہے تو کیا ہوا لیکن میرے لیے بے حد جان لیوا تھا اسے کسی کے ساتھ سوچنا بھی میں پل پل اذیت کی سولی پر لٹک رہا تھا بلاخر سات تمبر کا دن آن پہنچا اس دن اس کی مایوں کی رسم تھی میں نے سر شام ہی نیند کی گولیاں پھانگ لیں مگر نیند نیند تو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محبت کے عوض گروی رکھی جا چکی تھی چند منٹ کے لیے اگر نیند آ بھی جاتی تو جھٹ آنکھ کھل جاتی اس کی باتیں اس کے وعدے سب کچھ یاد آتا تو نئے سرے ہی دل اذیت سے تڑپنے لگتا تھا۔ لوگ کیوں جھوٹ بولتے ہیں کیوں کسی کے جذبات سے کھیلتے ہیں۔ محض اپنا ٹائم پاس کرنے کے لیے کسی کو کرب و اذیت کی بھٹی میں جھونک دینا کہاں کا انصاف ہے محض اپنا وقت رنگین بنانے کے لیے کسی کے دل تادم آخر تک کے لیے ہجر کی آگ کے حوالے کر دینا کہاں کا قانون ہے اگلا دن آٹھ تمبر کا تھا اسکی مہندی کا دن وہ سارا دن جس کرب کے عالم میں گزرا تھا ناقابل بیان ہے شام ہوتے ہی میری جان نکلنے لگی اب وہ اس کے نام کا سنگھار کر رہی ہو گیا اب لڑکیاں اسے آنچل کی چھاؤں تلے اسٹیج پر لا رہی ہونگی۔ غرض لمحہ لمحہ جان لیوا تھا اس کرب کو اس اذیت کو وہی سمجھ سکتا تھا جو اس سے گزرا ہو جس نے یہ اذیت اپنی جان پر جھیل ہو اس وقت میں تڑپ تڑپ کر اللہ سے دعا کر رہا تھا کہ یا تو میرا دل بے حس کر دے اس کی طرف سے یا پھر مجھے موت دے دے لیکن دعا بھی کب قبول ہوتی ہے میں تو۔۔ میں تو پہلے ہی اللہ کی قدرت اس کے ہر چیز پر قادر ہونے اس کی وحدانیت پر اس کے سب سے قوی تر ہونے پر یقین رکھتا تھا پھر پھر وہ مجھے کیوں آزما رہا تھا میں از سر نو تڑپ تڑپ کر چیخ چیخ کر رونے لگا میرا خود پر سے کنٹرول ختم ہو گیا تھا

اب جو دور ہو ہے تو احساس ہوا ہے مجھ کو
کہ وہ شخص میرے دل کے قریب کتنا تھا
جو وہ کہتا تھا وہی عکس ابھرتا تھا اس میں
میرے دل کا آئینہ بھی عجیب کتنا تھا
اس کی آنکھوں میں دھنک رنگ خواب تھے جس کے
وہ شخص بھی لوگو۔ خوش نصیب کتنا تھا
شب ہجر کٹی اپنی تو تارے گنتے
اس کے پہلو میں خوش رقیب کتنا تھا
وہ جب غیر کی ملکیت ہوا دل میں اتر آیا سکوت مرگ
روح میں جو پھیلا تھا سناٹا مہیب کتنا تھا
ہر دعا فلک سے بے نیل و مرام لوٹ آئی تھی دعا
نصیب بھی اپنا اس شب بدنصیب کتنا تھا

نو تمبر کا وہ قاتل دن بھی آن پہنچا حالانکہ میں نے کتنی دعائیں مانگی تھیں اس دن کے کبھی نہ آنے کی خدا کے حضور گڑگڑایا تھا منتیں مانگیں تھیں پھر بھی۔۔ پھر بھی وہ قاتل دن۔ میں نے سائیڈ ٹیبل کی دراز سے سلیپنگ پلز کی شیشی نکالی اور پوری شیشی ہتھیلی پر الٹ لی چند سیکنڈ لگے تھے مجھے گولیاں نگلنے میں میں نے پانی کا گلاس سامنے دیوار پر دے مارا گلاس ایک چھناکے سے ٹوٹا اور کرچیاں اپنے ریزہ ریزہ ہوتے وجود پر ماتم کناں ادھر ادھر بکھر گئیں مجھے ان کرچیوں میں اپنا آپ نظر آیا میں بھی تو یونہی ریزہ ریزہ ہوا تھا اے اللہ تو آج کل میری ہر دعا رد کر رہا ہے کم از کم مجھے آج موت ہی دے دے اس کے بعد کا عذاب قابل قبول ہے بے شک مجھے ہمیشہ کے لیے جہنم کا ایندھن بنا دینا۔ یہ میری بے بسی کی انتہا تھی لاشعور میں اب بھی سجی سنوری دلہن بنی نوشین رمیز کے پہلو میں بیٹھی نظر آ رہی تھی میں بیڈ پر گرا اور میرا ذہن

تاریکیوں کے سمندر میں ڈوب گیا۔

چھوڑ گیا ہے کل شام وہ شخص مجھے
میرے دل کو اذیت کے حوالے کر کے
ہم تو اس سے کوئی شکوہ بھی نہیں کر سکتے دعا
تا زیست تاریکیاں سونپ دیں
جس نے چند لمحے اجالے کر کے

بے ہوشی اور خود فراموشی کا وہ عالم نجانے کب تک طاری رہا سب سے پہلا احساس درد کا تھا سر پر گویا کسی نے پہاڑ رکھ چھوڑا تھا میں نے اپنے بوجھل پپوٹے وا کیئے اور خالی خالی نظروں سے سفید چھت کو دیکھنے لگا مجھے بعد میں پتہ چلا کہ وہ اسپتال کی چھت تھی نوشین کی طرح موت بھی مجھے ٹھکرا دیا تھا میری آخری دعا بھی رد ہو چکی تھی خدا نے مجھے موت بھی نہیں دی تھی اور تقدیر کیس طرح دار دوشیزہ کی صورت لبوں پر فاتحانہ مسکراہٹ سجائے مجھے از سر نو ہرا کر میری بے بسی کا مذاق اڑا رہی تھی میری شکست کا جشن منا رہی تھی میرا بے اختیار دل چاہا اور شدت سے دل چاہا کہ اس کے لبوں پر بجی مسکراہٹ نوچ لوں ٹھیک اسی طرح جس طرح اس نے میرے لبوں کی مسکراہٹ چھینی تھی مگر میں بے بس تھا اور یہ بے بسی کس قدر بے بس بے اختیار لاچار لفظ ہے کاش میں لفظوں میں بیان کر سکتا اس دن میں نے خود سے ایک عہد کیا خدا اس سے کبھی کچھ نہ مانگنے کا عہد۔ قسمت کو ہرانے کا عہد خدا نے میری کوئی دعا قبول نہیں کی تھی مجھے بے سہارا چھوڑ دیا تھا مگر اب مجھے بھی اس سے کوئی دعا کچھ بھی نہیں مانگنا تھا اور قسمت جس نے میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی میری محبت چھین لی تھی تو اب مجھے قسمت کو ہرا کر اپنی محبت حاصل کرنی تھی کبھی ہار نہیں ماننی تھی ہاں اگر موت کے ہاتھوں مجھے شکست ہو جائے تو الگ بات ہے مگر میں بھول گیا تھا کہ میں تو کیا کوئی بھی خدا کے سہارے کے بغیر کچھ بھی نہیں خاک کا ایک ذرہ بھی نہیں بہرحال تو میں نے خود سے عہد کر لیا اور پھر ۔۔اور پھر۔۔

میں اسی وقت اماں کے ساتھ ڈاکٹر کے کلینک تک گیا تھا انہیں السر کی شکایت تھی وہ چیک کے لیے گئیں تو میں اخبار اٹھا لیا اور سرسری نظر سے جائزہ لینے لگا ایک جملے پر میری پھسلتی نظر جم کر رہ گئی محبوب آپ کے قدموں میں کسی عامل کا اشتہار تھا وہ چند دن کے یے ہمارے علاقے میں آیا تھا اس کے چلوں وغیرہ کا مختصر اندرج تھا پنڈت مہاراج سدھارت ناتھ بنگالی۔ میں نے زیر لب نام دہراتے ہوئے پتہ نوٹ کر لیا اگلے ہی روز میں وہاں تھا۔ فلیٹ تو عام سا تھا مگر ایک عجیب سی وحشت نے ماحول کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا اس کے کمرے میں ایک مورتی سجی تھی ایک لمحے کو تو میرے ضمیر نے ملامت کی مگر میں نے یہ سوچ کر خود کو تسلی دی۔ کہ میں کون سا ان پر ایمان لے آیا ہوں میں تو صرف اپنے کام کی غرض سے آیا ہوں اس کا حلیہ بھی نارمل تھا صرف ماتھے پر لگا تلک ہی اس بات کی نشاندہی کرتا تھا کہ وہ ہندو ہے اس نے میرا مسئلہ تفصیل سے سنا اور مجھے اگلے روز آنے کو کہا۔ میں اثبات میں سر ہلاتا ہوا واپس آ گیا۔

رمیز نے اسے شادی کے لیے مجبور کیا تھا اس نے دھمکی دی تھی کہ اگر نوشین نے شادی سے انکار کیا رہ نہ صرف اس کے والدین کو بلکہ تمہیں بھی موت کے گھاٹ اتارے گا۔

مہاراج سدھارت کی بات نے مجھے حیران نہیں کیا تھا میں پہلے ہی جانتا تھا کہ نوشین کو یقیناً کسی طرح سے۔۔

مجھے اسے ہر حال میں اپنانا ہے۔ میرا لہجہ اٹل تھا

ٹھیک ہے میں اس کے ملیے ایک چلہ کروں گا اور تمہیں نوشین کو جا کر سمجھانا ہو گا وہ مجھے تفصیلات بتانے لگا اس کے چلہ کا وہ تیسرا ہی دن تھا جب میں نوشین کے گھر گیا ثائلہ اور حارث بھائی بابا کے ساتھ یورپ ٹرپ پہ گئے ہوئے تھے اور اماں میری رشتے کی ایک خالہ تسنیم کے گھر گئی تھی رمیز بھی میرا دور کا کزن ہی لگتا تھا میں اس کے گھر گیا تو ملازمہ ڈرائینگ روم میں بیٹھا کر چلی گئی قریباً بیس منٹ بعد مجھے ایک ہلکی سی نسوانی چیخ سنائی دی میرا دل ایک دم ڈوب کر ابھرا چیخ بلاشبہ نوشین کی ہی تھی اس آواز کو تو میں لاکھوں میں پہچان سکتا تھا میں تیزی سے دھڑکتے ہوئے دل سے اندر کی جانب بڑھا بیڈ روم کا دروازہ ایک دھماکے سے کھولا اور اندر کی جانب بڑھا ہی تھا کہ سامنے کا منظر دیکھ کر میری سانس اٹکنے لگی قدیم دہلیز میں گر گئے نوشین سامنے کارپٹ پر گری تھی اس کی پسلیوں میں دو سوراخ تھے سفید قمیض خون سے سرخ ہو رہی تھی

-

نوشی۔ نوشی میں یکلخت بیقراری سے لپکا نوشی نوشی میری جان۔ اس کا سر اپنی آغوش میں لے کر میں اس کے گال تھپتھپانے لگے اس کی گلابیاں گھلی رنگت ہلدی ہو چکی تھی اس نے اپنی ریشمی پلکوں کی جھالر اٹھا کر مجھے دیکھا اس کی ویران آنکھوں میں لحظہ ھر کے لیے چمک اُمڈ آئی جیسے دیا بجھنے سے قبل آخری بار پھڑ پھڑاتا ہے۔

مم۔ مجھے معاف کر دینا۔۔ اس نے اٹک اٹک کر کہا نہیں۔ نوشی تم تم مجھے چھوڑ کر نہیں جاؤ گی میں عالم دیوانگی میں تھا اس کی گردن ایک جانب ڈھلک گئی نوشی میں حلق پھاڑ کر چلایا۔

نہیں نوشی تم مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتی ۔آنکھیں کھولو۔ نوشی آنکھیں کھولو۔ ہذیانی انداز میں چلاتا میں اسے جھنجھوڑنے لگا کوئی کانٹوں بھری جھاڑی میرے جسم میں بار بار پیوست کر کے کھینچ رہا تھا نوشین کے حسین چہرے پہ موت کا سکوت چھایا تھا میں نے تڑپ کر اس کی کلائی تھام لی اور نبض ٹٹولنے لگا مگر نبض ۔۔نبض تو انگلیوں تلے آ ہی نہ رہی تھی یا شاید میری انگلیوں کی رسائی وہاں تک نہ ہو رہی تھی میں دیوانوں کی طرح اس کی کلائی ٹٹولنے لگا مگر نبض ہوتی تو ملتی اس کی نبض تو کہیں پاتال کی گہرائیوں میں تاریکیوں میں ڈوب چکی تھی سرد لمحوں کی گرفت میں آ کر منجمد ہو چکی تھی اس کی نبض دھڑکن سانس زندگی کی ہر علامت دم توڑ چکی تھی مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے ملک الموت نے اس کی نہیں میری روح قبض کر لی ہو اس کی سرد اور زندگی سے عاری کلائی تھامے میں سناٹے کی کیفیت میں تھا سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں سلب ہو کر رہ گئیں تھیں میں نے بے جان ہاتھوں سے اس کی کلائی چھوڑ دی قسمت ایک بار پھر مجھے ہرا گئی تھی اور یہ ہار یہ شکست برداشت کرنے والی نہیں تھی۔ ہرگز نہیں تھی۔

زندگی خواب کے سوا کیا تھی
زندگی عذاب کے سوا کیا ہے
تمام عمر یہ تشنگی حاوی رہی دعا
سمندر بھی سراب کے سوا کیا ہے

رات اپنی تمام تر تاریکیوں سمیت چار سو پھیل چکی تھی آسمان کے تاریک سینے پر اکا دکا سارے جھلملا رہے تھے چہار اطراف سناٹا کسی فرض شناس چوکیدار کی مانند چوکس کھڑا تھا خاموشی آنکھیں پھاڑے وحشت زدہ سی ادھر ادھر چکرائی پھرتی تھی گورستان میں موت کا ازلی سکوت

چھایا تھا اکا دکا بیری اور ایک برگد کا درخت کسی عفریت کی صارت پر پھیلائے کھڑے تھے قبرستان میں جا بجا قبروں کی صورت موت بکھری تھی موت جو ہر ایک کو نگل لیتی ہے موت جو ہمہ وقت کسی عقاب کی مانند ہمارے سروں پر مسلط اپنے خونی پنجوں میں جکڑنے کو بے تاب ہے موت جس سے کسی کو مفر نہیں کہ تیر پیا اڑ کے خود نشانے لگے لیکن موت کی کوئی ایک شکل نہیں ہوتی کبھی یہ پل پل اذیت دے دے کر مارتی ہے اور کبھی ایک ہی بار سانس چھین لیتی ہے ہر بار یہ مختلف روپ میں سامنے آتی ہے اور اس کا ہر روپ پہلے سے زیادہ کرب ناک اذیت ناک اور وحشت ناک ہوتا ہے ٹھیک اسی طرح زندگی پل بھر میں روپ بدل لیتی ہے زندگی جو موت سے بھی سخت ترین شے ہے معاً ایک کھٹکا سا ہوا ماحول پر طاری سکوت اس سنگریزے سے ٹوٹ گیا میں جو نوشی کی قبر کے پاس بازو گھٹنوں کے گرد لپیٹے بیٹھا تھا چونک کر گردن ترچھی کر کے دیکھنے لگا نوشین کو رمیز نے مارا تھا اور خود فی الوقت روپوش سا تھا وہ کوئی ہیولہ سا تھا اس کا سیاہ لبادہ ٹخنوں کو چھوتا تھا وہ قبروں کی صورت بکھری پڑی موت سے بچ بچ کر گزر رہا تھا اس کے پیروں تلے آتے خشک پتے سناٹے کی وحشت کو توڑ رہے تھے وہ عین میرے پاس آ کر رک گیا میں اسے بے تاثر نظروں سے دیکھتا رہا میرے پاس اب کوئی تاثر نہیں بچا تھا ہر جذبے ہر تاثر کو موت نے نگل لیا تھا اب میری زندگی پر صرف ایک ہی تاثر چھایا تھا موت کا تاثر تا حد نگاہ موت کا تاثر۔

آذر۔ مہاراج سدھارت کی پاٹ دار آواز اس وقت دھیمی تھی میں نے اسے صرف دیکھنے پر اکتفا کیا یہاں کیوں بیٹھے ہو وہ میرے پاس بیٹھ گیا میں نے چپ چاپ سر جھکا لیا میرے پاس کہنے کو کچھ نہیں تھا بلکہ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں تھا صرف بے بسی جو پرے گرد ہمہ وقت رقصاں رہتی تھی اگر تم چاہو تو نوشین تمہیں مل سکتی ہے۔ اس کی بات پر میں نے ایک جھٹکے سے سر اٹھایا۔

اب۔۔۔ میرا لہجہ سپاٹ تھا اس نے سر اثبات میں ہلایا۔ اندھیرے کے باوجود اس کے لبوں پر پھیلی مسکراہٹ مجھ سے پوشیدہ نہیں رہی۔ مرے ہوئے لوگ واپس نہیں آتے میں نے سر جھٹکا۔

ہاہاہا۔ تو گویا ہر لوگ جو چلے جو جاپ کرتے ہیں وہ ایویں ہی ہیں۔ نوشین زندہ نہیں ہوگی مگر اس کے جسم میں کسی اور کی روح داخل کی جا سکتی ہے وہ مجھے تفصیلات بتانے لگا اسے ایک چلہ کرنا تھا مجھے نوشین کی لاش اس تک پہنچانی تھی باقی کام وہ مجھے بعد میں بتاتا۔ میں اس وقت بے حسی کی انتہاؤں پر تھا میں نے فوراً ہامی بھر لی۔ وہ مجھ سے بغلگیر ہو کر رخصت ہو گیا اگرچہ اس کے وجود سے اٹھتی ناگوار بدبو نے میرا جی متلا دیا تھا تاہم میں نے ضبط کیا میرا خیال تھا کہ میں قسمت کو شکست فاش سے دوچار کر دوں گا۔

رات گہری ہو چکی تھی۔ میں نوشین کی قبر کے پاس موجود تھا میں تنہا تھا سب ہی شام کو چلے گئے تھے اسے دفنا کے۔ کوئی بھی پاس نہیں تھا میرے سوا۔ میں رو رہا تھا آنکھیں بہتی جا رہی تھیں۔ پھر میں نے آنکھوں میں در آئی نمی ہتھیلی کی پشت سے صاف کی اور بیلچہ وغیرہ سنبھال لیا میری چھٹی حس میرا وجدان مسلسل کوئی سگنل دے رہا تھا میرے اندر مجھے کوئی منع کر رہا تھا یہ سب کرنے سے روک رہا تھا قبرستان میں خاموشی کا بھوت مسلط تھا بادل بدستور چاند کو دبوچے ہوئے تھے اندھیرا کسی نابینا عقاب کی مانند میرے اردگرد چکرا رہا تھا دفعتاً آسمان کے مغربی کونے پر بجلی کی

دیوی نے جھلک دکھلائی لمحہ بھر کے لیے قرب وجوار روز روشن کی طرح عیاں ہوئے بیری اور برگد کے پتے چمکے ہولے ہولے سرسراتی ہوا تیزی سے چکرانے لگی میں نے نم آنکھوں کو از سر نو صاف کیا اور کدال اٹھالی میں نے کدال فضا میں بلند کی کہ چاروں جانب سے آسمانی بجلیاں فضاؤں کے سینے فگار کرتیں میری جانب لپکیں مگر کسی انجانے خوف کے زیر تحت واپس انہی بلندیوں میں پرواز کر گئیں جدھر سے ظاہر ہوئی تھیں اور پوری زمین لرز اٹھی کدال سیدھا قبر پر پڑا۔ نرم مٹی ادھر ادھر بکھر گئی دوسری ضرب پر ہوا مزید تیز تر ہو گئی اور وحشیانہ انداز میں بری طرح چنگھاڑنے لگی میں بدستور کام میں لگا رہا۔ بجلیاں رہ رہ کر کڑک رہی تھیں مجھے منع کر رہی تھیں مگر میں موسم اور ماحول کی غضب ناکیوں سے بے پرواہ کھدائی میں مگن تھا بادل اپنی پرہیبت اور پرجلال انداز میں غالباً وارننگ دے رہے تھے مگر مجھ پر کسی چیز کا اثر نہ تھا مجھ پر اب کسی چیز کا اثر ہونے والا بھی نہیں تھا وارننگ دینے کے بعد شاید بادلوں نے حملے کی سوچی جو ہلکی ہلکی بارش شروع ہو گئی ساری مٹی ہٹانے کے بعد میں گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا ہوائیں بدستور چنگھاڑتے وجے چک پھیریاں کھاتی پھر رہی تھیں بیری اور برگد کے درخت ادھر ادھر ڈولتے غالباً ہوا سے اپنی سلامتی کے خواہاں تھے بادل گرجے گڑگڑاہٹ کے دیوتا نے فضا کو لرزا دیا بجلی گویا کرنٹ کھا کر بیر طرح تڑپی یہ وہ لمحہ تھا جب میں تابوت کا ڈھکن ہٹا چکا تھا نوشی کا چاند چہرہ سفید کفن کے ہالے میں چمک رہا تھا میں نے اسے اٹھانے کے لیے ہاتھ بڑھائے بادلوں کی گڑگڑاہٹ میں مزید شدت آگئی ہوائیں بے بسی سے وحشیانہ انداز میں ادھر ادھر سر پٹخنے لگیں بجلی کرب سے بل کھا کر تڑپنے لگی میں نے نوشی کو متاع حیات کی طرح بانہوں میں بھر لیا اسے احتیاط سے زمین پر لٹا کر میں نے ڈھکن بند کر دیا اور جیسے تیسے دونوں ہاتھوں سے بھر بھری مٹی اس پر ڈھیر کی اور ہاتھ جھاڑے ہوا کی سرسراہٹوں سے اس کا کفن پھڑپھڑا رہا تھا جب تک میں اسے بانہوں میں بھرے قبرستان کے دروازے تک پہنچا بارش کا زور ٹوٹ چکا تھا۔ چنگھاڑتی ہوائیں دم سادھ چکی تھیں اور ماحول پہ مرگ کا سکوت طاری تھی وہی ازلی سکوت مرگ۔

دل جنگل۔ دل صحرا لوگو۔ دل جنگل دل صحرا
اڑتی پھرتی ریت کا دریا سر دھوا کا شور
کہیں کہیں کوئی دیپ سلگتا گھور اندھیرا گھور
کبھی کبھی کوئی بادل بھٹکا دھوپ رتوں کا زور
ڈالی ڈالی پھٹی پتنگیں گنجل ہو گئی ڈور
دل پاگل دل ضدی بچہ دل ملا دل چور
دل جنگل۔ دل صحرا لوگو۔ دل جنگل دل صحرا

دل واقعی جنگل اور صحرا ہے اگر یقین نہیں تو کسی ایسر موسم ہجراں سے پوچھ لیں بلکہ بس غور سے دیکھ لیں پوچھنے کی بھی ضرورت نہیں پڑے گی موسم ہجر کی وحشت کیا ہے یہ وہی لوگ جان سکتے ہیں جنہوں نے یہ کرب روح پر جھیلا ہو سانوں ایک پل چین نہ آوے۔ کی صورت میرا سیل گنگنایا فون مہاراج سدھارت کا تھا میں رات نوشی کو اس کے حوالے کر آیا تھا ہاں آذر ایسا کر آج رات ہی کام شروع کر دے اس نے مجھے بتایا کہ مجھے چند مردے اس کے حوالے کرنے ہوں گے میں نے اثبات میں جواب دیا اور سیل پاکٹ میں ٹھونس دیا۔ آذر میں چند دن کے لیے فرحین کے پاس جا رہی ہوں نفیسہ کا آپریشن ہوا ہے نفیسہ امی کی خالہ زاد تھیں اور اپنی اکلوتی بیٹی فرحین کے پاس رہتی تھی میں سر ہلا کر رہ گیا۔

بیٹا اپنا خیال رکھنا جاتے سمے انہوں نے

لجاجت سے کہا جانے والے لوٹ کر نہیں آتے یہی اللہ کی مرضی تھی مومن سچا مسلمان وہی ہے جو اپنے رب کی رضا میں راضی رہے۔میری پیشانی پر بوسہ دے کر وہ رخصت ہو گئیں مجھے نہیں پتہ تھا کہ میں ان کا لمس آخری بار محسوس کر رہا ہوں مجھے نہیں معلوم تھا۔کہ وہ ہمیشہ کے لیے رخصت ہو رہی ہیں ہاں راستے میں ایک ایکسیڈنٹ میں وہ ۔۔تقدیر نے ایک اور ٹھوکر لگائی تھی مجھے زندگی کے اس موڑ پر جبکہ مجھے اس کی بہت ضرورت تھی مقدر نے وہ سہارا بھی چھین لیا تھا ایک اور نا قابل تلافی نقصان ۔۔اور ستم بالائے ستم کہ ثنائلہ اور حارث بھائی یورپ کی چکا چوند میں یوں کھوئے کہ اس کی وفات میں بھی نہیں آئے وہ لوگ وہیں سیٹل ہو گئے تھے بابا نے مجھے بھی بلانا چاہا مگر میں نے انکار کر دیا مہاراج سدھارت نے مصالح وغیرہ لگا کر لاش کو محفوظ کر لیا تھا اس کی وفات کے پندرہ دن بعد میں مردہ نکالنے نکل کھڑا ہوا کیونکہ اب زندگی مزید مشکل تھی۔

ہوا ساکن تھی فضا پہ دم گھوٹتی سی کیفیت مسلط تھی قبرستان میں قدم دھرتے ہی ایک عجیب نا قابل بیاں کیفیت نے میرے گرد حصار کھینچ لیا قبر میں دن میں ہی منتخب کر گیا تھا وہاں پہنچ کر ابھی میں نے کدال رکھی ہی تھی کہ فضا میں مسحور کن سی خوشبو پھیل گئی عقب میں کسی ملبوس کی سرسراہٹ نے مجھے پلٹ کر دیکھنے پر مجبور کر دیا اور پلٹتے ہی میں سانٹے کی زد میں آ گیا وہ نوشی تھی ہاں بلاشبہ وہ نوشی ہی تھی۔اس کا سفید فراک نما لباس ہوا کے سبب سرسراہا تھا اور سیدھے سیاہ دراز بال پشت پر لہرا رہے تھے

۔تت۔تم میرے لبوں میں سرگوشی سرسرائی۔

آذر یہ تم کس راستے پر چل نکلے ہو اس کی آواز گویا میلوں کے فاصلے سے آئی تھی۔

میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا نوشی۔اعتراف کرتے ہوئے میں اندر تک ٹوٹا تھا۔

یہ راستہ شرک کا ہے۔۔

میں۔نوشی میں نہیں رہ سکتا تمہارے بغیر۔

اور یہ گناہ ہے شرک نہیں۔۔بے بسی سے بولتے بولتے آخر میں میرا لہجہ برف ہو گیا تھا۔

آذر۔

کچھ مت کہنا نوشی کچھ مت کہنا۔اس کے آگے ہاتھ جوڑتا میں بری طرح بکھر گیا اس کے چہرے پر خفگی کے آثار ابھرے اور وہ یکدم غائب ہو گئی۔میں کتنی ہی دیر ساکت کھڑا رہا قبرستان خاموشی کے آنچل میں لپٹا تھا اس آنچل کو کسی الو کی آواز نے ذرا سرکایا۔میں نے ایک طویل سانس لی اور قبر کھودنے لگا۔تابوت کھولتے ہی شدید ترین اور نا گوار بدبو کا بھبھکا مجھے بے اختیار ابکائیاں لینے پر مجبور کر گیا۔اس کے ساتھ ہی مجھے کھانسی کا دورہ پڑ گیا میں بے ساختہ کئی فٹ دور ہٹ گیا۔حالت جب اعتدال پر آئی تو میں پھر تابوت کے قریب گیا مردہ نکالنا بہت دل گردے کا کام تھا تاہم نوشین کے تصور نے یہ مشکل ترین کام کروا لیا۔میں نے مردہ نکال لیا میں نے مردہ نکال کر کاندھے پر ڈال کر روانہ ہو گیا قبرستان سے چند گز کے فاصلہ پر مہاراج سدھارت کا ایک آدمی گاڑی لیے موجود تھا میں نے مردہ اس کے حوالے کر دیا اور گھر کی راہ لی۔

میں نے خود کو ایک طویل صحرا میں بھاگتے پایا۔آسمان پر سورج آگ کی مانند دہک رہا تھا اور قدموں تلے بچھی ریت انگاروں کی مانند تپ رہی تھی میرے جسم کے روم روم سے پسینہ پانی کی طرح بہہ رہا تھا بے پناہ گرمی تھی بے پناہ۔۔میں مسلسل بے تحاشا بھاگ رہا تھا میری سانس دھونکنی کی مانند چل رہی تھی اور سینہ یوں پھول پچک رہا تھا گویا ابھی ایک زوردار دھماکے سے چیتھڑوں میں تبدیل ہو جائے گا بالآخر میری ہمت جواب دے گئی میں سلگتی ریت پر منہ کے بل گرا تقدیر جب گرانے کے درپے ہو تو گرنے کے لیے کسی ٹھوکر کی ضرورت نہیں رہتی میں وہی گر کر بری طرح ہانپنے لگا شدت سے پیاس کا احساس ہوا تھا حلق میں صحرائی کانٹے پھنسے ہوئے تھے۔میں نے بہ وقت چار سو نظر دوڑائی پانی کا ایک قطرہ بھی نہ تھا۔ہر چیز بے حد اجنبی لگ رہی تھی اور تنہائی کا شدید ترین احساس رگ وپے میں جھٹکے لے لے کر گردش کر رہا تھا مجھے یکا یک تنہائی سے شدید ترین وحشت ہوئی ایک شدید ترین اضطراب تھا جو لہو میں کھولنے لگا میں آنکھیں بند کیے ساکت پڑا رہا نجانے کیا ہونے والا تھا آنے والے لمحات اپنے جلو میں کیا لانے والے تھے میں یکسر بے خبر تھا کسی شے کی موجودگی کے احساس کے زیر تحت میں نے سر اٹھا کر دیکھا اور سانس اٹک گئی دل ایک دم سکڑ گیا وہ گوشت کا ایک طویل تر لوتھڑا تھا قریبا چھ فٹ لمبا لوتھڑا جو سانپ کی طرح رینگتے ہوئے میری جانب بڑھ رہا تھا۔میں آنکھیں پھاڑے اس لوتھڑے کو وحشت وحیرت کی زیادتی سے تک رہا تھا عجیب لجلجا سا خون میں تر جیسے کسی ٹھوس وزنی پتھر سے اسے بری طرح کچل دیا گیا ہو اس کے اندر سے سرخ خون ابلا پڑ رہا تھا اور خون کے ساتھ گوشت کے باریک باریک ریزے بہتے چلے جا رہے تھے جو ریت پر پھیل رہے تھے وہ عجیب الخلقت چیز میری سانس اٹکائے دے رہی تھی ایسا کریہہ اور قبیح صورت منظر اس سے قبل میری بصارتوں سے نہ گزرا تھا میرے اعصاب شل ہوئے جا رہے تھے میرا وجود سناٹوں کی زد میں تھا پھر وہ ریزہ ریزہ ہو گیا میرے قریب پہنچنے تک اس کا چھوٹا سا چند انچ کا حصہ ہی بچا تھا اور پھر وہ ریزے تیزی سے سرکتے ہوئے ایک جگہ یکجا ہوئے اور پھر سے اسی لوتھڑے کی شکل اختیار کر لی۔

اے اللہ اب تو میری سزا ختم کر دے میں تیرے سوا اب کسی اور سے مدد نہیں مانگوں گا کیونکہ میں جان گیا ہوں کہ تیرے سوا کوئی بھی قادر نہیں ہے تو مجھے دوبارہ دنیا میں بھیج دے میں کبھی تیری نافرمانی نہیں کروں گا۔اس لوتھڑے سے ابھرتی انسانی آواز سن کر مجھے کرنٹ لگا تو یہ کوئی انسان ہے اور یہ قیامت خیز خیال میرے جسم کا سارا خون خشک کر گیا خوف ودہشت کا سیاہ عفریت دل ودماغ پر پنجے گاڑھے خاموش اعصاب پہ مسلط تھا۔

تب تجھے کتنی ڈھیل دی تھی کہ شاید۔شاید تو سمجھ جائے مگر تجھے تو اللہ کا عذاب جھوٹ لگتا تھا اب وقت گزر گیا۔اور اللہ اپنے نافرمانوں کو اس سے بھی بھیانک ار دردناک عذاب دے گا اس آواز میں بادلوں کی سی گڑگڑاہٹ تھی وہ کئی تھے انتہائی طویل قامت اور بے حد دہشت ناک۔ان سب کی رنگت سیاہ ترین تھی اور چہرے اور حلیے انتہائی ہیبت ناک۔۔ان کے ہاتھوں میں گرز نما چیزیں تھیں جس سے وہ اس لوتھڑے کو نہیں وہ ایک نہیں تھا۔اس جیسے ہزاروں لوتھڑے ریت پر کلبلا رہے تھے اور وہ لوگ ان پہ گرز برسا رہے تھے لوتھڑوں سے طویل کربناک اور دل خراش چیخیں ابھر رہی تھیں گرز کی شدید تیری ضرب سے وہ لوتھڑے ہزاروں ٹکڑوں میں تبدیل ہو جاتے اور دھرتی لرز اٹھتی لوتھڑوں سے ابھرتی چیخوں۔دیوانگی آمیز اذیت ناک چیخوں کے تسلسل سے فضا دہل دہل جاتی ان کے بکھرے ریزے آن واحد میں پھر یکجا ہوتے اور پھر برق رفتاری سے

گرز کی لگنے والی ضرب سے ہزاروں ٹکڑوں کی صورت بکھر جاتے ایک ناقابل بیان وحشت ماحول کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا میرے جسم کے زندان میں مقیم روح کسمسانے لگی اور اس کسمساہٹ کے ارتعاش نے میرے ذہن سے ہر نقش کھرچ ڈالا وہ منظر اس قدر خوفناک تھا کہ لفظوں کی گرفت میں ہی نہیں آ سکتا اور اللہ اپنے نافرمانوں کو اس سے بھی بھیانک سزا دیتا ہے یہ گڑگڑاہٹ آمیز آواز فضا میں چکرانے لگی ہوا سیٹیاں بجاتی ادھر ادھر سر پٹخ رہی تھی ریت اڑ اڑ کر مجھ پر برسنے لگی بپھری ہوا وحشیانہ انداز میں ریت کی جھولیاں بھر بھر کر ادھر ادھر پلٹ رہی تھی اس کی سیٹی نما شائیں شائیں سماعتوں پر ہتھوڑے کی مانند برس برس رہی تھی طوفان نے آنکھوں کے سامنے ریت کی چادر سی تان دی تھی ریت میرے بالوں میں حلق میں آنکھوں میں پھنسنے لگی ریت کی چادر کے پار کا منظر صریحاً واضح تھا۔ دہشت ناک ہیبت انگیز لوگوں کی وحشت ناک ضربیں اور لوتھڑوں کی چیخیں ان کا ریزہ ریزہ ہو کر بکھرنا اور پھر یکجا ہونا از سر نو شدید ضرب ۔ دلخراش چیخوں کا تسلسل اور میں کرنٹ کھا کر اٹھ بیٹھا میری سانس دھونکنی کی مانند چل رہی تھی دل حلق میں آن پھنسا تھا اور شہ رگ دھڑک رہی تھی ذہن میں جھکڑ چل رہے تھے اور رگوں میں دوڑتا ہوا خون جھٹکے لے لے کر گردش کر رہا تھا میرا پورا وجود پسینے میں تر تھا تو یہ خواب تھا ان گرز برداروں کی ہیبت ناک شکلیں میرے ذہن میں نقش ہو کر رہ گئیں تھیں ان کی وحشت ناک ضربیں زمین کی لرزش لوتھڑوں کی چیخیں اور میں تھرا اٹھا میں نے اپنے نم بالوں میں ہاتھ پھیرا میری حیرت سے پھٹی آنکھیں نم ہاتھ پہ جمی ریت کو تک رہی تھیں میں نے ایک طائرانہ نگاہ کمرے میں دوڑائی دروازہ لاک تھا کھڑکی بھی بند تھی پھر یہ ریت ۔۔ زیرو پاور بلب کی مدھم روشنی میں ریت کے ذرے چمک رہے تھے میرا ہاتھ میکانکی انداز میں چہرے اور گردن پہ پھسلنے لگا مرے ذہن میں جھکڑ چل رہے تھے میرا پورا وجود ریت سے اٹا تھا وہ وحشیانہ ہوا مجھے سیٹیاں بجاتی کمرے کے در و دیوار سے سر ٹکراتی محسوس ہو رہی تھی گرزوں کی دھمک سے در و دیوار لرزتے محسوس ہو رہے تھے اور میری سماعتوں پہ بار بار یہ جملہ دستک دے رہا تھا اللہ اپنے نافرمانوں کو اس سے بھی بھیانک سزا دیتا ہے میری بصارتیں اسی ایک منظر کو دیکھ رہی تھیں گوشت کا بھاری پتھر سے کچلا ہوا لوتھڑا ۔۔ اس پہ پڑتی ضرب ۔ اس کا ہزاروں ٹکڑوں میں بٹنا برق رفتاری سے ٹکڑے یکجا ہونا اور پھر شدید ترین وحشیانہ ضربیں ۔۔ میرے اللہ میرے شعور و لاشعور میں یہی پکار تھی میں رو رہا تھا میں بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا دل سینے میں بری طرح پھڑ پھڑا رہا تھا۔ بری طرح ۔۔۔

اللہ اپنے بندوں سے بہت محبت کرتا ہے بہت بہت مہربان ہے وہ ۔۔ اور انسان بے حد کم ظرف اور ناشکرا اللہ نے ہمیں بے بہا نعمتوں سے نواز رکھا ہے اگر ہم اس کی عطا کردہ ایک ہی نعمت کا شکر تا زیست ادا کرتے رہیں تو نہ کر پائیں گے اور جس قدر گناہگار ہم ہیں تو ہم تو اس لحاظ سے ایک نوالہ بھی ڈیزرو نہیں کرتے پانی کے ایک گھونٹ تک کے قابل نہیں اور ایک سانس تک کے حقدار نہیں مگر اس نے ہمیں کس قدر نعمتوں سے نواز رکھا ہے ہمیں زندگی دے رکھی ہے کہ ہم اسے صحیح طریقے سے گزار لیں تا کہ ہمیشہ جنت میں مقیم رہیں مگر ہم لوگ قدر نہیں کرتے اسکی عطا کردہ ان گنت نعمتوں کا شکر ادا کرنا ہمیں یاد نہیں رہتا

اور ایک ذرا سی تکلیف پہ ہم اس سے شکوے شکایات کرنے لگتے ہیں کس قدر ناشکرے ہیں ہم جب ہماری کوئی دعا کوئی خواہش وہ پوری نہ کرے تو ہم اس سے ناراض ہو جاتے ہیں وہ خالق ہے ہمارا ہمیں ہم سے زیادہ جانتا ہے وہ اسے ہم سے زیادہ معلوم ہے کہ ہمارے حق میں کیا بہتر ہے اللہ ہماری ہر دعا قبول کرتا ہے کبھی فوراً تو کبھی تاخیر کبھی وہ دعا آخرت کے لیے ذخیرہ کر لی جاتی ہے آخرت یعنی روز محشر ۔۔ روز محشر یعنی یوم حساب وہ آخرت جسے ہم ہم دینا کے حصول میں بھولے ہوئے ہیں وہ روز محشر جسے ہم وقتی لذتوں میں فراموش کئے ہوئے ہیں وہی یوم حساب جو ہمارے قلب و ذہن سے محو ہو چکا ہے اگر ہم صرف قبر کی تاریکیوں کو ہی یاد رکھ لیں اس تنہائی وحشت کو ان بھوکے کیڑے مکوڑوں کو تو ہم کبھی کوئی گناہ نہ کریں وہ بہترین منصب ہے سب سے بہترین منصف اور ہمیں لوٹ کر اسی کے پاس جانا ہے بے شک سارے جہانوں کا وہی مالک ہے وہی خالق ہے وہی رازق ہے وہی تو ہے جو ہر چیز پر قادر ہے صرف وہی ہے جس کی مرضی سے سب کچھ چل رہا ہے میں آذر۔ بہت برا انسان ہوں نوشین اگر میری نہ ہو سکی تو اس میں اللہ کی کوئی مصلحت تھی یقیناً تھی ۔ مگر میں ناسمجھ تھا بجائے اس کے کہ اللہ سے صبر اور مدد مانگتا میں مہاراج سدھارت سے مدد مانگ رہا تھا حالانکہ جو چیز اللہ نے نہیں دی وہ کوئی اور کیسے دے سکتا ہے یہ تو میرے خدایا۔ یہ تو شرک یعنی مجھے اللہ نے نوشی نہیں دی اور میں نے مہاراج سے مدد مانگی ہاں کسی سے اپنے لیے دعا کروانا الگ بات ہے کہ ہو سکتا ہے اللہ اس کے خلوص کے سبب ہماری آزمائشیں ختم کر دے یا اگر ہمارے گناہوں کی سزا ہے تو اس کی دعا کے باعث سزا ختم کر دے جبکہ خود ہماری دعا بھی رائیگاں نہیں جاتی لیکن جو میں نے کیا وہ تو سر سر شرک ۔ ہی تھا۔ تو کیا خدا مجھے کبھی معاف نہیں کرے گا۔

سورج مغرب کی سمت جھک چلا تھا سہ پہر نے منہ پر چپ کی انگلی رکھی تھی اس کی ہیبت اتنی تھی کہ پتوں تک نے ہلنے سے انکار کر دیا تھا چاروں اور پر ہول سناٹا طاری تھا تا حد نظر چٹیل میدان تھا بنجر زمین کے سینے پر پڑی دراڑیں اس کی تشنگی کی گواہ تھیں اکا دکا درخت سوگواری سے سر جھکائے کھڑے تھے سورج عین سر پر انگارے برسا رہا تھا کل مہاراج سدھارت ایک خطرناک چلے میں مارا گیا تھا میں نوشین کی لاش لینے وہاں گیا تھا تو مہاراج سدھارت کی لاش بھی اس کے ایک ملازم نے بتایا کہ چلہ کرتے کرتے حصار ٹوٹ گیا۔ اور میں چپ چاپ پلٹ آیا نوشین کی لاش میں نے رات کی گھٹا ٹوپ تاریکی میں اس کی آخری آرام گاہ میں پہنچا دی تھی جو گناہ میں کر چکا تھا اس کا کفارہ تو شاید کسی صورت بھی ممکن نہیں میں چلا تھا قسمت سے لڑنے بھلا آج تک کوئی لڑ سکا ہے اس بے انسان قسمت کے حصار میں قید ایک بے بس پنچھی ہے اس حصار میں پھڑ پھڑا تو سکتا مگر آزاد نہیں ہو سکتا سر پٹخ پٹخ کر لہولہان تو ہو سکتا ہے مگر اس حصار کو توڑ نہیں سکتا انسان خود پہ فانی چیزوں پر غرور کرتا ہے کیا خبر کہ یہ چیزیں کب تک پاس ہیں کب تقدیر کروٹ بدلے اور سب کچھ بدل جائے ہم جس کی غربت و فلاس کا مذاق اڑا رہے ہیں کیا خبر کل کو وہ بادشاہ ہو اور ہم اس سے بھی بدتر حال میں ۔۔ مقدر میں بس ایک ہی خرابی ہے کہ یہ ہمارا ہو کر بھی ہمارا نہیں ہوتا ہم لاکھ کوشش کر لیں اسے مٹھی میں بند نہیں کر سکتے اسے بیوفائی سے نہیں روک سکتے بقول وارث شاہ کے

گیا بجھ تقدیر دے نال ٹھوٹھا

ساتھوں قیمت لے جامٹ دی اے
تقدیر اللہ دی نوں کون موڑے
تقدیر نہ کسے توں ہٹ دی اے

اور میں چلا تھا اسے موڑنے ہاں مگر دعا سے اسے موڑا تو جا سکتا ہے مگر میں تو خدا سے ہی خفا ہو گیا اور غلط راستے پر چل نکلا حالانکہ اللہ کس قدر مہربان ہے اس نے مجھے ہر نعمت سے نوازا اور نوشین کے ذریعے غالباً میرا امتحان لینا چاہا۔ اور میں اس امتحان میں بری طرح فیل ہو گیا۔ اس نے مصیبت کے وقت اپنے بندے کو صبر کی تلقین کی ہے صبر وہی کہلاتا ہے جو شروع میں کیا جائے ورنہ رو پیٹ کر تو ہر کوئی چپ ہو جاتا ہے یہ صبر نہیں ہے صبر کرنے اور صبر آ جانے میں بہت فرق ہے صبر کرتا کوئی کوئی ہے۔ صبر آ سب کو جاتا ہے میں نے صبر نہیں کیا اس کی ناشکری کی۔ اس سے شکوے کیے خود کو ختم تک کرنا چاہا مگر اس نے مجھے تنہا نہیں چھوڑا میں پھر بھی اس کی خالص اور بے لوث محبت کو نہیں سمجھا اور گناہوں کی دلدل میں دھنستا چلا گیا مرے ہوئے لوگوں کو بے آرام کیا ان کی بے حرمتی کی اس نے پھر بھی مجھے ڈھیل دی حالانکہ اگر میں صبر کرتا تو ہو سکتا ہے مجھے دوبارہ نوشین مل جاتی اللہ فرماتا ہے

اے ابن آدم۔
ایک میری چاہت ہے اور ایک تیری چاہت ہے
ہوگا وہی جو میری چاہت ہے
پس اگر تو نے سپرد کر دیا اپنے آپ کو اس کے
جو میری چاہت ہے
تو وہ بھی میں تجھے دوں گا جو تیری چاہت ہے
اگر تو نے مخالفت کی اس کی جو میری چاہت ہے
تو میں تھکا دوں گا تجھ کو اس میں جو تیری چاہت ہے
پھر ہوگا وہی جو میری چاہت ہے

اور اس کی چاہت کیا ہے خود ہماری ہی بھلائی اس کی چاہت ہے اس کی اطاعت و بندگی میں خود ہمارا فائدہ ہے۔ ورنہ کیا اس کی عبادت کرنے والوں کی کمی ہے کیا ہمارے عبادت نہ کرنے سے اسے کوئی فرق پڑتا ہے ہرگز نہیں وہ ہمارا بھلا چاہتا ہے اس کی چاہت ہے کہ ہم اس کے اور اس کے پیارے محبوب حضرت محمد ﷺ کے بتائے ہوئے سیدھے راستے پر چلیں وہ محمد ﷺ جو رحمت العالمین ہیں صرف دنیا میں ہی نہیں آخرت میں بھی رحمت ہیں۔

پڑ گئی جس پر محشر میں بخشا گیا
اٹھی جس سمت ابر کرم چھا گیا
رخ جدھر ہو گیا زندگی پا گیا
جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آ گیا
اس نگاہ عنایت پر لاکھوں سلام

عقب میں ابھرنے والی غراہٹ نے مجھے چونکا دیا وہ ایک چیتا تھا اچانک مجھے اپنی رگوں میں لہو رکتا ہوا محسوس ہوا اس کی قاتل آنکھیں انگاروں کی مانند چمک رہی تھیں اس کی دم تیزی سے دائیں بائیں حرکت کر رہی تھی اس کا وزن اس کے پچھلے پاؤں پر تھا اور اس کی یہ کیفیت اشارہ دے رہی تھی کہ وہ مجھ پر چھلانگ لگانے کا ارادہ رکھتا ہے میں کسی سنگی مجسمے کی طرح ساکت تھا قریباً نصف منٹ تک میں اور درندہ آمنے سامنے رہے اس کی قاتل آنکھیں سفاکی سے مجھ پر جمی ہوئی تھیں اس کا جبڑا ذرا سا وا تھا اور قاتل دانتوں کی ہلکی سی جھلک دکھائی پڑتی تھی اس کی سانسوں کے ساتھ ایک ہلکی سی غراہٹ ابھر رہی تھی زندگی کا یہ پہلا موقع تھا کہ میں کسی درندے کو یوں کھلی جگہ اپنے سامنے دیکھ رہا تھا ناقابل بیاں احساس تھا وہ پچیس چالیس سیکنڈ پینتیس چالیس گھنٹوں پر محیط تھے پھر اس نے بے اعتنائی سے رخ موڑا اور مجھے یکسر نظر انداز کرتا جھاڑیوں میں اوجھل ہو گیا۔ میں کتنی ہی دیر

ساکت رہا معاً کسی کی کربناک چیخیں خاموش فضا میں دراڑیں ڈال گئیں ساتھ ہی چیتے کی چنگھاڑ ابھری اور سنسناہٹ بن کر دور تک پھیل گئی پھر کسی دہشت زدہ شخص کے چلانے کی آواز ابھری یہ کربناک آواز زیادہ دور نہیں تھی میں اٹھا اور محتاط قدموں سے اس جانب بڑھنے لگا میری نگاہ گھاس کے بیچ پڑی لاٹھی نما لکڑی پہ پڑی اور میں نے وہ اٹھالی آگے جا کر میں ٹھٹھک گیا کیکر کے درخت کے عقب میں چیتا کسی شخص کو بھنبھوڑ رہا تھا سنسنی کی ایک برفیلی لہر میری ریڑھ کی ہڈی سے ہوتی ہوئی دماغ تک جا پہنچی یہ ایک لرزا دینے والا منظر تھا میں نے نتائج سے بے پروا ہو کر لاٹھی سے چیتے کی کمر پر زوردار ضرب لگائی نتیجتاً وہی ہوا جو ہونا چاہیے تھا مشتعل درندے نے اپنے نامعلوم شکار کو چھوڑا اور غضب ناک آواز میں میری طرف متوجہ ہوا میں بے ساختہ کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اور لاٹھی پر میری گرفت لاشعوری طور پر مضبوط ہو گئی اس کی اگلی ٹانگیں فضا میں بلند ہوئیں اور بجلی سی کوند گئی مجھے اپنے کندھے میں انگارے دھنستے ہوئے محسوس ہوئے اس کے ساتھ ہی خون اور سڑے ہوئے گوشت کی ناگوار بدبو میرے نتھنوں میں گھستی چلی گئی میرے بائیں کندھے میں آگ سی بھری تھی اور اس کی شدت اور میری اذیت میں لحہ بہ لحہ بہ سرعت اضافہ ہو رہا تھا درد تھا۔ بے پناہ درد اذیت تھی بے حساب اذیت تھی چیتا بری طرح میرا کندھا اپنے نوکیلے جبڑے کے شکنجے میں لیے جھنجھوڑ رہا تھا مجھ پر غشی طاری ہو گئی۔

میں نے دوبارہ حواس میں قدم دھرے تو پہلا احساس شدید ترین اذیت کا ہی تھا میرے کندھے کو گویا انگاروں سے داغا جا رہا تھا ضبط کے باوجود کراہیں میرے ہونٹوں کی باڑ پار کر گئیں لمبی خودرو گھاس اور درختوں سے سر پٹختی پھر رہی تھی بادل جارحانہ انداز میں دہاڑ رہے تھے۔

سنو۔ میں نے بہ وقت گردن ایک ذرا ترچھی کی وہ ایک بوڑھا شخص تھا اس کی سوکھی چمڑی ہڈیوں کو بمشکل ڈھانپے ہوئے تھی اس کے بادامی کرتے سے میں نے اندازہ لگایا کہ وہ وہی ہے جو چیتے کے شکنجے میں پھنسا ہوا تھا اس کا دایاں بازو غالباً زخمی تھا بادامی کرتے پہ خون کے نشان تھے۔

تم یقیناً ایک نیک انسان ہو ایک انجان شخص کو بچانے کے لیے تم نے اپنی جان کی پرواہ نہیں کی۔ نیک مجھے خود پر ہنسی آ گئی مجھ جیسے شخص کو جو صرف انسانوں کا ہی نہیں خدا کا بھی گناہگار ہو حتیٰ کہ بھلے قدرے بے خبرے میں ہی سہی شرک تک کا مرتکب ہو چکا ہو اسے نیک کہنا کتنا بڑا مذاق ہے۔

میں تو اس قدر گناہگار ہوں کہ خدا کا سامنا ہی نہیں کر پاؤں گا۔ میں تو میں تو معافی تک مانگنے کے قابل نہیں کیسے معافی مانگوں میرا لہجہ ٹوٹا پھوٹا اور آواز بھرائی ہوئی تھی۔

تم ایک بات بھول رہے ہو تمہارے میرے ہم سب کے گناہ کتنے ہی زیادہ سہی مگر اس کی رحمت سے زیادہ نہیں ہیں میرے اندر بجلی سی لپک گئی دماغ کے تاریک ترین گوشے بھی یکا یک روشن ہو گئے مگر شرک کا خیال آتے ہی یہ روشنی ماند پڑ گئی۔

ایک بات یاد رکھو مایوسی اللہ کی ذات سے مایوسی کفر ہے۔ اور وہ توبہ قبول کرنے والوں میں سے ہے اس نے گویا میری سوچ تک رسائی حاصل کر لی تھی وہ ایک دم پلٹا اور مستحکم قدموں سے چلتا ہوا اوجھل ہو گیا۔ اللہ کی ذات سے مایوسی کفر ہے اس کی آواز کی بازگشت گونجی اور میں پوری جان سے ہل کر رہ گیا۔ میں سوچ رہا تھا کہ وہ مجھے معاف

نہیں کرے گا یکلخت ایک پردرد کراہ میرے لبوں سے برآمد ہوئی کندھے میں بدستور چنگاڑیاں بھری ہوئی تھیں ناقابل بیان اذیت تھی اچانک بارش شروع ہوگئی موسلا دھار بارش شفاف بوندیں مجھے بے تابی سے چھونے لگیں ہوا ادھر سے ادھر بوندوں کو مقابلہ کر رہی تھی اردگرد ایسی خاموشی چھائی ہوئی تھی کہ مجھے شدید ترین وحشت نے آن گھیرا۔ ایک عجیب سی ویرانی مجھے اپنے روم روم میں بستی محسوس ہورہی تھی تنہائی اس قدر وحشت ناک ہوتی ہے مجھے اس سے قبل اندازہ نہ تھا یکلخت گڑگڑاہٹ کا دیوتا دہاڑا چاروں اور سے آسمانی بجلیاں تاریکی اور فضا کا سینہ فگار کرتیں میری جانب لپکیں خوف کے مارے میں نے آنکھیں میچ لیں دل اچھل کر حلق میں آن پھنسا اور شہ رگ دھڑکنے لگی وحشیانہ ہوا پاگلوں کی طرح بین کرتی ادھر ادھر سر پٹخنے لگی بوندیں بندوق سے نکلی گولی کی طرح تڑاتڑ مجھ پر برسنے لگیں۔ اضطراب رگ وپے میں چھریاں چلانے لگا بے چینی خون میں شامل ہوکر سرسرانے لگی خوف نے اپنے سفاک اور نوکیلے پنجے میں میرے اعصاب کو جکڑ لیا اور تنہائی میری روح میں سمانے لگی گہری تاریکی طوفانی بارش کی مخصوص آواز بادلوں کی دل دہلا دینے والی دہاڑیں اور بجلی کی اعذاب چنچھا دینے والی چنگھاڑوں نے ماحول کو دہشت ناک صورت دے دی تھی تنہائی کا احساس ناقابل بیان تھا دھیرے دھیرے کندھے کی تکلیف بڑھتی جارہی تھی میرے جسم میں اب اکڑاؤ پیدا ہوتا جارہا تھا مجھے یوں لگا ناخنوں کو اکھاڑا بالوں کو نوچا اور ماس کو ہڈیوں سے جدا کیا جارہا ہو کوئی بار بار کانٹوں بھری جھاڑی میرے وجود میں گھونپ کر کھینچ رہا تھا۔ تو میں مر رہا ہوں اور میں وحشت میں گھر کر بری طرح ہذیانی انداز میں چلانے لگا اللہ کی ذات سے مایوسی کفر ہے اور وہ توبہ قبول کرنے والوں میں سے ہے مجھے یاد آیا کہ اللہ میری پکار ضرور سنے گا اللہ للہ میں اذیت سے پکارنے لگا یا اللہ مجھے معاف کردے میری توبہ قبول کر مرے مالک میری توبہ قبول فرما۔ میں بری طرح روتے ہوئے گڑگڑانے لگا یکا یک مجھے یاد آیا کہ اللہ میری شہ رگ سے بھی قریب تر ہے تنہائی منہ چھپا گئی۔ یا اللہ اپنے محبوب ﷺ کے صدقے مجھے معاف فرما میری توبہ قبول فرما۔ خوف ہراساں ہوکر بھاگ اٹھا یا اللہ تیرے سوا کوئی سہارا نہیں تو ہی بے سہاروں کو سب سے بہتر سہارا دینے والا ہے وحشت ریت کی مانند بکھرنے لگی اے میرے اللہ میرے گناہ ریت کے ذروں پانی کے قطروں سے بھی زیادہ ہیں مگر بے شک تیری رحمت ان پر بھاری ہے کندھے میں مچلتی چنگاڑیاں بجھنے لگیں یا اللہ میں میری زبان میرا دل میرے جسم کا ہر رواں اور میری روح گواہی دیت ہے کہ تو سب جہانوں کا مالک ہے اور حضرت محمد ﷺ تیرے برگزیدہ بندے اور آخری رسول ﷺ ہیں اذیت مدھم پڑتے پڑتے معدوم ہونے لگی یا اللہ میرے گناہ معاف فرما میری توبہ قبول کر مجھے کسی برفیلے غار میں اتارا جارہا تھا گویا میرے ہاتھ پاؤں حتیٰ کہ پورا جسم برف کی سل میں ڈھلنے لگا میرے گرد برف ہی برف تھی اور میرا وجود یا شاید ذہن برفیلے سمندر میں تیرتا پھرتا تھا۔

مجھے معلوم ہے مجرم ہوں میں اور تو میرا حاکم
جبھی تو آج میری آنکھوں میں اشکوں کی ہے رِھم جھم

کوئی بندہ تیرے در پہ جو آشور دل دیتا ہے
میرے مولا درتوبہ تو اس پر کھول دیتا ہے
تو ضرور سنے گا میرے دل کی صدا
میری توبہ میری توبہ میری توبہ توبہ
تیرے در سے میں کیوں نہ سوال کروں
تو رحیم بھی ہے تو کریم بھی ہے
میں تو پست بھی ہوں میں حقیر بھی ہوں
تو بلند بھی ہے تو عظیم بھی ہے
میری سن لے صدا بہر شہا پیارے خدا
میری توبہ میری توبہ میری توبہ توبہ

درد کی ایک بے درد لہر میرے جسم کے روئیں روئیں میں چھبنے لگی ٹھنڈک تپش میں بدل گئی آگ تھی میرے سامنے فلک پیما آگ دہکتی آگ کے لپکتے شعلے آسمان کو چھو رہے تھے اس آگ میں مجھے اپنے سارے گناہ دکھائی پڑتے تھے عین نماز کے وقت فلمز دیکھنا خودکشی کرنا ماں سے بدتمیزی مہاراج سدھارت سے مدد مانگنا نوشین اور دیگر مردوں کی بے حرمتی اور انہیں بے آرام کرنا اور چھوٹے چھوٹے لاتعداد گناہ جنہیں ہم فوراً بھول جاتے ہیں اس آگ کی تپش اتنی دور سے بھی میرے دل ودماغ میں پھیلی ہوئی تھی رواں رواں ناقابل برداشت حد تک سلگ رہا تھا میرے اللہ میری توبہ قبول فرما۔ میں تڑپ تڑپ کر رونے لگا خدا کے حضور گڑگڑانے لگا اگر آج اللہ مجھ سے خفا ہوجائے مجھے دھتکار دے تو۔ یہ سوچ کر میرا رواں رواں لرز اٹھا۔

مجھے کردے معاف اپنے رسول کے صدقے
خطائیں بخش دے میری شہ لولاک کے صدقے
میرے مالک دہائی ہے تجھے آل پیغمبر کی
رہا کردے غموں سے کربلا کی خاک کے صدقے
میرے چارسو تاریکی پھیلی ہے
جال کی سی اتھاہ تاریکی
اندھیروں میں مجھے تابندگی دے دے میرے مولا
درتوبہ کو کشادگی دے دے میرے مولا۔

میں موت کی سفاک آہٹیں سن رہا ہوں وہ اپنے نوکیلے پنجوں میں مجھے دبوچنے والی تھی ارے یہ کیا تاریک آسمان کے ایک گوشے سے یہ نور کیسا پھوٹ رہا ہے یہ تو کوئی دروازہ ہے اس دروازے سے ایک ٹھنڈی اور باوقار روشنی سیدھی میری جانب لپکی آرہی ہے۔ آہ کتنی کیف آور ہے یہ۔ میرا پورا وجود اس نور کے ہالے میں بھیگ رہا ہے اور زمین وآسمان کا گوشہ گوشہ اس نور سے منور ہے ایک مسحور کن مہک چکراتی پھرتی ہے سچ ہے اللہ اپنے بندوں کی پکار ضرور سنتا ہے اور توبہ بھی قبول ضرور فرماتا ہے چاہے کوئی لب دم توبہ کرے مجھے آسمان کے بیچ اپنے اور اللہ کے محبوب ﷺ کے روضہ اطہر کی جھلک دکھائی دے رہی ہے میرا دل شدت سے وہاں جانے کو مچل رہا ہے میرے لب بے اختیار درود شریف پڑھنے لگے۔ اور دل ودماغ بھی ایک نور کا مہکتا ہالہ مجھے لیے محو پرواز ہے بے شک اللہ اپنے بندوں کی پکار ضرور سنتا ہے بس ضرورت ہے تو سچے دل سے پکارنے کی وہ بے حد رحیم ہے کریم ہے ہماری سوچ کی حدود سے بھی کہیں زیادہ اور اللہ ہمارے ساتھ کچھ برا نہیں کرتا ہم خود اپنے ساتھ برا کرتے ہیں اور ہمیشہ ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ وہ ہم سے ستر ماؤں سے بھی زیادہ پیار کرتا ہے بے شک۔

ساحل دعا بخاری۔ محبوب شاہ۔

تو سو جاتا ہے اکثر مجھے یاد کئے بغیر
مجھے نیند نہیں آتی تجھ سے بات کئے بغیر
قصور تیرا نہیں قصور تو میرا ہے
تجھے چاہا بھی ہے تو تیری اجازت کے بغیر

✪.................. ربیعہ ارشد۔ منڈی بہاؤالدین

تجھے اپنا غم دنیا کو دکھانے کی ضرورت کیا تھی؟
میں آج تک اس بات کو سمجھ نہیں پایا

✪.................. راحیلہ عالم۔ اسلام آباد

میں پی کے چپ رہا وہ پلا کے چپ رہا
کیا گلاب تھا جو مرجھا کے چپ رہا

✪.................. ثقلین ساجد۔ آزاد کشمیر

سیاہ سایہ

---تحریر: محمد سلیم اختر۔ جہانیاں منڈی۔۔۔

اللہ بخش تم۔تم کو تو ہم نے مار دیا تھا اور تم۔ اس کے منہ سے ایک قہقہہ بلند ہوا ہاں تم نے مجھے مار دیا تھا میں مرا ہوا انسان ہوں لیکن تم لوگوں کی موت بنا یہاں حویلی میں گھوم رہا ہوں۔ جب تک تم لوگوں میں ایک بھی زندہ ہے مجھے بھلا کیسے سکون مل سکتا ہے مجھے تو سکون تم لوگوں کی موت پہنچا سکتی ہے میں نے کہا تھا ناں کہ میں ایک ایک کر کے سب کو ختم کر دوں گا سو میں نے کر دیا ہے اب تیری باری ہے ہاں حاکم علی اب تیری باری ہے۔ اتنا کہہ کر وہ اس کی طرف بڑھا نہیں اللہ بخش تم ایسا نہیں کر سکتے۔ وہ کانپتے ہوئے بولا لیکن اللہ بخش کے ہاتھ اس کی گردن کو اپنی لپیٹ میں لے چکے تھے اس کی سانسیں اکھڑنے لگی تھیں۔ دھیرے دھیرے اس کا جسم ٹھنڈا پڑنے لگا تھا۔ اس کی موت کے ساتھ ہی اللہ بخش کے منہ سے قہقہے گونجنے لگے اور وہ حویلی سے باہر نکل آیا ایک پھونک اس نے حویلی کی طرف منہ کر کے ماری حویلی کو آگ لگ گئی اور آگ ایسی لگی کہ اس کو کوئی بھی بجھا نہ سکا جو جو بھی اس میں موجود تھا سب ہی آگ میں جلنے لگے ان میں گامو بھی تھا اور وہ سب تھے جو ان کے اشاروں پر چلتے تھے جو گاؤں والوں کو پکڑ پکڑ کر ان کے سامنے لاتے تھے اور ان کی موت کا تماشہ دیکھتے تھے حویلی کی آگ نے پورے گاؤں کو روشن کر دیا تھا لوگوں کے چہروں پر خوشی کی لہر موجود تھی اور پھر سب گاؤں والوں نے دیکھا کہ کوئی انسانی جسم اوپر ہوا میں اڑتا ہوا بلند ہو رہا ہے ان سب اس کو پہنچان لیا تھا وہ اللہ بخش تھا ہاں اللہ بخش جس کو بے قصور مارا گیا تھا۔۔

تیز قدم اٹھاتا ہوا حاکم علی چلا آ رہا تھا اس نے ہاتھ میں کھونڈا پکڑا ہوا تھا۔ اور چہرے پر غصہ چھایا ہوا تھا اور آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا پھر اچانک اس کے سامنے منشی آ گیا اس نے اپنا سفید چشمہ درست کیا اور شیطانی مسکراہٹ لے کر بولا۔

آیئے جاگیردار صاحب آیئے وہاں آپ کا سب لوگ بے چینی سے انتظار کر رہے ہیں اور اللہ بخش کو ہم نے ڈیرے پر بٹھا رکھا ہے اگلے ہی لمحے حاکم علی کھونڈا پکڑے اور گول تکیے سے ٹیک لگائے غصہ بھرے لہجے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر سامنے زمین پر بیٹھے اللہ بخش کی طرف دیکھ رہا تھا جب کہ اللہ بخش ہاتھ جوڑے ڈرا سہما ہوا زمین پر بیٹھا ہوا تھا اور ایک طرف سکندر علی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا جبکہ دوسری طرف دلاور علی بہادر علی۔ اور بختاور علی کھڑے ہوئے تھے اور اب تو منشی بھی ہاتھوں میں رجسٹر اٹھائے حاکم علی کے سر پر کھڑا تھا اور حاکم علی مسلسل آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اللہ بخش کی طرف دیکھ رہا تھا ڈر کے مارے اللہ بخش کو پسینے چھوٹ رہے تھے پھر اچانک حاکم علی گرجتی ہوئی آواز میں بولا۔

اللہ بخش۔۔ حاکم علی کی اتنی دہشت دیکھ کر اللہ بخش تھر تھر کانپ رہا تھا اللہ بخش بولے تجھے تیری اس غلطی کی کیسی سزا دی جائے۔

جاگیردار صاحب اگر کوئی انسان ہوتا تو آپ کھیتوں کی طرف جانے کی غلطی نہ کرتا لیکن وہ تو بے زبان جانور تھے جو غلطی سے آپ کے کھیتوں میں گھس گئے لیکن جناب غلطی میری ہی تھی جو میں اپنے



جانوروں کا دھیان نہیں کرسکا۔ جس کے کارن آپ کے تمام کھیت برباد ہوگئے ہوسکے تو مجھے بوڑھے غریب پر ترش کھا کر میری اس غلطی کو معاف کردیں

ترس تو میں نے اپنے باپ پر بھی کبھی نہیں کھایا تھا۔ تو پھر تو کس کھیت کی مولی ہے حاکم علی ایک دم اٹھ کھڑا ہوا ہمارا اتنا نقصان ہوا ہے اور تجھے معاف کردیں یہ کبھی نہیں ہوسکتا۔ تجھے تیری اس غلطی کی سزا ضرور ملے گی اللہ بخش سکندر علی نے اتنا کہا اور خود اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔

چاچاجی یہ چھوٹے چاچا بالکل ٹھیک کہتے ہیں اسے اس کی غلطی کی سزا ضرور ملنی چاہیے دلاور علی نے اپنی ہتھیلی پر مکا جماتے ہوئے کہا۔

حاکم علی بولا کل کتنے جانور تھے اس بوڑھے کے جن کی وجہ سے ہمارے تمام کھیت برباد ہوئے ہیں تین بھینس دو گائے اور چار و چھڑے تھے چاچاجی بختاور علی نے انگلیوں پر گنتے ہوئے کہا۔

ہوں بہت خوب۔ اب وہ تمام جانور اس وقت کہاں ہیں۔

چاچاجی اس وقت وہ تمام جانور آپ کے سالے بہادر علی نے قبضے میں لے پچھواڑے میں باندھے دیئے ہیں۔

ہاں بھائی صاحب آپ کے بھتیجے بختاور نے بالکل ٹھیک کہا۔ بہادر علی نے کہا۔

اچانک دلاور علی بولا چاچا جان ان جانوروں میں سے ایک بھینس اور دو بچھڑے میں رکھوں گا پھر اچانک حاکم علی خان گرجتی ہوئی آواز میں بولا۔

اللہ بخش تیرے وہ تمام جانور اس وقت ہمارے قبضے میں ہیں اور حاکم علی تجھے اتنی دردناک سزا دے گا کہ تیرے روح تک کانپ اٹھے گی۔

یہ بہت بڑا ظلم ہے جاگیردار صاحب آپ اوپر والے خوف سے کچھ ڈریئے۔ اور مجھے میرے جانور واپس کردیں۔

نہیں اللہ بخش یہ انہونی ہے ہمارے راستے تو بدل سکتے ہیں لیکن ہمارے اصول نہیں بدل سکتے سن لیا تو نے اللہ بخش سکندر علی نے گرجتی ہوئی آواز میں کہا۔ بہادر علی۔

جی بھائی صاحب ابھی بوڑھے پر اتنے کوڑے برساؤ کہ یہ اپنی آخری سانسیں تڑپ تڑپ کر نکال دے حاکم علی کا حکم سن کر بہادر علی ہاتھ میں کوڑا لیے آگیا۔ اب میں اس حرامی کو ییا سبق سکھاؤں گا کہ آخری سانس تک یاد رکھے گا اتنا کہتے ہوئے بہادر علی نے ہاتھ میں پکڑا ہوا کوڑا سیدھا کیا اور اللہ بخش پر برسانا شروع کیو یا درد کی شدت سے اس کے منہ سے چیخیں نکل رہی تھیں۔

مجھے معاف کردیں جاگیردار صاحب اللہ کے واسطے مجھے چھوڑ دیجیے۔

ایسا سوچنا بھی مت اللہ بخش یہاں غلطی کرنے والی کی سزا صرف موت ہے موت اتنا کہہ کر حاکم علی وہاں سے چلا گیا باقی کے تمام لوگ بھی ساتھ چل دیئے اللہ بخش کی بے بسی پر ہنستا ہوا منشی پیچھے پیچھے چل دیا۔ بہادر علی نے زور زور سے کوڑے برسانے شروع کردیئے پھر چند ہی منٹوں میں اللہ بخش زمین پر گر پڑا اور تڑپ رہا تھا لیکن اس نے کوڑوں کی بارش جاری تھی اللہ بخش کی دردناک چیخیں دور دور تک جارہی تھیں اچانک ہی حویلی کا دروازہ کھلا اور اللہ بخش خون میں لت پت پھٹے ہوئے کپڑوں کے ساتھ گرتا سنبھلتا ہوا اندر گرا رابعہ جو چولہے کے قریب بیٹھی ہوئی تھی کھانا پکا رہی تھی باپ کی ایسی حالت دیکھ کر بھاگتی ہوئی اس کے قریب آگئی۔

بابا۔ بابا یہ کیا ہوا ہے تجھے تمہاری یہ حالت کس نے کی ہے اتنا کہہ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی پھر صغراں بھی وہاں آگئی۔

رابعہ یہ تمہارے بابا کو کیا ہوا ہے سرتاج کچھ تو بولیے اس گھر میں آہستہ آہستہ لوگ بھی اکٹھے ہورہے

تھے رابعہ مسلسل رو رہی تھی صغراں جب کہ اللہ بخش کو جھنجھوڑ رہی تھی۔

سرتاج کچھ تو بولیے تمہارے ساتھ یہ سب کس نے کیا ہے بڑی مشکل سے اس کی زبان نے ساتھ دیا اور اللہ بخش درد کی شدت سے کراہتے ہوئے بولا۔

ہمارے جانورو کی وجہ سے جاگیردار حاکم علی کے تمام کھیت برباد ہوگئے ہیں جس کی سزا اس نے مجھے یہ دی ہے اور ہمارے تمام جانوروں پر اس ظالم نے ناجائز قبضہ کرلیا ہے اور تو انہوں نے مجھے اتنی بے دردی سے مارا ہے کہ اب میں ایک منٹ زندہ نہیں رہوں گا رابعہ کی ماں۔

بابا بابا۔ اللہ کے واسطے ہمیں چھوڑ کر کبھی مت جانا تمہارے سوا ہمارا ہے ہی کون۔

رابعہ کی ماں میری اس بیٹی کا ہمیشہ خیال رکھنا ان آخری الفاظ کے ساتھ اللہ بخش کی آنکھیں بند ہوگئیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند ہوگئیں رابعہ اور صغراں اللہ بخش کی لاش پر دھاڑیں مار مار کر رو رہی تھیں اوپر کھڑے تمام لوگ بہتی آنکھوں سے یہ ماتم دیکھ رہے تھے لیکن ان لوگوں کو شاید ابھی تک سکون نہیں ملا تھا انہوں نے اس کی لاش کو دفنانا بھی گوارا نہ کیا اور اسے اٹھوا کر ایک ویرانے میں پھینکوا دیا جہاں کچھ دنوں بعد اس کے جسم کی ہڈیاں دیکھنے کو ملنے لگیں۔ اللہ بخش کے گھر لوگوں کا آنا جانا لگا ہوا تھا ان لوگوں میں موجود غلام رسول آگے بڑھا اور صغراں کے سر پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گیا اب رونے سے کچھ بھی نہیں ہوگا بہن اللہ کو جو منظور تھا وہی ہوا ہے لیکن ہاں تم چاہو تو قانون کا سہارا لے کر اس جاگیردار کو پھانسی کی سزا دلوا سکتی ہو ایسا کرنے میں میں تمہارا ساتھ دے سکتا ہوں اتنا سن کر علم دین آگے بڑھا اور بولا۔

ارے جانے دیجیے میاں تم کو اس گاؤں میں کسی کے رشتے دار ہو اور یہاں نئے نئے آئے ہو تم شکل وصورت سے ایک شریف انسان لگتے ہو اور عزت دار بھی ہو اس لیے تم اس معاملے میں نہ پڑو تو اچھا ہے کیا مطلب ہے میں کچھ سمجھا نہیں۔

ذرا غور سے سنو اس گاؤں کا جاگیردار جو ہے ناں وہ بہت ہی بڑا ظالم ہے نام ہے اس کا حاکم علی۔ وہ ظالم غریبوں اور یتیموں کی زمینوں اور جائیداد پر ناجائز قبضہ کرتا ہے یہ تو اس کا پرانا پیشہ ہے اور تو اور وہ جاگیردار جب بھی چاہے کسی کو بھی موت کے گھاٹ اتار سکتا ہے۔

تو یہ گاؤں والے قانون کا سہارا کیوں نہیں لیتے غلام رسول نے پوچھا۔

ارے میاں ایسا کون بیوقوف ہے جو جان بوجھ کر حاکم علی کے خلاف قدم اٹھائے اس کے خلاف چلنے والے کو موت کے منہ میں جانا پڑتا ہے یہ ابھی پچھلے دنوں کی بات ہے کہ ایک نوجوان حاکم علی کے خلاف بولا تھا اس کے آدمیوں نے سرعام گاؤں میں اس کو پھانسی دے دی تھی. اس کی لاش کو اسی طرح ویرانے میں پھنکوا دیا تھا جس طرح اللہ بخش کی لاش کو پھنکوایا گیا ہے۔ اس کے بعد اسی ڈر کی وجہ سے کوئی اس کے خلاف کسی قسم کا کوئی بھی قدم نہیں اٹھاتا اچانک صغراں اٹھ کھڑی ہوئی اور اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے بولی۔

اس گاؤں کے لوگ بہت غریب ہیں اور بے بس بھی ہیں ہم کبھی بھی ان ظالموں کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔ لیکن آج بھی ہمارے دلوں سے یہی آواز نکلتی ہے کہ جس طرح وہ ظالم ظلم کرنے والے بے گناہ لوگوں کو مار رہا ہے ٹھیک اسی طرح اس کا ایک دن اس کا حال ہو۔ ایسا ضرور ہوگا اوپر والے کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے اور ہماری بددعائیں ایک دن قہر بن کر ان ظالموں پر ضرور پڑیں گی۔

ادھر حاکم علی گول تکیے سے ٹیک لگائے کھل کھلا کر ہنس رہا تھا منشی جو اس کے کندھے دبا رہا تھا بولا۔

کیا بات ہے حضور۔ آج آپ بہت خوش نظر

آرہے ہیں۔

ہاں منشی بات ہی کچھ ایسی ہے ہم جب بھی کسی مظلوم پر ظلم کرتے ہیں تو کسی کی جرات تک نہیں ہوتی کہ گاؤں کا کوئی آدمی ہمارے خلاف آواز اٹھا سکے وہ تو ہے نا حضور پر یہ تو بہت پرانی بات ہے کہ پچھلے کئی سالوں سے گاؤں والوں کے دلوں میں آپ کا ڈر بیٹھا ہوا ہے اور اس ڈر کا نام ہے حاکم علی۔ اتنا سن کر حاکم علی کے منہ سے ایک قہقہہ پھوٹ پڑا۔ اچانک اندر گاموں بھی آگیا۔

آپ کا غلام آپ کا خادم آپ کا نوکر حاضر ہے

ہو دیکھو گاموں۔ تم ہمارے بہت پرانے نوکر ہو اور ہمیشہ اچھی خبر ہی سناتے ہو مجھے پوری امید ہے کہ آج بھی کوئی اچھی ہی خبر سناؤ گے۔

نہیں سردار صاحب آج اچھی خبر نہیں ہے بہت ہی بری خبر ہے۔

کیوں کیا ہوا کون بدنصیب ہے جس کی موت آئی ہے۔ حاکم علی یکدم اٹھ کھڑا ہوا۔ اور غصہ سے لال پیلا ہو رہا تھا۔

بات دراصل یہ ہے کہ وہ روڈ کے ساتھ والی زمین جو ہے جہاں آپ بہت بڑی فیکٹری بنانا چاہتے ہیں دراصل مسجد کے مولوی حسین کا دعویٰ ہے کہ وہ اس زمین پر مدرسہ بنانا چاہتے ہیں جہاں گاؤں کے بچے اردو اور دین کی تعلیم حاصل کریں گے۔

اس کمینے یہ ہمت کہ ہمارے خلاف چل رہا ہے میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا اگلے ہی لمحے مولوی حسین کو دلاور علی اور بختاور علی پکڑ کر حاکم علی کے سامنے لے کے آگئے۔

جاگیردار صاحب یہ کیا مذاق ہے کیوں مجھے یہاں لایا گیا ہے میرا کیا قصور ہے اچانک سکندر علی گرجتی ہوئی آواز میں بولا بکواس بند کر مولوی۔ ابھی تجھے پتہ چل جائے گا حاکم علی غصے سے دانت پیستے ہوئے بولا تمہاری یہ ہمت کیسے ہوئی مولوی کہ تو ہماری زمین پر مدرسہ بنانے کا خواب دیکھ رہا ہے۔

ارے آپ نے تو اس زمین پر ناجائز قبضہ کیا ہوا تھا اور زمین نہ آپ کی ہے اور نہ میری ہے بلکہ وہ زمین سرکار کے نام ہے اور اب سرکار نے اس پر مدرسہ بنانے کا آرڈر مجھے دے دیا ہے یہ دیکھئے آرڈر کے کاغذات مولوی نے کاغذات نکال کر ان کے سامنے کر دیئے اور اب آپ لوگ کچھ نہیں کر سکتے۔

دیکھ مولوی اگر تجھے اپنی زندگی پیاری ہے تو اس زمین کو بھول جاؤ ورنہ تجھے پچھتانا پڑیگا۔

ارے زمین کو کیسے بھول جاؤں جہاں پر بہت بڑا مدرسہ بنانے کا خواب کئی سالوں سے دیکھ رہا ہوں اور آپ کہتے ہیں کہ اس زمین کو بھول جاؤں چاہے میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔

میں اس زمین پر مدرسہ بنانے کا خواب تمہارے ساتھ ہی ختم ہو جائے گا مجھے اپنی موت کی کوئی پرواہ نہیں ہے آج میں مروں گا تو کل کو تو بھی مرے گا۔

اتنا سن کر حاکم علی نے زوردار تھپڑ مولوی کے منہ پر جڑ دیا اسی لمحے بہادر علی پٹرول کا گیلن لے کر آرہا تھا حاکم نے اس کے ہاتھ میں پٹرول دیکھا تو چیختے ہوئے بولا۔

پٹرول کو کہیں اور لے جانے کی ضرورت نہیں ہے ادھر لا میرے پاس اور اس مولوی کے اوپر چھڑک دے اس نے ایسا ہی کیا اس نے اپنا رخ موڑا اور مولوی کی طرف ہو لیا اور اس پر پٹرول چھڑکنے لگا۔ چھوڑو مجھے یہ کیا کر رہے ہو دلاور علی اور بختاور علی نے اسے پکڑ رکھا تھا اور سارا پٹرول مولوی پر چھڑکنے کے بعد تینوں اسے دور ہٹ گئے اور حاکم علی نے ماچس کی تیلی جلا کر مولوی کے اوپر پھینک دی دیکھتے ہی دیکھتے آگ نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا مولوی کی دردناک چیخیں فضا کو چیرتے ہوئے دور دور تک جارہی تھیں مولوی مسلسل آگ کی لپیٹ میں جل رہا تھا

اور اب وہ ظالم لوگ وہاں سے چلے گئے دیکھتے ہی دیکھتے مولوی کی لاش آگ میں جل کر راکھ کا ڈھیر بن گئی اور اس راکھ سے اٹھنے والا دھواں آسمان کی طرف جا رہا تھا یکدم کہیں سے آسمان پر سیاہ بادل چھا گئے اور تیز آندھی چلنا شروع ہو گئی اور زور زور سے درخت ہل رہے تھے اور بجلی بھی بار بار کڑک رہی تھی پھر اچانک طوفان کا زور ٹوٹا اور برسات شروع ہو گئی ادھر ہائی وے پر موٹر سائیکل دوڑے بہادر علی چلا آرہا تھا تیز بارش کی وجہ سے اس کے سارے کپڑے گیلے ہو چکے تھے اور موٹر سائیکل بھی بھیگ چکی تھی اچانک ہی اس کی موٹر سائیکل خود بخود رک گئی اس نے کئی بار سٹارٹ کی لیکن موٹر سائیکل اسٹارٹ نہ ہو سکی۔

لگتا ہے ٹینکی میں پانی چلا گیا ہے اس سالی کو بھی اسی وقت خراب ہونا تھا اس نے غصہ بھرے لہجے میں کہا اور ایک لات موٹر سائیکل کو ماری ادھر ادھر دیکھا تو بڑے زور شور سے بارش اور ساتھ آندھی چل رہی تھی بہادر علی موٹر سائیکل کی ٹینکی ادھر ادھر ہلا رہا تھا اور آسمان پر بجلی بار بار کڑک رہی تھی اس لمحہ دور ہی سے لمبے تڑنگے قد والا ایک شخص آتا ہوا دکھائی دیا اس نے پاؤں سے لے کر سر تک سیاہ لباس پہنا ہوا تھا صرف آنکھیں ہی نظر آرہی تھیں اور قد نہایت ہی لمبا تھا یہ شخص لمبے لمبے قدم اٹھاتا ہوا آکر ایک درخت کے نیچے کھڑا ہو گیا اس نے سامنے روڈ کی طرف دیکھا کہ بہادر علی اپنی موٹر بائیک کو اسٹارٹ کر رہا تھا درخت کے نیچے کھڑا وہ شخص جس نے جونہی درخت پر اپنا ہاتھ رکھا تو یہ درخت آہستہ آہستہ گرتا ہوا موٹر سائیکل سمیت بہادر علی کے اوپر آگرا اس کے منہ سے چیخ بھی نہ نکل سکی اور درخت کے نیچے دب گیا اس وقت بہادر علی کی سانسیں آہستہ آہستہ چل رہی تھیں اس لمحہ وہ شخص بہادر علی کے سر پر کھڑا ہو گیا اور اس نے اپنے لمبے لمبے ہاتھ بہادر علی پیٹ پر رکھ کر آہستہ آہستہ اپنی جانب کھینچنا شروع کر دیئے اب بہادر علی کی سانسیں آہستہ آہستہ نکل رہی تھی اسی طرح دیکھتے ہی دیکھتے جب اس کے دونوں ہاتھ اس کے منہ تک آگئے تو بہادر علی چیخا۔ اللہ بخش تم۔ اس کے ہی اس کی آخری سانسیں نکل چکی تھیں اب بہادر علی مر چکا تھا۔ اس سائے کے منہ سے قہقہے بلند ہونے لگے۔ اور پھر اس نے اس کے پیٹ میں ہاتھ ڈال کر اس کی انتریاں باہر کھینچ لیں اور قہقہے لگاتا ہوا غائب ہو گیا۔ اسی وقت یہاں پولیس کی گاڑی اور کچھ لوگ جمع ہو گئے پولیس اور لوگوں نے مل کر بہادر علی کی لاش پر سے درخت ہٹا کر ایک طرف کر دیا سب لوگ درخت ہٹانے کے بعد بہادر علی کی لاش اور موٹر سائیکل کی طرف دیکھ رہے تھے موٹر سائیکل تو بری طرح ٹوٹ پھوٹ گیا تھا اور بہادر علی لاش سے خون بہتا ہوا بارش کے پانی میں مل رہا تھا انسپکٹر نے اپنی ٹوپی اتار کر آسمان کی طرف نظریں دوڑائیں تو آسمانی بجلی بار بار کڑک رہی تھی ہوا اور بارش بھی مسلسل چل رہی تھی ٹھنڈی آہ لینے کے بعد انسپکٹر بولا

لگتا ہے اس کی موت تیز آندھی سے درخت گرنے کے کارن ہوئی ہے۔ لیکن اس کے جسم سے انتریوں کا نکلنا یوں لگتا ہے جیسے کوئی ایسی چیز نے اس کو مارا ہے جو درندہ ہو۔ اس کے چہرے پر خراشوں کے نشان ہیں اور جسم ایسے جیسے اندر سے اُدھیڑ دیا گیا ہے۔

یس سر۔ مجھے بھی یہی لگتا ہے قریب کھڑے حوالدار نے کہا۔

کرم داد۔

یس سر اس باڈی کو اٹھا کر گاڑی میں رکھو۔

دو پولیس اس کی لاش کو لے کر گاڑی کی طرف بڑھ رہے تھے کہ یکدم ان کو ایک آواز سنائی دی رکو۔ میری لاش کو لے کر کہاں جارہے ہو اس کی اسے یہاں ہی رہنے دو تم ایسا نہیں کر سکتے لیکن وہ اس کی لاش کو گاڑی میں رکھ چکے تھے اور گاڑی بھی اسٹارٹ

ہو چکی تھی باقی لوگ بھی وہاں سے چلے گئے۔ واقعی میں مر چکا ہوں۔ بہادر علی کی روح جو ایک طرف کھڑی ان سب کو دیکھ رہی تھی پکار رہی تھی وہ سوچنے لگی۔ اب وہ ہر کسی کو پکار رہی تھی کہ رکو مجھے بھی ساتھ لے چلو لیکن کوئی بھی اس کی آواز نہ سن رہا تھا۔ پھر وہ پیدل ہی چل پڑا اور چلتے چلتے جب یہ روح ویران جگہ پر گئی تو اچانک اس کی نظر شمال کی طرف پڑی یہ دیکھ کر رک گیا کہ شمال کی طرف دے وہی سیاہ سایہ چلا آ رہا تھا پاؤں سے لے کر سر تک سیاہ لباس پہنا ہوا تھا وہ شخص چلتے ہوئے بہادر علی کی روح کے پاس پہنچ گیا۔ روح نے یہ دیکھا کہ ان دونوں کی صرف آنکھیں ہی نظر آ رہی تھیں۔ وہ اس کو دیکھ کر خوفزدہ ہو گیا یہ تو وہی ہے جس نے مجھے مارا ہے میری جان لی ہے مجھے دنیا سے دور کیا ہے اس کے لبوں پر قہقہے تھے وہ سایہ اس کو دیکھ کر مسلسل مسکرا رہا تھا جس طرح تم کو مارا ہے اسی طرح ان سب کو ماردوں گا جنہوں نے ظلمات کی انتہا کر رکھی ہے انہوں نے مجھے مارا ہے اور میں ان کے لیے عبرت بن جاؤں گا۔ ہاں میں ان کے لیے عبرت بن جاؤں گا۔

بنگلے سے باہر کچھ گاڑیاں اور موٹر سائیکل وغیرہ کھڑے تھے اور اندر بڑی حیثیت والے لوگ بہادر علی لاش پر افسوس کر رہے تھے سکندر دلاور اور بختاور اس کی لاش پر پھوٹ پھوٹ کر رو رہے تھے منشی اور گاموں کی آنکھیں بھی اشکبار تھیں اور رونے والے تو مسلسل اس کی لاش پر پھوٹ پھوٹ کر رو رہے تھے اسی لمحے دروازے کی چوکھٹ پر ملک الموت آ کھڑا ہوا اور سامنے لاش پر رونے والے لوگوں کی طرف دیکھ کر افسوس کرتے ہوئے بولا۔

میں بار بار آؤں گا ایک ایک کر کے تم سب کی روح قبض کروں گا تم سے کسی کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ بہت ہی بھیانک موت تم سب کو دوں گا۔

اتنا کہہ کر وہ سایہ وہاں سے چلا گیا۔ رونے کی آوازیں پورے ہال میں گونج رہی تھیں اچانک حاکم علی بھی یہاں آ گیا اور ان سب کو روتا ہوا دیکھ کر وہ غصہ سے بولا۔

بند کرو یہ رونا دھونا شیر ہو کر تم لوگ بزدلوں کی طرح روتے ہوئے مجھے بالکل بھی اچھے نہیں لگتے ہو ذرا عقل سے کام لو اتنا کچھ سننے کے بعد انہوں نے رونا دھونا بند کر دیا۔ منشی جی۔

جی حضور اس کے کفن دفن کا انتظام کیا جائے اور پھر کفن کا انتظام کر دیا گیا اور اس کو قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔ اس کے بعد سب لوگ اپنے اپنے کاموں میں لگے ہوئے تھے دلاور علی کمرے میں بیٹھا کچھ رقم گن رہا تھا یکدم منشی اندر آن ٹپکا اور سامنے رقم گنتی ہوئی دیکھ کر اچھلنے لگا چھوٹے جاگیر دار صاحب منشی نے دھیرے سے پکارا اس نے سر اٹھا کر سامنے دیکھا تو منشی اس کی رقم کو دیکھ کر خوشی سے مسکرا رہا تھا۔

اے منشی کیا بات ہے۔۔۔ یہ بیوقوفوں کی طرح دانت کیوں نکال رہے ہو اس نے سری رقم اکٹھی کر لی چھوٹے جاگیر دار صاحب اگر آپ برا نہ مانے تو ایک بات کہوں۔

ہاں کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔

یہ اتنی ساری رقم آپ کے پاس کہاں سے آئی ذرا مجھے بھی تو پتہ چلے۔

تیرے باپ کے گھر سے آئی ہے کیا میرے پاس اتنی رقم نہیں ہو سکتی گدھا کہیں کا ایک دوں گا کان کے نیچے۔

اوہو اب غصہ تھوک دیں چھوٹے جاگیر دار صاحب۔

اچھا ٹھیک ہے مجھے یہ بتاؤ کہ یہاں کیسے آئے ہو کوئی۔

ناگری صاحب آئے ہیں آپ سے ضروری کام کے سلسلہ میں۔

ناگری صاحب۔ اس نے اپنے دل میں نام دہرایا اور شیطانی مسکراہٹ کے ساتھ بولا اچھا تم جاؤ اور اسے یہاں بھیج دو چھوٹے جاگیر دار صاحب اتنا کہہ کر منشی اپنی انگلیوں سے پیسوں کا اشارہ کرنے لگا اس کا یہ اشارہ سمجھ کر دلاور علی نے دس روپے کا نوٹ نکال کر دیا۔

یہ لو اور جاؤ جا کر اسے اندر بھیج دو۔

یہ کیا صرف دس روپے اس نے دس روپے جھٹ سے واپس لے لیے اچھا ٹھیک ہے۔ دس روپے میں ہی گزارا ہو جائے گا منشی نے پھر سے وہ نوٹ لے لیا۔ اور وہاں سے باہر نکل گیا اس کے باہر جانے کے بعد ناگری صاحب اندر آ گئے۔

آئیے ناگری صاحب آئیے دلاور علی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

ارے بیٹے بیٹھے رہو کیوں اتنی تکلیف کر رہے ہو اس کے بعد دونوں ہی آمنے سامنے بیٹھ گئے ناگری صاحب نے اپنی جیب سے بہت بڑی رقم نکال کر اس کے سامنے رکھ دی اور دلاور صاحب یہ رہا پورا ایک لاکھ روپیہ رقم دیکھ کر دلاور علی کی آنکھیں چمکنے لگیں اب آپ اس رقم کو سنبھال کر رکھنا اور باقی کا دو لاکھ روپیہ بعد میں دے کر وہ زمین اپنے نام کروا لوں گا۔

ٹھیک ہے ناگری صاحب جیسے آپ کی مرضی لیکن ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی وہ یہ کہ آپ کو مجھ پر کیسے یقین آ گیا۔

ارے کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ دلاور۔ آپ جیسا شریف اور ایماندار انسان ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملے گا۔ مجھے آپ پر پورا یقین ہے۔

تو پھر ٹھیک ہے ناگری صاحب جب آپ باقی کے دو لاکھ روپیہ دے دیں گے تو اس وقت سرکاری کاغذات پر سائن کر کے وہ زمین آپ کے نام کر دیں گے دلاور نے کہا۔

اچھا اب مجھے اجازت دیں چلتا ہوں۔

ارے اتنی جلدی بھی کیا ہے بھئی چائے وغیرہ تو پی کر جائیں۔

دلاور صاحب میری چائے آپ پر ادھار رہی اگلی بار جب آؤں گا تو پھر پیوں گا اب مجھے ذرا دیر ہو رہی ہے ضروری کام ہے اللہ حافظ۔

اتنا کہہ کر ناگری صاحب چلا گیا اس کے جانے کے بعد دلاور علی چمکتی ہوئی آنکھوں سے ایک لاکھ کی رقم کو دیکھے جا رہا تھا چوہا جال میں پھنس گیا ہے اتنا کہہ کر دلاور علی مارے خوشی کے قہقہے لگائے جا رہا تھا۔

ایک درخت کے نیچے کچھ گاؤں والے بیٹھے باتیں کر رہے تھے باتوں کے دوران ہی علم دین نے پوچھا بھئی فضل دین تم سناؤ اپنی بچی کے بیاہ کے بارے میں کچھ سوچا ہے کہ نہیں۔

ہاں بھئی بیاہ تو کرنا ہے اس کا لیکن ابھی وہ بچی ہے اٹھارہ سال کی عمر ہے اس کی یہ بھی کوئی عمر ہوتی ہے ابھی تو میں اس کو پانچ سات سال اپنی نظروں کے سامنے رکھوں گا جی نہیں چاہتا کہ اپنے دل کے ٹکڑے کو کسی اور کے حوالے کر دوں اتنا سن کر علم دین کوئی جواب نہ دے سکا۔

فضل دین کی باتیں سن کر غلام رسول بولا بھئی بیٹیاں ہر باپ کو پیاری ہوتی ہیں لیکن اس کو پانچ سال بٹھانے سے پہلے تم نے کچھ سوچا ہے کہ تمہیں کہ معاشرے والے کیا سوچیں گے فلاں گھر کی بیٹی ابھی تک جوان ہے دیکھنے والے تو یہی کہیں گے کہ لگتا ہے کہیں رشتے کی بات نہیں بن رہی طرح طرح کی باتیں بنائیں گے۔ دیکھنے والے اس میں بدنامی کسی کی ہوتی ہے ماں باپ کی ہاں اور کس کی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتے ہیں جب کسی گھر کی بیٹی جوان ہو جائے تو فوراً اس کا نکاح کر دینا چاہیے ورنہ جتنے ہی سال ماں باپ نے اپنی بیٹی کو بٹھایا تو اتنے ہی سال کا گناہ ان کے سروں پر سوار رہے گا جب میں نے بیٹی کی شادی کی تھی تو اس وقت اسکی عمر پورے سولہ سال کی تھی آج اس کی شادی کو چھ سال

ہو چکے ہیں اور اب وہ بچی بچے کی ماں بھی ہے یہ بات یہیں آ کر ختم ہو جاتی ہے۔

فضل دین تمام باتیں سننے کے بعد سب لوگ یہی کہنے لگے کہ غلام رسول کی بات بالکل ٹھیک ہے یہ ٹھیک کہتا ہے بالکل ایسا ہی ہونا چاہیے اس کے بعد فضل دین کوئی جواب نہ دے سکا خاموشی سے کچھ سوچ رہا تھا غلام رسول بولا۔

اب فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے فضل دین۔۔ سب کچھ سننے کے بعد فضل دین بولا۔

تم بالکل ٹھیک کہتے ہو غلام رسول میں کل ہی جا کر اپنے بھائی سے بیٹی کے رشتہ کے لیے بات کروں گا۔ ابھی اس نے بات ختم کی ہی تھی کہ اچانک یہاں گاموں آ ٹپکا اس نے ہاتھوں میں حقہ اٹھایا ہوا تھا درخت کے نیچے یہ بھی ان لوگوں کے ساتھ بیٹھ گیا اور حقہ کھینچنے لگا گاموں کو دیکھ کر سب کے موڈ خراب ہو گئے ان سب کی کیفیت دیکھ کر گامو بولا۔

بھئی کیا بات ہے مجھے دیکھ کر تم سب کے موڈ خراب کیوں ہو گئے ہیں کیا مجھے یہاں نہیں آنا چاہیے تھا۔

اب آ گئے ہو تو خاموشی سے بیٹھے رہو ایک تو تم بولتے بہت ہو علم دین نے اتنا کہہ کر سر جھٹک دیا۔ غلام رسول بولا۔

گامو کیا حال ہے تمہارا تمہاری طبیعت کیسی ہے اور کہاں سے آ رہے ہو گاموں نے حقہ کا کش لگایا اور منہ سے دھواں نکالتے ہوئے بولا۔

وہ ہیں ناں اپنے سردار حاکم علی۔

ہمارے تو نہیں تمہارے ضرور ہوں گے۔ علم دین نے اس کی بات کاٹ کر کہا اور منہ دوسری طرف ...

دیکھو علم دین تم خاموش رہو میں تم سے بات نہیں کر رہا۔ اچانک فضل دین بیچ میں بولا۔

دیکھو گامو تم اس گاؤں میں رہنے والے ہو اس لیے تمہیں سمجھانا ہمارا فرض ہے یہ بات تم اچھی طرح جانتے ہو اس گاؤں کا جاگیردار حاکم علی گاؤں والوں پر انتہائے ظلم کرنا چاہتا ہے اور کئی بے گناہ لوگوں کو اس نے موت کے گھاٹ اتار دیا ہے اتنا کچھ جاننے کے باوجود بھی تم اس کے ہاں نوکری کرتے ہو۔۔ اچانک علم دین بیچ میں بولا۔

ارے یہ اس کے ہاں نوکری سے زیادہ ان لوگوں کی خوشامد کرتا ہے تلوے چاٹتا ہے۔

لگتا ہے تمہیں موت کا مزہ چکھانا پڑے گا۔ جاگیردار سے کہہ کر اتنا سن کر فضل دین نے علم دین کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

ارے گامو تم ایک دم غصہ ہی کر گئے ہو جانے دو اس غصہ کو غلطی ہو گئی ہے اس سے منہ سے ایسی بات نکال بیٹھا ہے۔

ہاں ہاں ٹھیک ہے سمجھا دینا اس کو جب اگلی بار ملے تو سوچ سمجھ کر مجھ سے بات کرے اب گاموں خوشی سے مسکرا دیا۔ آخر ہم بھی تو کوئی عام آدمی نہیں ہیں۔ ہاہاہا۔ گامو خوشی کے مارے قہقہے لگاتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

دیکھا علم دین کیسے یہ اکڑ رہا تھا فضل دین نے کہا جب تک جاگیرداروں کا ہاتھ اس کے کندھے پر ہے یہ اسی طرح اپنی اکڑ دکھائے گا۔

ہاں علم دین تم بالکل ٹھیک کہتے ہو ورنہ اس بزدل کے سامنے کتا بھی بھونک پڑتا تو اس کی ٹانگیں کانپنے لگتی ہیں علم دین چونکہ غلام رسول سے مخاطب ہو کر بولا۔

اس گاؤں میں آپ نئے نئے آئے ہیں۔ یہاں کے ماحول سے آپ ناواقف ہیں ایسے لوگوں کو منہ لگانے سے پہلے ہزار بار سوچ لینا چاہیے ہاں دین بالکل ٹھیک کہہ رہا ہے بلکہ میں بھی یہی کہوں گا ایسے لوگوں کے منہ نہیں لگنا چاہیے کیونکہ یہ شخص ظالم جاگیردار کا بہت بڑا چمچہ ہے ادھر کی بات ادھر کرکے

گاؤں کے کسی نہ کسی شخص کو جاگیردار کے جال میں پھنسا دیتا ہے اور پھر وہ اس کے ہاتھوں بے گناہ مار دیا جاتا ہے فضل دین کی باتیں سن لینے کے بعد وہ غلام رسول بولا۔

پھر تو یہ گامو جاگیردار کا بہت بہت بڑا چغلی خور ہوا اچانک مسجد سے اذان کی آواز آنے لگی۔

لو بھئی نماز کا وقت ہو گیا ہے چلئے آپ لوگ بھی میرے ساتھ نماز پڑھئے۔

ہاں ہاں بالکل بالکل پھر علم دین اور فضل دین غلام رسول کے ساتھ چل دیئے۔ وہاں کچھ لوگ اور بھی موجود تھے۔ جو نماز کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے نماز ادا کرنے کے بعد غلام رسول اپنے گھر آ گیا۔

یہ لیں آپ کے دو لاکھ پورے ہو گئے ہیں ناگری نے دلاور علی کو کہا اور کاغذات اس کے سامنے رکھ دیئے۔ اس نے دو لاکھ ہاتھ میں پکڑ لیے اور ایک طرف چلا گیا اور جب واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں پستول تھا ناگری اس کے ہاتھوں میں پستول دیکھ کر کانپ گیا یہ یہ کیا کر رہے ہیں۔ وہی جو مجھے کرنا چاہیے اب ان پیسوں کے ساتھ ساتھ تمہاری زندگی کا کھیل بھی ختم اتنا کہہ کر اس نے اس پر فائر کر دیئے جس کی گونج پوری حویلی میں گونج گئی اس کی موت کے ساتھ ساتھ دلاور علی کے قہقہے بھی گونج رہے تھے پھر ایک شراب کا گلاس اس نے اپنے حلق میں ڈالا اور نوکر سے کہا کہ اس کی لاش کو کہیں باہر پھینک دو وہ اس کی لاش کو لے کر باہر چلا گیا اور وہ شراب کے نشے میں مدہوش پڑا ہوا تھا۔ کہ اس کے سامنے ایک سیاہ سایہ آ گیا۔ اس نے دلاور علی کو پکڑ لیا اس کی ہیبت ناک شکل دیکھ کر وہ کانپ کر رہ گیا اسکے منہ سے صرف اتنا ہی نکل سکا۔ اللہ بخش تم۔ اس کے بعد اس کے حلق سے چیخیں نکلنے لگیں لیکن ان چیخوں کو سننے والا کوئی بھی نہ تھا اس کی سانسیں کھینچی جانے لگی اس کے سامنے وہ سب چہرے گھومنے لگے جن پر اس نے ظلم ڈھائے تھے۔ اس کے بعد اس کی لاش ایک جگہ فرش پر موجود تھی۔ سائے کے منہ سے قہقہے پھوٹ رہے تھے اس نے اس کے پیٹ میں ہاتھ ڈال کر اس کی انتڑیاں باہر کھینچ لیں اور ان کو ہاتھ میں پکڑے قہقہے لگائے جا رہا تھا اور پھر قہقہے لگاتا ہوا وہ غائب ہو گیا۔ جاتے جاتے اس کے منہ سے وہی باتیں گونج رہی تھی میں ان ظالموں کے لیے موت بن گیا ہوں ایک ایک کر کے سب کو مار دوں گا اور ایسی موت ماروں گا کہ ان کی موت کو دیکھ کر ہر کوئی کانوں کو ہاتھ لگائے گا میں ان کے لیے عبرت بن جاؤں گا۔ ہاں میں ان کے لیے عبرت بن جاؤں گا۔ اس کی موت پر حویلی میں کہرام برپا تھا۔ خود حاکم علی بھی آج رو دیا تھا۔ کفن پہنے دلاور علی بالکل اکڑا مرا پڑا تھا۔ پورا کفن اس کے خون سے سرخ ہو رہا تھا ایک خوفناک خاموشی وہاں پھیلی ہوئی تھی اس کو دفنا دیا گیا۔

یہ کون ہو سکتا ہے جس نے میرے دو پیاروں کو مارا ہے میں اس کو زندہ نہیں چھوڑوں گا میں اس کا خاتمہ کر دوں گا لیکن وہ اندر کمرے میں کیسے گھس جاتا ہے وہ کسی کو نظر کیوں نہیں آتا ہے۔ حاکم علی ایک جگہ انہی سوچوں میں کھویا ہوا تھا اور پھر یکدم اس کو خیال آیا لوگ کیا کہیں گے کہ حاکم علی پریشان ہو گیا ہے وہ اندر سے ٹوٹ گیا ہے نہیں نہیں میں کبھی بھی نہیں ٹوٹ سکتا میں موت سے لڑ سکتا ہوں ہاں میں موت سے لڑ سکتا ہوں۔ جہاں اس کی موت پر حویلی میں سوگ طاری تھا ویسے ہی گاؤں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی لوگوں کو یقین ہو گیا تھا کہ ان کے ظلمات کی انتہا ہونے والی ہے وہ جلد ایسی ہی موت مرنے والے ہیں جس طرح دو مرے ہیں اب ان کے دلوں میں کچھ سکون تھا کہ وہ جو کوئی بھی ہے جو بھی ان کی جانیں لے رہا ہے وہ گاؤں والوں کا ہمدرد ہے۔

سردار جی۔ گامو بولا۔

ہاں بول گامو بول۔ کیا کہنا چاہتا ہے تو۔

یہ علم دین اور فضل دین آپ کے بارے میں بہت کچھ کہہ رہے ہیں وہ شاید بھول گئے ہیں کہ آپ کسی کی بھی اونچی آواز کو برداشت نہیں کر سکتے اور جو کوئی بھی بولے اس کی سانسیں چھین لیتے ہیں اس کے باوجود وہ گاؤں والوں کو بھڑکا رہے ہیں۔ گاموکی یہ بات سن کر وہ آپے سے باہر ہوگیا ان کی یہ ہمت کہ میرے بارے میں ایسی باتیں کریں۔ ساتھ ہی اس نے سکندر کو بلایا اور کہا علم دین کی زندگی کی آج آخری رات ہونی چاہیے۔ سکندر کے منہ سے ایک قہقہہ نکلا اور بولا ایسا ہی ہوگا۔ اور پھر ایک بھیانک موت علم دین کے لیے تیار تھی انہوں نے اس کو حویلی میں بلا کر ایسی موت مارا کہ اس کی روح تک کانپ گئی۔ اس کی لاش کو دور ویرانے میں پھینک دیا گیا۔ اور سکندر اس کی موت پر جشن منانے کے لیے شراب کا گلاس ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھے وہ اب تک تین گلاس شراب پی چکا تھا اور اب چوتھا تھا جو وہ پکڑے ہوئے تھا کہ اس کو اپنے سامنے ایک سیاہ سایہ دکھائی دیا اس کو دیکھتے ہی اس کے ہاتھ میں پکڑا ہوا گلاس نیچے گر کر کرچیوں میں بٹ گیا۔ اس نے بھاگنا چاہا لیکن سایہ نے اس کی گردن پکڑ لی اور دیوار کے ساتھ دے مارا۔ اور چہرے پرسے نقاب ہٹا دیا۔ اللہ بخش تم۔ اس کے منہ سے گھٹی گھٹی آواز نکلی اس کے بعد وہ کچھ بھی بول نہ سکا سایہ نے اس کو بولنے کا کوئی بھی موقع نہ دیا اس کی سانسیں رک چکی تھی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں پیٹ پھٹا ہوا تھا اور فرش اس کے خون سے تر تھا۔ وہ سایہ غائب ہو چکا تھا۔ دوسرے دن پھر حویلی میں کہرام برپا تھا سکندر کی موت نے سب کو افسردہ کر دیا تھا۔ بختاور علی پر ایک سکتہ طاری تھا اس کو یوں لگ رہا تھا کہ کوئی اس کو مارنا چاہتا ہے اس کو حویلی سے خوف آنے لگا اس کو ہر طرف وہی سایہ دکھائی دے رہا تھا جو موت بن کر ان کے اوپر ناچ رہا تھا۔ وہ کون تھا کوئی بھی نہیں جانتا تھا ہاں اگر کوئی جانتا تھا تو وہ مرنے والا ہوتا تھا وہ بھی اس کو آخری بار دیکھتا تھا اس کے بعد اس کی سانسیں رک جاتی تھیں۔

بختاور علی میں اب بھی کہتا ہوں کہ لوگوں پر ظلم کرنا چھوڑ دو ورنہ تم بھی ویسی ہی موت مرو گے جیسے تمہارے پچھلے مرے ہیں فضل دین نے حویلی کے گیٹ کے سامنے بختاور علی کو پریشان دیکھ کر کہا تو وہ آگ بگولہ ہو گیا۔

تمہاری یہ ہمت کہ تم مجھے ایسا کچھ کہو میں تم کو زندہ نہیں چھوڑوں گا تم کو بھی ایسی ہی موت ماروں گا جیسی موت علم دین مرا ہے۔ پھر کیا تھا رات ہوتے ہی اس کے آدمی فضل دین کو اٹھا کر حویلی لے آئے اور اس کو ایسی موت مارا کہ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا لیکن اس کو مارنے کے بعد اس کو یقین ہو گیا تھا کہ اب اس کی موت ہونے والی ہے۔ وہ بھی اس سایہ کے ہاتھوں مرنے والا ہے جس نے میرے بھائی اور چاچا کو مارا ہے۔ یہ میں نے کیا کر دیا ہے وہ ڈرے ہوئے ادھر ادھر دیکھنے لگا لیکن اس کو کچھ بھی نہ ہوا دو دن تک وہ سو نہ سکا۔ موت کا خوف اس پر پوری طرح سوار تھا اور موت بھی اس کے سر پر منڈلا رہی تھی وہ اپنے بستر پر موجود تھا کہ سامنے والا دروازہ خود بخود کھل گیا اور پھر اس کو ایک سیاہ سایہ دکھائی دیا اس کو دیکھتے ہی وہ چیخنے والا تھا کہ اس نے اس کے منہ میں ہاتھ ٹھونس دیا نہیں بختاور علی نہیں اب تو کچھ بھی بول نہیں سکے گا تیرے زندگی کا بھی کھیل ختم ہو گیا ہے تو بھی ویسی موت مرے گا جس طرح دوسرے مرے ہیں ایک ایک کو ماردوں گا۔ اتنا کہہ کر اس نے اس کی سانسیں کھینچ لیں اور وہ تڑپ گیا اس کے بعد اس کے پیٹ میں ہاتھ ڈال کر اس کی انتڑیاں باہر کھینچ لیں۔ پورا بستر اس کے خون سے سرخ ہو گیا۔ اس پر اس کی مردہ لاش پڑی ہوئی تھی اس کی موت کے بعد حاکم علی ٹوٹ کر رہ گیا۔ جبکہ گاؤں والوں میں خوشی کا جشن تھا وہ بہت خوش تھے اور ان کے چہروں پر رونقیں ابھر رہی

تھیں جس طرح حویلی والے گاؤں والوں کی موت پر قہقہے لگاتے تھے اسی طرح گاؤں والے بھی ان کی موت پر قہقہے لگا رہے تھے حویلی میں ایک کہرام برپا تھا حویلی کی عورتیں بھی کانپ کر رہ گئی تھیں وہ جانتی تھی کہ ان کے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہیے تھا جو جو حویلی میں ہوتا تھا وہ سب دیکھتی تھیں لیکن کسی میں ہمت نہ تھی کہ وہ ان کا راستہ روکتی۔ بلکہ ان کے دل بھی سخت ہو گئے تھے وہ بھی ظلم میں برابر کی شریک تھیں۔ حویلی سنسان دکھائی دینے لگی حاکم علی خاموش خاموش رہنے لگا اسے معلوم ہو گیا تھا کہ جو کچھ وہ کر رہے تھے اس کا انجام بھی پاتے جا رہے ہیں۔ ایک رات وہ اپنے کمرے میں بیٹھا سوچ رہا تھا۔ کہ اس کو یوں لگا کہ جیسے اس کے کمرے میں کوئی آیا ہے وہ ڈر گیا ادھر ادھر دیکھا لیکن اس کو کچھ بھی دکھائی نہ دیا لیکن پھر اس کو یوں لگا کہ کوئی اس کے کمرے میں ہے اس نے دیکھا تو ایک طرف اس کو اللہ بخش دیوار کے ساتھ کھڑا دکھائی دیا۔ اللہ بخش تم۔ تم کو تو ہم نے مار دیا تھا اور تم۔ اس کے منہ سے ایک قہقہہ بلند ہوا ہاں تم نے مجھے مار دیا تھا میں مرا ہوا انسان ہوں لیکن تم لوگوں کی موت بنا یہاں حویلی میں گھوم رہا ہوں۔ جب تک تم لوگوں میں ایک بھی زندہ ہے مجھے بھلا کیسے سکون مل سکتا ہے مجھے تو سکون تم لوگوں کی موت پہنچا سکتی ہے میں نے کہا تھا ناں کہ میں ایک ایک کر کے سب کو ختم کر دوں گا سو میں نے کر دیا ہے اب تیری باری ہے ہاں حاکم علی اب تیری باری ہے۔ اتنا کہہ کر وہ اس کی طرف بڑھا نہیں اللہ بخش تم ایسا نہیں کر سکتے۔ وہ کانپتے ہوئے بولا لیکن اللہ بخش کے ہاتھ اس کی گردن کو اپنی لپیٹ میں لے چکے تھے اس کی سانسیں اکھڑنے لگی تھیں۔ دھیرے دھیرے اس کا جسم ٹھنڈا پڑنے لگا تھا۔ اس کی موت کے ساتھ ہی اللہ بخش کے منہ سے قہقہے گونجنے لگے اور وہ حویلی سے باہر نکل آیا ایک پھونک اس نے حویلی کی طرف منہ کر کے ماری حویلی کو آگ لگ گئی اور آگ ایسی لگی کہ اس کو کوئی بھی بجھا نہ سکا جو جو بھی اس میں موجود تھا سب ہی آگ میں جلنے لگے ان میں گامو بھی تھا اور وہ سب تے جو ان کے اشاروں پر چلتے تھے جو گاؤں والوں کو پکڑ پکڑ کر ان کے سامنے لاتے تھے اور ان کی موت کا تماشہ دیکھتے تھے حویلی کی آگ نے پورے گاؤں کو روشن کر دیا تھا لوگوں کے چہروں پر خوشی کی لہر موجود تھی اور پھر سب گاؤں والوں نے دیکھا کہ کوئی انسانی جسم اوپر ہوا میں اڑتا ہوا بلند ہو رہا ہے ان سب اس کو پہچان لیا تھا وہ اللہ بخش تھا ہاں اللہ بخش جس کو بے قصور مارا گیا تھا۔۔

کتنے رنج وملال رکھتا ہے
دل کے شیشے میں بال رکھتا ہے
میں محبت کمال رکھتی ہوں
وہ مجتنب کمال رکھتا ہے
کمال شخص ہے آج کی باتیں
کل پہ وہ ٹال رکھتا ہے
ہے وہی کامیاب دنیا میں
ماضی دکھتا ہے حال رکھتا ہے
تجھ کو خوشیاں نڈھال رکھتی ہیں
مجھ کو غم نڈھال رکھتا ہے
مجھ کو تاریکیاں نہیں بھاتیں
وہ بھی روشن خیال رکھتا ہے
اونچے محلوں کو دیکھ کر مفلس
لب پہ کتنے سوال رکھتا ہے
میرے حصے کی دل نشیں سی یادیں
کون دل میں سنبھال رکھتا ہے
نائلہ حسیں وجہوں کی دنیا میں
کون کسی کا خیال رکھتا ہے

نائیلہ طارق ۔ لیہ ۔

حسین آتما

---تحریر: کامران شکیل واہ گارڈن ۔ واہ کینٹ---

میں زندہ انسان نہیں ہوں بلکہ برسوں پہلے کی مری ہوئی ایک لڑکی کی آتما ہوں ۔ ک۔ کک۔ کیا۔ کیا مائرہ کی بات سن کر مجھے زمین آسمان گھومتے ہوئے محسوس ہوئے ۔ مائرہ تم یہ کیا کہہ رہی ہو ہوش میں تو ہو۔ ہاں میں بالکل ہوش میں ہوں اور جو کچھ کہہ رہی ہوں وہ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہوں آج سے برسوں پہلے جب میں مری تو جبرلیش جادوگر نے ایک چلہ کر کے مجھے اپنی غلام بنالیا تھا تب سے میں جبرلیش جادوگر کی غلام ہوں اس کا ہر حکم مانتی ہوں آج سے ایک سال پہلے جبرلیش جادوگر کو اس کے شیطان آقا نے آپ کے بارے میں بتایا تھا کہ آپ بہت جلد جبرلیش جادوگر سے مقابلہ کرو گے اور مارنے کی کوشش کرو گے میں چونکہ جبرلیش جادوگر کی خاص غلام تھی سالوں سے اس کا ہر حکم مانتی آرہی تھی اس لیے اس نے مجھے آپ کی نگرانی کے لیے بھیج دیا کہ میں آپ کی نگرانی کروں۔ پچھلے پورے ایک سال سے میں آپ کی نگرانی کررہی ہوں میں ہر لمحہ ہر پل آپ کے ساتھ تھی آپ کے ساتھ رہتے ہوئے مجھے آپ سے پیار ہوگیا۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ میں ایک آتما ہوں ایک ایسی لڑکی ہوں جس کا کوئی بھی وجود نہیں ہے اس کا وجود کب کا ختم ہوگیا ہے اور میں آپ کو حاصل کبھی بھی نہیں کرسکتی میں آپ سے محبت کرنے لگی اور پھر چند روز پہلے میں نے اپنے آپ کو آپ کے سامنے ظاہر کردیا شاید میری بہت بڑی غلطی تھی کیونکہ مجھے دیکھنے کے بعد آپ کو بھی میرے سے پیار ہوگیا نہ میں آپ کے سامنے آتی اور نہ ہی آپ کو مجھ سے پیار ہوتا۔ لیکن میرے پیار نے مجھے بے بس کردیا تھا مجھے اپنا آپ دکھانا تھا کہ ایک لڑکی تم سے کئی سالوں سے پیار کرتی چلی آرہی ہے۔ اب جبکہ میں آپ کو چھوڑ کر چلی جاؤں گی آپ کو دکھ ہوتا کل شام کو جبرلیش جادوگر نے مجھے یہاں بلایا تھا اور آپ کے بارے میں پوچھا تھا تو میں نے اسے بتادیا تھا کہ آپ ایک چلہ کررہے ہیں اور اس کے بعد اس سے مقابلہ کرو گے تو اس نے مجھ سے کہا کہ میں آپ کو قتل کردوں میں نے جب اسے یہ بتایا کہ میں آپ کو پیار کرنے لگی ہوں اور آپ کو کبھی بھی نہیں مار سکتی تو اس نے مجھے آتشی زنجیروں میں قید کرلیا۔ میں کل سے یہاں ان آتشی زنجیروں میں تڑپ رہی ہوں۔ جھلس رہی ہوں۔ عدنان اب میرا وقت ختم ہوگیا ہے میں تم سے یہ کہنے آئی ہوں کہ تم سحر کو اپنا بنالینا وہ تم سے بہت پیار کرتی ہے۔ بہت چاہتی ہے تم کو امید ہے تم میری آخری خواہش کو پورا کرو گے۔ ایک سنسنی خیز اور ڈراوئی کہانی۔

چاند کی چودھویں رات تھی رات کا آخری پہر تھا ہر سو تاریکی و خاموشی کا راج تھا میں اپنے بستر پر خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہا تھا اچانک مجھے اپنے قریب کسی کی موجودگی کا احساس ہوا مجھے ایسا لگا جیسے کوئی میرے اوپر جھکا ہوا ہے میری آنکھ کھل گئی کسی کی سانسوں کی آوازیں مجھے بالکل صاف محسوس ہورہی تھیں میں نے لائٹ آن کی اور اپنے اردگرد دیکھنے لگا مگر یہ دیکھ کر میرے اوپر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے کہ کمرے میں میرے علاوہ کوئی بھی نہ تھا میں سوچنے لگا کہ کہیں یہ میرا یہ وہم تو نہیں ہے مگر نہیں یہ وہم کیسے ہوسکتا ہے سانسوں کی آواز بالکل صاف سنائی دے رہی تھی اگر یہ میرا وہم نہیں ہے تو پھر وہ کون ہوسکتا ہے جس کی سانس لینے کی آواز مجھے سنائی دے رہی ہے مگر وہ مجھے دکھائی نہیں دے رہا اچانک ایک



اور خیال میرے دماغ میں آیا کہ کہیں یہ کوئی جن بھوت تو نہیں ہے کیونکہ کچھ دن پہلے میں نے ایک ایسا ناول پڑھا تھا جس میں ایک بھوت ایک لڑکی پر عاشق ہو جاتا ہے وہ بھوت ہر وقت لڑکی کے ساتھ ساتھ رہتا ہے لڑکی بھوت کو محسوس کرتی ہے مگر وہ اسے دکھائی نہیں دیتا ہے پھر ایک دن بھوت لڑکے کے پاس ظاہر ہوتا ہے اس کی شکل بہت خوفناک ہوتی ہے اسے دیکھتے ہی لڑکی ڈر جاتی ہے بھوت لڑکی سے کہتا ہے کہ میں تم سے پیار کرتا ہوں اور تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں لڑکی شادی کرنے سے انکار کر دیتی ہے تو بھوت کو غصہ آجاتا ہے اور وہ لڑکی کو مار کر اس کا خون پی جاتا ہے میں سوچنے لگا کہ اگر عاشق ہو گئی تو میں کیا کروں گا میں انہی خیالوں میں گم تھا کہ پراسرار سانسوں کی آواز آنا بند ہو گئی۔ آواز بند ہوتے ہی میں ہوش کی دنیا میں واپس آگیا اور چند لمحے قبل گزرے ہوئے واقعے کو دماغ سے جھٹک کر سونے کی کوشش کرنے لگا مگر نیند تو جیسے میری آنکھوں سے کوسوں دور تھی بس ایک ہی خیال نے دل و دماغ کو گھیر رکھا تھا کہ وہ پراسرار سانسوں کی آواز کس کی تھی انہی خیالوں میں صبح ہو گئی میں نے ناشتہ کیا اور تیار ہو کر کالج چلا گیا۔

اس وقت سورج نکلنے کے آثار نمودار ہونے لگے جب جبریش جادوگر امن پور گاؤں کے مشرقی پہاڑوں کے ایک غار میں بت کے قدموں میں بیٹھا ہوا تھا اور کچھ پڑھنے میں مصروف تھا اس کی آنکھیں بت کے چہرے پر مرکوز تھیں۔ بت کا رنگ سرخ تھا بت کے قدموں میں ایک جوان لڑکے کی لاش پڑی ہوئی تھی لاش کا سر دھڑ سے جدا تھا لاش کے قریب ہی ایک برتن پڑا ہوا تھا جو اس لاش کے خون سے بھرا ہوا تھا جبریش جادوگر نے خون پر پھونک ماری اور اس خون سے بت کو نہلا دیا۔

بت سے آواز آئی جبریش جادوگر تم نے میرے قدموں میں چالیس انسانوں کی بلی دے کر اپنے آپ کو میرا سب سے عظیم چیلہ ثابت کر دیا ہے بولو جبریش جادوگر کیا چاہتے ہو آج میں تم سے بہت خوش ہوں آج تم جو بھی مانگو گے میں انکار نہیں کروں گا جبریش جادوگر بولا۔

آقا میں پوری دنیا پر شیطانی حکومت قائم کرنا چاہتا ہوں آپ مجھے کوئی ایسا طریقہ بتا دیں کہ جس سے میں دنیا کا سب سے طاقتور جادوگر بن جاؤں بت سے آواز آئی۔

جبریش جادوگر تمہیں دنیا کا سب سے زیادہ طاقتو جادوگر بننے کے لیے ایک خوفناک شیطانی چلہ کرنا ہوگا یہ چلہ بہت ہی زیادہ مشکل ہے بہت سے بڑے بڑے جادوگر دنیا پر حکومت کے لیے یہ چلہ کرنے کی کوشش میں اپنی جانوں سے جا چکے ہیں بہتر یہی ہے کہ تم ابھی یہ چلہ مت کرو کیونکہ اگر تمہارا چلہ بھی دوسرے جادوگروں کی طرح ناکام ہو گیا تو تمہیں بھی اپنی جان سے ہاتھ دھونے پڑیں گے بت کی آواز سننے کے بعد جبریش جادوگر سوچوں میں کھو گیا پھر کچھ سوچتے ہوئے بولا۔

آقا میں یہ چلہ ہر حال میں کروں گا آپ مجھے اس چلہ کا طریقہ بتا دیں کیونکہ میں ہمیشہ دنیا پر شیطانی حکومت کرنے کے خواب دیکھتا آرہا ہوں اور آج جب مجھے موقع ملا ہے تو میں اس کو ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ بت سے آواز آئی۔

جبریش جادوگر ایک بار پھر سوچ لو یہ چلہ تم نہیں کر پاؤ گے اور خواہ مخواہ اپنی جان گنوا بیٹھو گے جبریش جادوگر نے کہا۔

آقا میں نے بہت سوچ سمجھ کر یہ چلہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے اب میں یہ چلہ ضرور کروں گا چاہے اس کے لیے مجھے اپنی جان ہی کیوں نہ دینی پڑے۔ بت سے آواز سنائی دی۔

جبریش جادوگر میں تمہیں یہی کہوں گا کہ تم یہ چلہ نہ کرو کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ میں اپنا سب سے خاص پجاری گنوا دوں کچھ اور مانگو میں فوری دینے کو تیار ہوں۔

نہیں آقا میں اپنے خوابوں کو پورا کرنا چاہتا ہوں اور دیکھنا میں اس چلہ کو کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا بس مجھے چلہ بتا دیں۔

ٹھیک ہے اگر تم نے چلہ کرنے کا پکا ارادہ کر لیا ہے تو اس کا طریقہ بتا دیتا ہوں۔ یہ چلہ پورے ایک چاند کا ہوتا ہے یعنی چاند کی پہلی رات سے لے کر آخری رات تک کا ہوتا ہے آج چاند کی چودھویں رات ہے نئے چاند کو نکلنے میں ابھی پندرہ دن باقی ہیں یعنی پندرہ دنوں بعد تمہیں یہ چلہ کرنا ہوگا یہ چلہ تمہیں دریا کے کنارے کھڑے ہو کر کرنا ہوگا ویسے تو تم پہلے بھی بہت سے چلے کر چکے ہو اس لیے تم چلے کے حالات سے واقف ہو کہ انسان کو چلے میں کیا کیا مشکلات پیش آتی ہیں مگر یہ چلہ پچھلے چلوں سے زیادہ مشکل ہوگا اس چلے میں تمہیں پچھلے چلوں کی نسبت زیادہ ڈرایا جائے گا تم نے ڈرنا نہیں ہے اور ہاں چلہ شروع کرنے سے پہلے اپنے گرد حصار ضرور قائم کرنا اور کسی بھی صورت میں حصار سے باہر نہیں نکلنا شیطان بت نے جبریش کو چلے کا ورد بتایا اور جبریش جادوگر بت کے قدموں کو چوم کر باہر کی طرف بڑھنے لگا ابھی جبریش جادوگر دو چار قدم ہی بڑھا تھا کہ بت سے آواز سنائی دی۔

جبریش۔ ایک سال پہلے میں نے تمہیں بتایا تھا کہ کچھ عرصہ بعد ایک عدنان نامی لڑکا تم سے مقابلہ کرے گا اور تمہیں مارنے کی کوشش بھی کرے گا وہ وقت اب بہت قریب آگیا ہے وہ کسی بھی وقت مقابلے کے لیے تمہارے سامنے آسکتا ہے اس لیے تمہیں مقابلے کے لیے ہر وقت تیار رہنا چاہئے جبریش جادوگر بولا۔

آقا میں اس کے ساتھ مقابلے کے لیے جب سے آپ نے بتایا ہے کہ وہ مجھے مارنے کی کوشش کرے گا تب سے میں تیار ہوں میں نے اپنی ایک غلام آتما کو بہت عرصہ سے عدنان کی نگرانی پر لگا رکھا ہے وہ عدنان کی ایک ایک حرکت پر نظر رکھے ہوئے ہے میں عدنان کو اپنے ساتھ مقابلے سے پہلے ہی اس آتما کے ہاتھوں مروا دوں گا ہاہاہا۔۔ جبریش جادوگر نے ایک شیطانی قہقہہ لگایا اور غار سے نکل کر امن پور گاؤں کی طرف چلا گیا۔

جون کے مہینے کی وہ ایک حسین شام تھی آسمان پر کالے کالے بادل چھائے ہوئے تھے چاند نگر کے تمام لوگ اس خوبصورت موسم کو انجوائے کر رہے تھے میں بھی چھت پر کھڑا اس حسین موسم سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ اچانک اپنے پیچھے کسی کے قدموں کی آواز سن کر میں چونک گیا میں نے پلٹ کر دیکھا تو وہ سحر تھی جو اپنے چہرے پر مسکراہٹ سجائے ہوئے میری طرف بڑھ رہی تھی۔۔ سحر میرے پڑوس میں رہتی تھی وہ میری بچپن سے دوست تھی ہم دونوں اپنی ہر بات ایک دوسرے سے شیئر کرتے تھے کبھی میں اس سے ملنے چلا جاتا تھا اور کبھی وہ میرے پاس آجاتی تھی بہت ہی پیاری لڑکی تھی وہ۔ وہ آتے ہی بولی۔

جناب موسم کو انجوائے کر رہے ہیں اور وہ بھی ہمارے بغیر۔

اوہ چڑیل تم یہاں بھی پہنچ گئی پتا نہیں کون سا جادو ہے تمہارے پاس میں جہاں بھی جاتا ہوں تمہیں پتہ چل جاتا ہے اور تم فوراً حاضر ہو جاتی ہو۔ میری بات سن کر وہ غصہ سے پھنکارتے ہوئے بولی۔

اوئے اوئے یہ چڑیل کسے کہا ہے تم نے۔

تمہیں کہا ہے اور کسے کہا ہے۔

کیا۔ کیا۔۔ میں تم کو چڑیل لگتی ہوں۔

تو اور کیا۔ کبھی آئینہ دیکھا ہے تم نے بالکل

چڑیل جیسی نظر آتی ہو۔

وہ آنکھیں نکالتے ہوئے بولی۔ میں لگتی نہیں ہوں بلکہ میں چڑیل ہی ہوں ابھی میں تمہارا خون پیتی ہوں اس نے میری گردن کو دونوں ہاتھوں سے پکڑلیا اور زور زور سے دبانے لگی میرا سانس رکنے لگا۔

سحر کی بچی چھوڑ دے نہیں تو میں مرجاؤں گا میں نے کہا تو وہ بولی۔

پہلے کان پکڑ کر معافی مانگو پھر چھوڑوں گی

میں نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا۔ سوری سحر جانی اب تمہیں کبھی بھی چڑیل نہیں کہوں گا اب چھوڑ دے مجھے۔ میری یہ بات سن کر اس نے میری گردن کو چھوڑ دیا اور میری گردن پر اپنی انگلیوں کے نشان دیکھ کر وہ زور زور سے ہنسنے لگی۔ ہاہاہاہا۔۔

دیکھا عدنان میں کتنی طاقتور ہوں۔

ہاں تم بہت طاقتور ہو اگر تھوڑی دیر اور تم میری گردن کو نہ چھوڑتی تو میری روح نے تو اس دنیا سے چلے جانا تھا۔ اور تم نے مجھے ڈھونڈنے رہ جانا تھا۔ میری بات سن کر وہ بولی۔

خیر چھوڑو اس بات کو میں تم سے کچھ کہنے آئی تھی

ہاں کہو۔ میں نے اسے گہری نظروں سے دیکھا

عدنان میں یہ بات بہت عرصہ سے تم سے کہنا چاہ رہی تھی مگر کہہ نہیں پائی تھی ہر روز سوچتی تھی کہ آج تم سے کہوں گی مگر جب بھی تمہارے سامنے آتی تھی تو کہنے کی ہمت ہی نہیں ہوتی تھی آج میں پکا ارادہ کر کے آئی ہوں کہ آج ہر حال میں تم سے کہوں گی

میں حیران ہوتے ہوئے بولا۔

سحر ایسی کون سی بات ہے جو تم بہت عرصے سے کرنے کی کوشش کر رہی ہو مگر کر نہیں پا رہی ہو ویسے تو تم ہر بات میرے ساتھ شیئر کرتی ہو تو یہ بات کیوں نہیں کی۔ سحر کچھ دیر چپ رہنے کے بولی۔

عدنان۔۔م۔مم۔میں۔ت۔ت۔تم سے محبت کرتی ہوں اور ہمیشہ کے لیے تمہاری ہونا چاہتی ہوں۔ بہت عرصہ سے میں تم سے محبت کرتی آرہی ہوں۔ اس کی بات سن کر میں جھنیپ سا گیا۔

ک۔کک۔کیا کیا۔ اس وقت مجھے زمین آسمان گھومتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے کیونکہ میں نے تو ایسا کبھی نہیں سوچا تھا میں تو اسے صرف اپنی ایک اچھی دوست سمجھتا تھا اس نے یہ بات کہہ کر تو جیسے میرے اوپر حیرتوں کے پہاڑ گرا دیئے تھے وہ مسلسل میری آنکھوں میں دیکھ رہی تھی شاید وہ بھی جان چکی تھی کہ اس کی یہ بات نے مجھے حیران کر دیا ہے میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ میں اسے کیا جواب دوں آخر میں نے کہا۔

سحر میں تمہیں اپنی بہت ہی اچھی دوست سمجھتا ہوں اس سے آگے نہ میں نے کبھی سوچا ہے اور نہ ہی سوچنا چاہوں گا۔ تمہارے لیے یہی بہتر ہوگا کہ تم اپنے دل سے اس پیار ومحبت کے خیال کو نکال دو کیونکہ ہم دونوں کبھی ایک نہیں ہو سکتے سحر کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے وہ بولی۔

عدنان تم کسی اور کو پسند کرتے ہو۔

نہیں سحر ایسی کوئی بات نہیں ہے اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو میں سب سے پہلے تمہیں ہی بتاتا۔ اور یہ تمہاری آنکھوں میں آنسو کیسے ہیں تم روتی ہوئی بالکل بھی اچھی نہیں لگتی۔ ہمیشہ ہنستی مسکراتی رہا کرو میں نے اس کی آنکھوں سے آنسو پونچھتے ہوئے کہا اچانک تیز بارش شروع ہوگئی سحر اپنے گھر بھاگتی ہوئی چلی گئی اور میں اپنے کمرے میں آگیا۔

آج پھر رات کے آخری پہر اپنے قریب کسی کی موجودگی کے احساس سے میری آنکھ کھل گئی کل رات تو اس بات کا میں نے زیادہ نوٹس نہیں لیا تھا دن کو یہی سوچ کر میں نے اس بات کو دماغ سے نکال دیا تھا کہ شاید میں نے رات کو یہ سب خواب میں دیکھا ہوگا مگر آج مجھے یقین ہوگیا تھا کہ میرے ساتھ کوئی نہ کوئی چکر ضرور ہے اچانک اس نے مجھے اپنی ایک جھلک دکھائی وہ کوئی مرد نہ تھا بلکہ ایک بہت ہی حسین لڑکی تھی وہ میرے قریب ہی ظاہر ہوئی تھی اور ایک لمحے کے اندر وہ غائب ہوگئی تھی میں کافی دیر کھڑا اسی جگہ کو دیکھتا رہا جہاں وہ ظاہر ہوئی تھی میرا خیال تھا کہ وہ دوبارہ مجھے اپنی جھلک دکھائے گی مگر وہ دوبارہ ظاہر نہ ہوئی اس وقت میرے دماغ پر بہت سے سوالات گردش کر رہے تھے کہ وہ دوشیزہ کون ہے اور وہ کس مقصد کے تحت میرے پاس آئی ہے آخر اس کے آنے کا کوئی نہ کوئی تو مقصد ضرور ہوگا میں جتنا اس حسینہ کے بارے میں سوچ رہا تھا اتنا ہی الجھ رہا تھا نجانے اس نے میرے اوپر کیسا جادو کر دیا تھا کہ میرا دل اسے دوبارہ دیکھنے کے لیے بے تاب ہوگیا تھا اسی طرح صبح ہوگئی میں نے فیصلہ کیا کہ آج رات اس حسینہ سے ضرور پوچھوں گا کہ وہ کون ہے اور میرے پاس کس مقصد کے لیے آئی ہے۔

اس وقت امن پور گاؤں میں سورج کی روشنی نے ہر سو اپنے ڈیرے ڈال دئے تھے جب ایک نورانی علم والے بزرگ کو پنے ایک خاص عمل سے جبریش جادوگر کے شیطانی چلے کے بارے میں علم ہوگیا بزرگ غصے سے لال پیلے ہوگئے تھے انہوں نے کچھ پڑھ کر پھونک ماری تو ایک جن ان کے سامنے حاضر ہوا وہ بولا۔

کیا حکم ہے میرے آقا۔

وہ بولے۔ جگالو جن یہ جبریش جادوگر کون ہے اور کہاں رہتا ہے۔

آقا جبریش جادوگر شیطان کا ایک پجاری ہے وہ اسی امن پور گاؤں کے مشرقی پہاڑوں میں رہتا ہے میرے لیے کیا حکم ہے۔

مجھے ابھی ابھی اپنے ایک عمل سے پتہ چلا ہے کہ جبریش جادوگر اس دنیا پر حکومت کرنے کے لیے ایک چلہ شروع کرنے والا ہے تم اس بارے میں کچھ جانتے ہو۔

جی آقا جبریش جادوگر پوری دنیا پر حکومت کرنے کے لیے ایک شیطانی چلہ چاند کی پہلی رات سے شروع کرنے والا ہے اگر اس نے یہ چلہ کرلیا تو وہ امر ہوجائے گا اور دنیا میں تباہی مچادے گا بزرگ کچھ سوچتے ہوئے بولے۔

جبریش کو یہ چلہ کرنے سے کیسے روکا جائے۔

آقا جبریش جادوگر کو چلہ کرنے سے صرف ایک ہی لڑکا روک سکتا ہے میں اس لڑکے کے بارے میں صرف اتنا ہی جانتا ہوں کہ اس کا نام عدنان ہے اور وہ چاند نگر شہر میں رہتا ہے جبریش جادوگر کے چلے کو روکنے کے لیے ہمیں عدنان کو تلاش کرنا ہوگا اور اس سے تین دنوں کا ایک چلہ کرانا ہوگا۔ چلہ کرنے کے بعد عدنان میں بہت سی طاقتیں آجائیں گی اور وہ جبریش جادوگر سے مقابلہ کر کے اسے مار سکے گا بزرگ بولے۔

مگر جگالو جن صرف عدنان ہی کیوں جبریش جادوگر سے مقابلہ کر سکتا ہے اور کوئی کیوں نہیں کر سکتا

جگالو جن بولا پوری دنیا میں سے صرف عدنان ہی جبریش جادوگر سے مقابلہ کر سکتا ہے اور اسے مار سکتا ہے کیونکہ وہ ایک خاص دن اور خاص وقت میں پیدا ہوا ہے پیدائش کے وقت ہی اسے بہت طاقتیں مل گئی تھیں اب وہ اگر تین دنون کا چلہ کر لیتا ہے تو وہ آسانی سے دنیا کے ہر بڑے بڑے جادوگر سے مقابلہ کر سکتا ہے۔

بزرگ بولے کیا عدنان اس چلے اور جبریش جادوگر سے مقابلے کے لیے راضی ہوجائے گا۔

آقا میں یقین سے تو نہیں کہہ سکتا مگر مجھے امید ہے کہ عدنان راضی ہوجائے گا جگالو جن کی بات سن کر بزرگ کچھ سوچتے ہوئے بولے۔

آج رات کی چاند کی سترویں رات ہوگی جبریش جادوگر کو چلہ شروع کرنے کے لیے تیرا دن کا

انتظار کرنا ہوگا۔ان تیرہ دنوں میں ہمیں عدنان کو ڈھونڈنا ہوگا اور چلے اور مقابلے کے لیے اس کو راضی کرنا ہوگا اور پھر اس سے چلہ کروا کر جبریش جادوگر سے مقابلہ کرانا ہوگا وقت بہت کم ہے اس لیے ہمیں جلد از جلد عدنان کو تلاش کرنا ہوگا۔ جگالو جن تم ابھی سے عدنان کی تلاش شروع کردو جب وہ مل جائے تو مجھے آ کر بتانا میں خود اسے چلے اور جبریش جادوگر سے مقابلے کے لیے تیار کرلوں گا۔

ٹھیک ہے آقا جیسے آپ کا حکم اب میں چلتا ہوں جگالو جن نے کہا اور اس نے کچھ پڑھ کر پھونک ماری تو وہ غائب ہوگیا۔

رات کے بارہ بج رہے تھے چاند نگر کے تمام لوگ اپنے اپنے گھروں میں نیند کے مزے لوٹ رہے تھے میں ابھی تک جاگ رہا تھا مجھے اس حسینہ کا بڑی شدت سے انتظار تھا جس نے ایک ہی جھلک میں مجھے اپنا دیوانہ بنا دیا تھا میری نظریں بار بار گھڑی کی طرف اٹھ رہی تھیں وقت تھا کہ گزرنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا ایک ایک لمحے ایک ایک صدی کے برابر لگ رہا تھا آخر وہ لمحہ بھی آگیا جس کا مجھے بڑی شدت سے انتظار تھا آج پھر مجھے اپنے قریب اس کی موجودگی کا احساس ہوا آج بھی وہ سی جگہ ظاہر ہوئی جہاں پچھلی رات ظاہر ہوئی تھی آج وہ غائب نہ ہوئی تھی آج میں نے اسے غور سے دیکھا تھا وہ بہت ہی زیادہ حسین تھی اس جیسی حسین لڑکی میں نے آج تک نہیں دیکھی تھی نجانے کتنی دیر میں اس کے حسن میں کھویا رہا۔

عدنان زیادہ غور سے نہ دیکھو مجھے نظر لگ جائے گی اس کی آواز سن کر میں ہوش کی دنیا میں واپس آگیا۔اور کہا۔

نظر لگے آپ کے دشمنوں کو۔۔۔وہ مسکرادی۔

اب کھڑے کھڑے ہی ساری باتیں کرگے بیٹھنے کے لیے نہیں کہو گے۔

اوہ سوری میں تو بھول ہی گیا تھا آئیں آپ بیٹھیں میں نے کہا تو وہ میرے پاس ہی بیٹھ گئی۔

ایک بات پوچھوں۔ میں نے کہا

ہاں پوچھو۔

آپ کون ہیں میرا ہے آپ انسان تو نہیں ہو سکتی کیونکہ آپ بند دروازے سے بھی اندر داخل ہو جاتی ہیں اور پھر غائب بھی ہو جاتی ہیں۔

ہاں لیکن وقت آنے پر میں تم کو سب باتیں بتاؤں گی آپ کو میرے ساتھ ایک وعدہ کرنا ہوگا کہ آئندہ آپ میرے سے اس بارے میں کچھ نہیں پوچھیں گے جب وقت آئے گا تو میں خود آپ کو سب کچھ بتادوں گی۔

ٹھیک ہے میں آئندہ کبھی آپ سے اس بارے میں نہیں پوچھوں گا اچھا یہ بتاؤ آپ کا نام کیا ہے۔

مائرہ۔اس نے مختصرا کہا۔

بہت پیارا نام ہے۔میں نے کہا تو وہ مسکرادی اور پھر ہماری رات بھر باتیں ہوتی رہیں جب فجر کی اذان ہوئی تو وہ چلی گئی اور میں بھی نماز پڑھنے کے لیے چلا گیا۔

امن پور گاؤں میں سورج چڑھ آیا تھا جگالو جن بزرگ کے پاس بیٹھا ہوا تھا وہ بولا۔آقا عدنان کا پتہ چل گیا ہے۔وہ چاند نگر شہر میں رہتا ہے۔

کس جگہ رہتا ہے۔بزرگ بولے۔ مجھے جلدی اس کے پاس لے چلو۔ میرا اس سے ملنا بہت ہی ضروری ہے میں چاہتا ہوں کہ وہ آج رات ہی چلہ شروع کردے۔

ٹھیک ہے آقا آپ آنکھیں بند کریں میں آپ کو اس کے پاس لے چلتا ہوں بزرگ نے آنکھیں بند کیں تو اس نے کچھ پڑھ کر پھونک ماری تو وہ دونوں غائب ہوگئے بزرگ اور جگالو جن میرے گھر کے باہر

ظاہر ہوئے بزرگ نے کال بیل بجائی ٹن۔ٹن۔ٹن۔ اس وقت میں کالج جانے کی تیاری کر رہا تھا کہ امی کی آواز آئی عدنان باہر دیکھو دروازے پر کون ہے میں نے جا کر دروازہ کھولا تو باہر ایک سفید داڑھی والے بزرگ کھڑے تھے اور ان کے ساتھ ایک عجیب و غریب شکل والا انسان بھی تھا بزرگ بولے۔

عدنان کا گھر یہی ہے۔

جی یہی گھر ہے اور میں ہی عدنان ہوں

بیٹا ہمیں تم سے ایک بہت ہی ضروری کام ہے

جی حکم کریں۔لیکن پہلے اندر آجائیں اندر بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں میں ان کو لے کر اندر آگیا اور ایک کمرے میں بیٹھ گئے۔جی اب فرمائیں۔

بیٹا امن پور گاؤں میں شیطان کا ایک پجاری رہتا ہے جس کا نام جبریش جادوگر ہے جبریش جادوگر پوری دنیا میں حکومت کرنے کے لیے ایک شیطانی چلہ شروع کرنے والا ہے اگر اس نے وہ چلہ کرلیا تو وہ بہت ہی طاقت والا بن جائے گا اور دنیا میں تباہی مچا دے گا۔معصوم انسانوں پر طرح طرح کے ظلم کرے گا جبریش جادوگر کو یہ شیطانی چلہ کرنے سے روکنا ہوگا اور عدنان صرف تم ہی جبریش جادوگر کو چلہ کرنے سے روک سکتے ہو۔

میں کیسے روک سکتا ہوں۔میں نے کہا۔

بیٹا تمہیں تین دن کا ایک نورانی چلہ کرنا ہوگا چلے سے تمہیں بہت سی طاقتیں مل جائیں گی اور تم جبریش جادوگر سے مقابلہ کر کے اسے قتل کرسکو گے ابھی بزرگ چپ ہی ہوئے تھے کہ میری امی جو باہر دروازے پر کھڑی ساری باتیں سن رہی تھی اندر آگئی اور سلام کیا۔اور بولیں۔

میں نے آپ لوگوں کی باتیں سن لی ہیں آپ خود یہ چلہ شروع کیوں نہیں لیتے۔

بیٹی۔میرے جبریش جادوگر سے مقابلہ کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ میں اس کو شکست نہیں دے سکتا جبریش جادوگر کو عدنان کے سوا کوئی بھی شکست نہیں دے سکتا۔عدنان کے اندر یہ صلاحیت ہے کہ وہ جبریش جادوگر سے مقابلہ کر کے اسے ختم کرسکتا ہے بزرگ کی بات سننے کے بعد امی بولیں مگر بابا جی عدنان میرا ایک ہی بیٹا ہے۔اگر اسے کچھ ہوگیا تو میرا کیا بنے گا اور عدنان کے ابو بھی کچھ دنوں کے لیے ملک سے باہر گئے ہوئے ہیں اگر عدنان کو کچھ ہوگیا تو میں ان کو کیا دوں گی۔ میں اسے ہرگز جبریش جادوگر سے مقابلہ کرنے کی اجازت نہیں دونگی بزرگ ان کی باتیں سن کر بولے۔

بیٹی تم صرف اپنے بیٹے کے لیے پوری دنیا کو قربان کرنے جا رہی ہو تم صرف اپنے بیٹے کے برے میں سوچ رہی ہو یہ نہیں سوچ رہیں کہ اگر جبریش جادوگر نے چلہ کرلیا تو وہ نجانے کتنی ماؤں کے بیٹوں کو ان سے چھین لے گا۔خود غرض نہ بنو بیٹی عدنان کو یہ چلہ کرنے دو اور اللہ پر بھروسہ رکھو عدنان نیک کام کرنے جا رہا ہے اور انشاء اللہ اسے کچھ بھی نہیں ہوگا۔ میں اس کے ساتھ ساتھ ہوں اس کی ہر طرح سے نگرانی کروں گا۔

ٹھیک ہے بابا جی ۔میں اس کو اس نیک کام کرنے کے لیے نہیں روکوں گی انشاء اللہ یہ اس کا خاتمہ کر کے ہی لوٹے گا۔

بیٹی مجھے تم سے یہی امید تھی۔چلو بیٹا چلہ کرنے کی تیاری کے لیے تیار ہو جاؤ۔

بابا جی میں بالکل تیار ہوں۔میں نے کہا۔

وہ مسکرائے۔بیٹا مجھے تم سے ایسی ہی امید تھی۔ جگالو جن۔انہوں نے اس انسان کو پکارا جو ان کے پاس ہی بیٹھا ہوا تھا۔ایک جن کا نام سن کر ہم دونوں جھینپ کر رہ گئے۔

کیا یہ جن ہے۔

ہاں بیٹا یہ جن ہے اور میرا غلام ہے۔

عدنان جبریش جادوگر سے مقابلہ کرنے سے

پہلے تمہیں ایک تین دن کا چلہ کرنا ہوگا۔ یہ چلہ تمہیں اپنے گھر کی چھت پر کھڑے ہو کر کرنا ہوگا تمہیں رات کے بارہ بجے چلہ شروع کرنا ہوگا اور ایک بجے چلہ ختم کرنا ہوگا۔ ہر رات چلہ ختم کرنے کے بعد ایک جن تمہارے پاس آئے گا وہ ہر رات تمہیں ایک طاقت دے گا اس طرح تین دنوں میں تمہارے پاس تین ایسی طاقتیں آجائیں گی جن کی وجہ سے تم آسانی سے جبریش جادوگر سے مقابلہ کرسکو گے۔ اس کے بعد جگالو جن مجھے چلہ کا ورد یاد کرانے لگا جو میں نے یاد کرلیا۔ بزرگ بولے۔

بیٹا تم آج رات ہی سے یہ چلہ شروع کردو اب میں چلتا ہوں تین دنوں کے بعد دوبارہ آؤں گا تب تک تم چلہ بھی مکمل کر چکے ہوگے پھر میں تمہیں جبریش جادوگر سے مقابلہ کرنے کا طریقہ بتاؤں گا بزرگ اور جگالو جن اٹھ کر چلے گئے میں بھی کالج چلا گیا۔

ایسے ہی دن بیت گیا۔

رات کے پونے بارہ بج رہے تھے میرے چلہ شروع کرنے میں صرف پندرہ منٹ باقی تھے اس لیے میں چھت کی جانب بڑھنے لگا امی دعاؤں میں مصروف تھیں وہ رو رو کر اللہ تعالیٰ سے میری سلامتی کے لیے دعائیں کررہی تھی سحر کو بھی میرے چلے کے بارے میں علم ہوگیا تھا وہ بھی میرے گھر آئی ہوئی تھی اور اللہ تعالیٰ سے میرے لیے دعائیں مانگ رہی تھی میں چھت پر آگیا اپنے گرد حصار کھینچا اور چلہ شروع کردیا۔ وقت اپنی رفتار سے گزر رہا تھا گھڑی نے ایک بجادیا اور میرا چلہ ختم ہوگیا اچانک ہی ایک نہایت بھیانک شکل والا جن میرے سامنے حاضر ہوا اس کی بھیانک شکل دیکھ کر خوف سے میری گھگی بند ہوگئی اس کے سر پر دو بڑے بڑے سینگ تھے اس کا کلر بلیک تھا اس کا قد تقریباً نو فٹ لمبا تھا اس نے بلیک کپڑے پہنے ہوئے تھے جن پر سفید کھوپڑیاں بنی ہوئی تھیں وہ بولا۔

مبارک ہو۔ تمہارا چلہ کامیاب ہوگیا ہے آج کے چلے کی کامیابی پر میں تمہیں غائب ہونے کی طاقت دیتا ہوں یہ لو اسے کھالو اسے کھانے کے بعد تمہارے اندر غائب ہونے کی طاقت آجائے گی اس نے ایک عجیب و غریب نیلے رنگ کی چیز مجھے کھانے کے لیے دی میں نے وہ چیز کھالی وہ بے حد ذائقہ والی تھی تم جب بھی چلے والا ورد پڑھ کر اپنے اوپر پھونک مارو گے تو تم غائب ہوجاؤ گے اور جب تم وہی ورد پڑھ کر دوبارہ اپنے اوپر پھونکو گے تو تم دوبارہ ظاہر ہوجاؤ گے جن نے کہا اور غائب ہوگیا۔ میں نے چلے والا ورد پڑھ کر اپنے اوپر پھونک ماری اور چھت سے نیچے اتر آیا امی میرا چلہ کامیاب ہوگیا میں نے کہا اور بھاگ کر امی کے سامنے جا کھڑا ہوا امی اور سحر حیرت سے مجھے اپنے اردگرد تلاش کررہی تھیں مگر میں انہیں نظر نہیں آرہا تھا۔

عدنان بیٹا کہاں ہو تم۔ امی نے کہا۔

امی میں آپ کے سامنے کھڑا ہوں۔

اگر میرے سامنے کھڑے ہو تو مجھے دکھائی کیوں نہیں دے رہے ہو امی اور سحر نے ادھر ادھر حیرانگی سے دیکھتے ہوئے کہا۔

زیادہ حیران ہونے کی ضرورت نہیں ہے آج کے چلے سے مجھے یہ طاقت ملی ہے میں جب چاہوں غائب ہوسکتا ہوں۔ اور جب چاہوں ظاہر ہوسکتا ہوں۔ میں نے کہا تو امی بولیں۔

یااللہ تیرا شکر ہے کہ تو نے میرے بچے کو پہلی کامیابی عطا کی چلو بیٹا اب جاکر سو جاؤ تھک گئے ہوگے تم امی کے کہنے پر میں کمرے میں چلا گیا۔ اور سونے کی تیاری کرنے لگا۔ ابھی میں نے آنکھیں بند ہی کی تھیں کہ مجھے خیال آیا کہ ابھی تو مائرہ نے بھی آنا ہے یہ خیال آتے ہی میری نظریں سامنے لگی وال کلاک کی جانب بڑھ گئیں پونے دو بج گئے تھے مائرہ کیوں نہیں آئی تھی ابھی تک تو اسے آجانا چاہیے تھا

میں اس کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ ایک دم وہ ظاہر ہوئی اس کے لبوں پر مسکراہٹ تھی۔

کیا ہو رہا ہے جناب۔

تمہارا انتظار۔ آج آپ کچھ زیادہ ہی لیٹ نہیں ہوگئیں کیا۔ میں نے بھی مسکراتے ہوئے پوچھا۔

میں تو دو گھنٹے پہلے بھی آئی تھی تم کمرے میں نہیں تھے پھر میں نے تمہیں گھر میں تلاش کیا تم گھر میں بھی دکھائی نہ دیئے تب چھت پر دیکھا تو تم چھت پر کھڑے تھے شاید چلہ کررہے تھے اس لیے میں یہ سوچ کر چلی گئی کہ جب آپ چلے سے فارغ ہوں گے تب میں آؤں گی۔ اور اب جب آپ فارغ ہوگئے ہیں تو میں حاضر ہوں ایک بات تو بتائیں آپ یہ چلہ کس خوشی میں کررہے ہیں۔ مائرہ نے میرے پاس بیٹھتے ہوئے کہا۔

آج صبح ایک بزرگ میرے پاس آئے تھے وہ کہہ رہے تھے کہ امن پور گاؤں میں ایک جبریش جادوگر نامی شیطان کا پجاری دنیا پر حکومت کرنے کے لیے ایک شیطانی چلہ شروع کرنے والا ہے اگر اس کا شیطانی چلہ کامیاب ہوگیا تو وہ پوری دنیا میں تباہی مچادے گا پوری دنیا میں صرف میں ہی ہوں جو جبریش جادوگر کو اس شیطانی چلے سے روک سکتا ہوں اس بزرگ نے مجھے تین دن کا چلہ کرنے کو کہا ہے جس سے میں تین طاقتیں مل جائیں گی ان طاقتوں کی مدد سے میں آسانی سے جبریش جادوگر کے ساتھ مقابلہ کرکے اسے ختم کرسکتا ہوں آج میرے چلہ کا پہلا دن تھا آج کا چلہ کامیاب ہونے پر مجھے غائب ہونے کی طاقت ملی ہے اب میں بھی تمہاری طرح غائب ہوسکتا ہوں میں نے ساری بات مائرہ کو سنادی ۔میری بات سننے کے بعد پتہ نہیں کیوں وہ پریشان ہوگئی تھی۔ اس نے کچھ نہ کہا۔

کیا بات ہے مائرہ تم کو میرے چلہ کی کامیابی پر خوشی نہیں ہوئی ہے کیا۔ تمہیں تو خوش ہونا چاہیے تھا کہ میرے اندر بھی آپ جیسی طاقت آگئی ہے میں بھی آپ کی طرح غائب ہوسکتا ہوں۔ میری بات سن کر وہ مصنوعی مسکراہٹ لبوں پر سجاتے ہوئے بولی۔

نہیں عدنان۔ میں پریشان کہاں ہوں میں تو بہت خوش ہوں کہ آپ کو اتنی بڑی طاقت ملی ہے ۔لیکن اس کے بولنے کا انداز بدل گیا تھا۔

دیکھو مائرہ۔ اگر کوئی پرابلم ہے تو بتاؤ میں آپ کی پرابلم حل کردوں گا۔

نہیں نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔

ایک بات کہوں۔ میں نے کہا۔

ہاں کہو۔

جب پہلی بار تم کو دیکھا تھا تب سے ہی میرے دل میں آپ کے لیے محبت پیدا ہوگئی تھی تب سے میرا دل ہر وقت آپ کو دیکھنے کے لیے بے چین رہتا ہے میرے دل و دماغ میں ہر وقت آپ کے ہی خیالات ہوتے ہیں میرا دل چاہتا ہے کہ آپ ہر وقت میرے پاس رہو ایک لمحے کے لیے بھی مجھ سے دور نہ جاؤ میں آپ کو اپنا بنا کر اپنے پاس رکھنا چاہتا ہوں کیا آپ میری بن کر میرے پاس رہنا پسند کرو گی۔ وہ میری باتیں غور سے سنتی جارہی تھی۔

عدنان یہ وقت پیار و محبت کے چکروں میں پڑنے کا نہیں ہے اس وقت آپ کے سامنے ایک بہت ہی مشکل ٹاسک ہے آپ پہلے اس ٹاسک کو مکمل کریں یعنی جبریش جادوگر سے مقابلہ کرکے انسانیت کو بچائیں اس کے بعد اس بارے میں بات ہوگی۔ اچھا اب میں چلتی ہوں کل پھر آؤں گی اور امید ہے کہ آپ نے دوسرے دن کا چلہ بھی مکمل کرلیا ہوگا اور ایک اور طاقت حاصل کرلی ہوگی اب آپ سو جائیں۔

مائرہ نے کہا اور غائب ہوگئی۔ میں بھی سونے کے لیے لیٹ گیا تھوڑی دیر بعد نیند نے مجھے اپنی آغوش میں لے لیا۔ اور مجھے کچھ ہوش نہ رہا۔

دوپہر کے وقت دروازے پر دستک ہوئی جس سے میری آنکھ کھل گئی کوئی زور زور سے میرے کمرے کے دروازے کو کھٹکھٹا رہا تھا۔ عدنان بیٹا اب اٹھ بھی جاؤ دوپہر کے دو بج رہے ہیں امی کی آواز سن کر میں اٹھ گیا اور دروازہ کھول دیا۔ امی اندر کمرے میں داخل ہوئی اور بولی۔

بیٹا جلدی سے فریش ہو جاؤ تمہارے لیے میں کھانا لگاتی ہوں۔

ٹھیک ہے امی جی میں نے کہا اور فریش ہونے کے لیے چلا گیا پھر میں نے کھانا کھایا اتنے میں سحر بھی آ گئی اور میرے پاس ہی بیٹھ گئی۔

اچھا تو جناب اٹھ گئے ہیں۔

جی اٹھ گیا ہوں۔ میں کچھ کہتا وہ بولی۔

بتاؤ رات کو چلہ کرتے ہوئے ڈر تو نہیں لگا تھا۔

نہیں تو۔ ہاں البتہ جب جن آیا تو تب مجھے خوف آیا تھا اس کی شکل بہت ہی خوفناک تھی دیکھ کر دل کی دھڑکن بند ہونے لگی تھی۔ لیکن پھر میں سنبھل گیا وہ بولی۔

بس دو دن کی بات ہے ہمت سے کام لینا۔

جی اوکے اور کوئی حکم۔ میں نے کہا تو وہ مسکرا دی اور پھر ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں اور دن گزرنے کا پتہ ہی نہ چلا۔ میں نے اس کو مائرہ کے بارے میں سب کچھ بتا دیا۔ مائرہ کے بارے میں سن کر اس کے دل میں اس سے ملنے کی خواہش پیدا ہوئی بولی۔

عدنان میں رات کو اس سے ملوں گی۔

میں نے کہا ٹھیک ہے آج رات جب مائرہ آئی تو تم بھی میرے کمرے میں آ جانا اور مائرہ سے مل لینا۔ باتیں بھی کر لینا۔

لیکن وہ آتی کس وقت ہے۔ اس نے پوچھا۔

وہ رات کے آخری پہر میں آتی ہے آج رات جب میں چلہ کر کے اپنے میں کمرے میں آؤں گا تو تم بھی میرے ساتھ اندر آ جانا تھوڑی دیر بعد مائرہ بھی آ جائے گی۔

ٹھیک ہے ایسا ہی کریں گے۔ وہ بولی اور پھر اٹھ کر اپنے گھر چلی گئی۔

رات کے پونے بارہ بج رہے تھے چلے کے لیے چھت کی طرف بڑھ رہا تھا امی اور سحر بھی آج بھی میرے لیے دعاؤں میں مصروف تھیں میں چھت پر پہنچا اور اپنے ارد گرد حصار کھینچ کر چلے کا ورد پڑھنے لگا وقت گزرتا چلا گیا اور میرا چلہ ختم ہو گیا۔ آج بھی چلہ ختم ہونے کے بعد وہی بھیانک شکل والا جن آیا اور بولا۔ مبارک ہو تمہارا چلہ بھی کامیاب ہو گیا ہے آج کے چلے کی کامیابی پر میں تمہیں طلسمی تلوار دیتا ہوں اس نے تلوار میری طرف بڑھا دی میں نے وہ تلوار اس سے لے لی اور وہ تلوار بہت ہلکی تھی اس کا وزن نہ ہونے کے برابر تھا میں سوچنے لگا یہ تلوار میرے کس کام کی اس تلوار سے اگر میں نے کسی پر وار کیا تو یہ ٹوٹ جائے گی میں انہی سوچوں میں گم تھا کہ وہ جن بولا۔

اس تلوار کو معمولی مت سمجھو اس تلوار کے اندر ہر قسم کے جادوائی وار کا توڑ ہے اس تلوار کی مدد سے تم بڑے سے بڑے جادو کے وار کو روک سکتے ہو اور سینکڑوں جنوں بھوتوں کا منٹوں میں خاتمہ کر سکتے ہو اب میں چلتا ہوں کل اگر تم نے چلہ مکمل کر لیا تو کل میں دوبارہ آؤں گا اور تمہیں ایک اور طاقت دے کے جاؤں گا جن نے کہا اور غائب ہو گیا۔

میں چھت پر سے نیچے اتر آیا اور امی اور سحر ابھی بھی میرے لیے دعائیں کر رہی تھیں مین بھاگ کر امی کے پاس گیا اور کہا۔ امی میرا آج کا چلہ بھی کامیاب ہو گیا ہے امی بولیں۔

شکر ہے اللہ کا اس نے تجھے ایک اور کامیابی دی ہے امی یہ سب آپ کی دعاؤں کی وجہ سے ہے آپ کی دعاؤں ہی کی وجہ سے میں اپنے مشن میں کامیاب ہو رہا ہوں اگر آپ اسی طرح میرے لیے دعائیں

کرتی رہیں تو انشاء اللہ میں جبرلیش جادوگر کا خاتمہ کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔

بیٹا میں اور سحر ہر وقت تمہارے لیے دعائیں کرتی رہتی ہیں۔ اور دیکھنا تم اپنے مشن میں ضرور کامیاب ہو گے۔ اچھا یہ تو بتاؤ کہ تمہیں آج کے چلے کی کامیابی پر کون سی طاقت ملی ہے میں نے وہ تلوار امی کو دکھائی اور کہا۔

مجھے آج کے چلہ کی کامیابی پر یہ تلوار ملی ہے یہ طلسمی تلوار ہے اس کی مدد سے میں بڑے سے بڑے جادوائی وار کو روک سکتا ہوں اور سینکڑوں جن بھوتوں کو منٹوں میں ختم کر سکتا ہوں امی بولیں۔

بیٹا اب تم جا کر سو جاؤ۔ تھک گئے ہو گے۔

ٹھیک ہے امی۔ میں نے کہا اور اپنے کمرے میں آ گیا۔ یکدم مجھے پیچھے سے سحر کی آواز سنائی دی۔ ٹھہرو عدنان میں بھی تمہارے ساتھ ہی جاؤں گی۔ امی بولی۔

سحر بیٹا عدنان تھک گیا ہے اسے جا کر سونے دو اور تم بھی سو جاؤ۔

نہیں آنٹی مجھے اس سے ایک ضروری کام ہے کچھ پوچھنا ہے۔

ٹھیک ہے بیٹی جیسے تمہاری مرضی۔ میں تو سونے لگی ہوں اور تم دونوں بھی جلدی سو جانا ساری رات باتوں میں نہ گزار دینا۔ اتنا کہہ کر امی اپنے کمرے میں چلی گئی جب کہ سحر اور میں اپنے کمرے میں آ گئے ابھی ہم کمرے میں پہنچے ہی تھے کہ مائرہ وہاں پہلے سے موجود تھی۔

جی تو جناب کا چلہ مکمل ہو گیا۔ وہ مجھے دیکھتے ہی بولی۔ تو میں نے کہا۔

جی ہو گیا ہے مکمل آج آپ کچھ جلدی نہیں آ گئی ہاں آج جلدی آنے کو دل کر رہا تھا۔

یہ میرے بچپن کی دوست سحر ہے میں نے مائرہ سے سحر کا تعارف کروایا۔ یہ تم سے ملنا چاہتی تھی جب سے میں نے تمہارے بارے میں بتایا تھا اس کے دل میں تمہیں ملنے کی خواہش جنم لے رہی تھی۔

چلو اچھا کیا تم سحر کو بھی لے آئے میں بھی اس سے کچھ باتیں کرنا چاہتی تھی تم باہر جاؤ میں اس سے اکیلے میں کچھ کہنا چاہتی ہوں۔

ارے بھئی ایسی کون سی باتیں جو میرے سامنے تم نہیں کر سکتی۔ میں نے کہا تو وہ بولی۔

بس ہیں ناں کچھ باتیں جو آپ کے سامنے کرنے والی نہیں ہیں آپ باہر جاؤ۔

اوکے بابا جاتا ہوں اتنا کہہ کر میں کمرے سے باہر نکل گیا اور دیوار سے لگ کر ان کی باتیں سننے لگا۔ مائرہ تم بہت ہی خوبصورت ہو اور بہت ہی خوش قسمت ہو کیونکہ عدنان تم سے محبت کرنے لگا ہے مجھے جب عدنان نے تمہارے بارے میں بتایا تو میرے دل میں تم سے ملنے کی خواہش نے جنم لیا میں دیکھنا چاہتی تھی کہ وہ کون سی حور پری ہے جو عدنان کے دل کو بھا گئی ہے مائرہ اس کی بات سن کر بولی۔

سحر تم بھی بہت ہی خوبصورت ہو شاید مجھ سے بھی زیادہ۔ اور جہاں تک بات ہے عدنان کی تو عدنان صرف اور صرف تمہارا ہے میں تو عدنان کی زندگی میں بہت تھوڑے وقت کے لیے آئی ہوں۔ شاید صرف چند دنوں کے لیے میں بہت جلد عدنان سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دور چلی جاؤں گی تم عدنان کو اپنا لینا اور ہاں عدنان کو ہمیشہ خوش رکھنا یہی باتیں میں نے تم سے کرنی تھیں مائرہ چپ ہو گئی اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے تھے سحر بولی۔ نہیں مائرہ تم کہیں نہیں جاؤ گی تم ہمیشہ عدنان کے پاس رہو گی عدنان تم سے بہت پیار کرتا ہے اگر تم چلی گئی تو عدنان اندر سے ٹوٹ جائے گا اور بکھر جائے گا۔

عدنان کو ٹوٹنے اور بکھرنے سے بچانے کے لیے تم ہو ناں اس کے پاس۔ میرے جانے کے بعد تم عدنان سے شادی کر لینا اور اسے اتنا پیار دینا کہ وہ

مجھے بہت جلد بھول جائے۔

مگر مائرہ تم اسے چھوڑ کر کیوں جا رہی ہو کیا تم اس سے پیار نہیں کرتی ہو سحر نے اس کی بات سن کر کہا۔ تو وہ بولی۔

سحر میں اس سے بہت پیار کرتی ہوں شاید اپنے آپ سے بھی زیادہ پیار کرتی ہوں مگر میری مجبوری ہے مجھے ہر صورت میں عدنان کو چھوڑ کر جانا ہوگا سحر تم ابھی عدنان کو میرے بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گی۔ یہ نہ ہو کہ عدنان میرے بارے میں سن کر پریشان ہو جائے اور وہ جبرلیش جادوگر کے ساتھ مقابلہ میں اسے مارنے کی بجائے اس کے ہاتھوں اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے اور مجھ سے وعدہ کرو کہ تم عدنان کو ہمیشہ کے لیے خوش رکھو گی اور اسے کبھی بھی کوئی دکھ نہیں دو گی۔ سحر بولی۔

مائرہ میرا تم سے وعدہ ہے کہ میں عدنان کو ہمیشہ خوش رکھوں گی کبھی بھی اس کو پریشان نہیں ہونے دونگی یہ سن کر مائرہ نے سحر کو گلے سے لگالیا۔ اور بولی۔ اب میں چلتی ہوں جاتے جاتے ایک بار پھر یہی کہوں گی کہ عدنان کو ہمیشہ خوش رکھنا سحر اور مائرہ دونوں کی آنکھوں میں آنسو بہہ نکلے مائرہ غائب ہوگئی جب کہ سحر آنکھوں سے آنسو صاف کر کے کمرے سے باہر نکل گئی۔

ختم ہوگئیں تمہاری باتیں میں نے اندر کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ اور کیا وہ چلی گئی ہے۔

ہاں وہ چلی گئی ہے۔

مجھے بتائے بغیر ہی وہ چلی گئی ہے کل آلینے دو اس کو لیتا ہوں میں اس کی خبر میں نے کہا اور اپنے بستر پر لیٹ گیا سحر کمرے سے باہر نکل گئی اور میں گہری نیند سو گیا۔

امن پور گاؤں میں شام کے سائے لہرا رہے تھے جبرلیش جادوگر غار میں بیٹھا ہوا تھا اس نے کچھ پڑھ کر پھونک ماری تو مائرہ اس کے سامنے نمودار ہوئی

آؤ مائرہ آؤ۔ بتاؤ عدنان کیا کر رہا ہے آج کل۔

وہ تین دنوں کا چلہ کر رہا ہے اس چلے میں عدنان کو تین طاقتیں ملیں گی اور پھر وہ آپ سے مقابلہ کرے گا۔

ک۔ کک۔ کیا۔ کیا عدنان مجھ سے مقابلہ کرے گا اور عدنان چلہ کر رہا ہے تم نے مجھے بتایا تک نہیں۔ جبرلیش جادوگر نے حیران و پریشان ہوتے ہوئے پوچھا۔

آپ نے خود ہی کہا تھا کہ ہر پل اس کے ساتھ ساتھ رہوں ایک منٹ بھی اس سے دور نہ رہوں میں آپ کے حکم کی وجہ سے ہی اسے تنہا چھوڑ کر آپ کو بتانے نہیں آئی تھی جبرلیش بولا۔

اچھا چلو اب جو ہوگیا سو ہوگیا۔ گزرا ہوا وقت واپس نہیں آسکتا۔ تم ایک کام کرو عدنان کو ختم کر دو۔ اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے موت کی نیند سلا دو۔

کیا کیا۔ میں اس کو ختم کر دوں۔ نہیں نہیں میں اس کو نہیں مار سکتی۔ وہ یکدم کانپ کر رہ گئی۔

تم کیوں اسے نہیں مار سکتی۔

بس میں ایسا نہیں کر سکتی۔

تم ایسا ہی کرو گی جو میں نے کہا ہے ویسا ہی کرو گی۔ یہ میرا حکم ہے۔ جبرلیش گرجا۔

نہیں میں اسے کبھی بھی نہیں ماروں گی۔ کیونکہ میں اسے چاہنے لگی ہوں مجھے اس سے پیار ہوا ہے جبرلیش یہ سن کر حیران سا رہ گیا۔ اور بولا۔

تم ہوش میں تو ہو۔ تم کو اس سے کیسے پیار ہو سکتا ہے تم کوئی جیتی جاگتی انسان نہیں ہو بلکہ مری ہوئی ایک آتما ہو تم ایک زندہ انسان سے محبت کیسے کر سکتی ہو اس کی بات سن کر مائرہ بولی۔

دل کا کیا ہے یہ تو کسی بھی وقت کسی پر بھی آسکتا ہے میرا دل بھی اس پر آگیا ہے عدنان پر۔۔۔ جبرلیش جادوگر بولا۔

مائرہ تم شاید جانتی نہیں ہو کہ تم اسے کبھی بھی حاصل نہیں کر سکتی ہو کیونکہ وہ میرے ہاتھوں کبھی بھی زندہ نہیں بچ سکتا۔ اور اگر وہ بچ بھی گیا اور اس نے مجھے مار دیا تو تب بھی تم اس کو حاصل نہیں کر سکتی کیونکہ میرے مرنے کے بعد تمہاری روح بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آسمان پر چلی جائے گی۔ تمہارے لیے بہتر یہی ہوگا کہ تم میرا کہا مانو اور عدنان کو ختم کر دو میں تمہیں بہت ساری طاقتیں دوں گا اور اپنی غلامی سے آزاد بھی کر دوں گا۔ تم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دنیا میں رہنا اور اپنی مرضی سے جینا مائرہ بولی۔ مجھے پتہ ہے میں عدنان کو حاصل نہیں کر سکتی میں اس سے چند ہی دنوں بعد جدا ہو جاؤں گی جب عدنان تم سے مقابلہ کر کے تم کو ختم کر دے گا تو میری روح ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آسمان پر چلی جائے گی۔

جبرلیش جادوگر بولا اس کا مطلب ہے تم عدنان کو نہیں مارو گی۔ چلو اب دیکھو میں تمہارا کیا حشر کرتا ہوں جبرلیش نے کچھ پڑھ کر مائرہ پر پھونک ماری تو مائرہ آگ کی زنجیروں میں جکڑی گئی مائرہ چیخنے لگی وہ بہت زیادہ اذیت میں تھی جبرلیش جادوگر چھوڑ دے مجھے جبرلیش جادوگر زنجیروں سے آزاد کر دے مجھ کو مائرہ چلا چلا کر کہہ رہی تھی جبکہ جبرلیش جادوگر قہقہے لگاتا ہوا غار سے باہر نکل گیا۔

رات کا وقت تھا پونے بارہ بج رہے تھے میرے قدم چھت کی جانب اٹھ گئے آج میرے چلے کی آخری رات تھی امی اور سحر آج بھی میرے لیے دعاؤں میں مصروف تھیں میں چھت پر پہنچا تو اپنے گرد حصار کھینچ کر چلے کا ورد کرنے لگا وقت گزرتا رہا اور میرے چلے کا ٹائم ختم ہوگیا اور میرا چلہ مکمل ہوگیا آج بھی وہی بھیانک شکل والا جن آیا اور بولا۔

مبارک ہو تمہارا آج کا چلہ بھی مکمل ہوگیا ہے آج کے چلے کی کامیابی پر میں تمہیں اڑنے کی طاقت دیتا ہوں اور یہ لو اسے کھالو اس نے مجھے ایک سبز رنگ کی چیز دی جو میں نے کھالی وہ بہت ہی لذیز تھی وہ جن دوبارہ بولا جب تم چلے کے ورد کو تین بار پڑھ کر اپنے اوپر پھونکو گے تو ہوا تمہارے کنٹرول میں ہو جائے گی تم جہاں چاہو گے اڑ کر جاسکو گے اور جب تم نے واپس زمین پر آنا ہوگا تو وہی ورد تین بار پڑھ کر پھونک مارنا تو تم واپس زمین پر آجاؤ گے جن نے کہا اور غائب ہوگیا۔ میں نے چلے کا ورد تین بار پڑھ کر اپنے اوپر پھونک ماری تو ہوا نے مجھے اوپر اٹھا لیا مجھے امی کے سامنے لے جا میں نے کہا تو ہوا مجھے اڑا کر امی کے سامنے لے گئی امی اور سحر مجھے ہوا میں اڑتا ہوا دیکھ کر حیران ہونے لگیں میں نے چلے کا ورد تین بار پڑھ کر پھونک ماری تو ہوا نے مجھے زمین پر اتار دیا۔

عدنان یہ تم ہوا میں کیسے اڑ رہے تھے امی نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔ میں نے کہا۔

امی جان آج کا چلہ بھی کامیاب ہوگیا ہے اور آج کے چلے کی کامیابی پر یہی ہوا میں اڑنے کی طاقت مجھے ملی ہے اب میں جہاں چاہوں اڑ کر جاسکتا ہوں اور انشاء اللہ میں کل ہی جبرلیش جادوگر سے مقابلہ کرنے جاؤں گا اور دنیا سے اس کا ناپاک وجود مٹا دوں گا امی بولیں۔

بیٹا اللہ تمہیں تمہارے اس نیک مقصد میں ضرور کامیاب کرے گا تم تھک گئے ہو جا کر سو جاؤ۔

جی اچھا امی جان۔ میں نے کہا اور اپنے کمرے کی طرف چل دیا۔ اور جا کر لیٹ گیا آج مائرہ نہیں آئی تھی میں بار بار کلاک کو دیکھ رہا تھا ڈیڑھ بج گئے تھے وقت اپنی رفتار سے گزرتا جا رہا تھا اسی طرح تین بج گئے مگر مائرہ نہیں آئی نجانے کس وقت مجھے نیند نے اپنی آغوش میں لے لیا اور میں گہری نیند سو گیا۔

دن کے بارہ بجے بزرگ اور جگا جن میرے گھر آئے مبارک ہو بیٹا تمہارا چلہ کامیاب ہوگیا اب

وقت آگیا ہے کہ تم جبریش جادوگر سے مقابلہ کرو اور اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کردو عدنان کیا تم تیار ہو بزرگ نے کہا تو میں نے کہا جی میں بالکل تیار ہوں بزرگ بولے عدنان تم آج ہی امن پور گاؤں چلے جاؤ میری چند باتیں غور سے سنو چلے سے جو طاقتیں تم کو ملی ہیں۔ یعنی طلسمی تلوار غائب ہونے والی اور ہوا میں اڑنے والی طاقت اگر تم انہیں صحیح طرح سے سوچ سمجھ کر استعمال کرو گے تو تم آسانی سے جبریش جادوگر کو ختم کردو گے اور ہاں تمہارا مقابلہ صرف جبریش جادوگر سے نہیں ہوگا بلکہ جبریش جادوگر سے مقابلہ کرنے سے پہلے تمہیں بہت سے جن بھوتوں اور چڑیلوں سے مقابلہ کرنا ہوگا ان سے مقابلہ کرتے وقت تم اپنے آپ کو غائب کر لینا۔ اور طلسمی تلوار سے انہیں ختم کر دینا اور جبریش جادوگر کو مارنے کے لیے تمہیں اس کے سر کو اس کے جسم سے جدا کرنا ہوگا۔ تب ہی وہ مرے گا اب تم جاؤ اور ہاں جانے سے پہلے اپنی ماں سے مل لو بزرگ بابا نے کہا تو میں امی کے پاس ان کے کمرے میں چلا گیا۔

امی میں جا رہا ہوں جبریش جادوگر سے مقابلہ کرنے کے لیے میرے لیے دعا کرنا میں جبریش جادوگر کو ختم کرنے میں کامیاب ہوسکوں میری بات سن کر امی بولیں۔

جا میرے بچے اللہ تجھ کو تیرے مقصد میں کامیاب کرے میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں سحر بھی امی کے پاس کھڑی تھی سحر تم بھی میرے لیے دعا کرنا مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا میں نے کہا تو سحر کہنے لگی۔

میری یادوں کی ابتدا ہی تم سے ہوتی ہے
پھر بھی کہتے ہو مجھے دعاؤں میں یاد رکھنا

عدنان میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں جاؤ اللہ تمہیں تمہارے مقصد میں ضرور کامیاب کرے گا میں نے طلسمی تلوار اپنے ہاتھ مین پکڑی اور چلے کا ورد تین بار پڑھ کر پھونک ماری تو ہوا نے مجھے اوپر اٹھا لیا میں نے کہا۔ اے ہوا مجھے امن پور گاؤں کے مشرقی پہاڑوں میں لے چل ہوا مجھے اڑانے لگی اور مجھے جلد ہی امن پور گاؤں کے مشرقی پہاڑوں کے قریب ایک میدان میں پہنچا دیا۔ میں نے چلہ کا ورد تین بار پڑھ کر اپنے اوپر پھونک ماری تو ہوا نے مجھے نیچے اتار دیا۔ نیچے اترتے ہی سامنے کا منظر دیکھ کر میرے ہوش اڑ گئے میرے سامنے سینکڑوں بھیانک شکلوں والے جن بھوتوں کی فوج کھڑی ہوئی تھی وہ فوج شاید جبریش جادوگر کی تھی جبریش جادوگر کو میرے آنے کی پہلے سے ہی خبر ہو چکی تھی اس لیے اس نے جن بھوتوں کو میرے آنے سے پہلے ہی بھیج دیا تھا ان بھیانک جن بھوتوں کو دیکھ کر خوف سے میرا جسم تھر تھر کانپ رہا تھا میں سوچنے لگا ان بھیانک جن بھوتوں سے میں مقابلہ کیسے کروں گا وہ جن بھوت میری طرف بڑھنے لگے تھے میں نے اپنے اندر ہمت پیدا کی اور چلے کا ورد پڑھ کر اپنے اوپر پھونک لیا اور ان کی نظروں سے غائب ہوگیا۔ وہ سب حیرت سے مجھے ادھر ادھر دیکھنے لگے میں نے اللہ کا نام لے کر طلسمی تلوار سے ان جن بھوتوں پر حملہ کر دیا میری تلوار جس جن بھوت پر پڑتی وہ دھواں بن کر غائب ہو جاتا میں تھک گیا مجھ سے مزید تلوار نہیں چلائی جا رہی تھی جن بھوتوں کی ابھی آدھی فوج باقی تھی میں نے ہمت نہ ہاری اور طلسمی تلوار کو مسلسل چلاتا جا رہا تھا تقریباً ایک گھنٹے میں میں نے تمام جن بھوتوں کو ختم کر دیا تھا جبریش جادوگر مجھے نظر نہیں آ رہا تھا شاید وہ پہاڑ پر تھا میں نے سوچا کچھ دیر آرام کرنا چاہا۔ تاکہ میں آرام کرنے کے بعد میں جادوگر کا خاتمہ کرسکوں یہ سوچ کر میں ایک درخت کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا اور آرام کرنے لگا۔ کچھ دیر آرام کرنے کے بعد میں اٹھا اور پہاڑ پر چڑھنے لگا ابھی میں نے پہاڑ پر چڑھنا شروع ہی کیا تھا کہ ایک طرف سے مجھے بہت بڑے بڑے

سانپوں کی فوج نمودار ہوتی ہوئی دکھائی دی۔ وہ سب میری ہی طرف آ رہے تھے میں ڈر سا گیا کیونکہ میں جانتا تھا کہ میں تو غائب کی حالت میں ہوں مگر پھر بھی وہ میری طرف ایسے بڑھ رہے تھے جیسے میں انہیں دکھائی دے رہا ہوں شاید انہوں نے میری بو سونگھ لی تھی اسی لیے وہ میری طرف بڑھ رہے تھے اب کیا کروں اگر ان میں سے ایک سانپ نے بھی مجھے ڈس لیا تو میں تو اسی وقت ہلاک ہو جاؤں گا میں سوچوں میں گھرا ہوا تھا۔ جبکہ سانپ مسلسل میرے قریب آ رہے تھے اچانک میرے دماغ میں ایک آئیڈیا آیا کہ کیوں نہ ان سانپوں سے ہوا میں اڑ کر مقابلہ کروں میں نے تین بار ورد پڑھ کر اپنے اوپر پھونک ماری اور ہوا کو حکم دیا کہ مجھے زمین سے دو فٹ اوپر اٹھا لے ہوا نے مجھے اوپر اٹھا لیا جونہی سانپ میرے نزدیک پہنچتے تو میں نے طلسمی تلوار سے ان پر حملہ کر دیا۔ کچھ ہی دیر میں میں نے تمام سانپوں کو مار ڈالا۔ اور پھر ادھر ادھر دیکھا کہ کہیں کوئی سانپ باقی رہ تو نہیں گیا لیکن سب سانپ میرے سامنے مردہ پڑے ہوئے تھے۔ میں نے دوبارہ تین بار ورد پڑھ کر اپنے اوپر پھونک ماری تو ہوا نے مجھے نیچے اتار دیا۔ میں پہاڑ پر چڑھنے لگا اچانک مجھے جبریش جادوگر ایک غار کے باہر کھڑا دکھائی دیا وہ بار بار مجھے اپنے ارد گرد دیکھ رہا تھا شاید وہ مجھے ہی ڈھونڈ رہا تھا میں غائبانہ حالت میں تھا اس لیے میں اس کو دکھائی نہیں دے رہا تھا میں اس کے پاس پہنچ گیا میں نے ایک بار ورد پڑھ کر اپنے آپ پر پھونک ماری تو میں اس کے سامنے ظاہر ہو گیا اگر میں چاہتا تو غائبانہ حالت میں جبریش جادوگر کا سر اس کے جسم سے علیحدہ کرسکتا تھا مگر میں نے ایسا نہیں کیا کیونکہ میں جبریش کو للکار کر اس کے ساتھ مقابلہ کرنا چاہتا تھا اسی لیے میں اس کے سامنے ظاہر ہو گیا تھا مجھے اچانک ظاہر ہوتے دیکھ کر جبریش جادوگر حیران [illegible] ہو گیا جبریش جادوگر بولا۔

تو تم کو موت میرے پاس بالآخر کھینچ ہی لائی ہے اب بھی تمہارے پاس وقت ہے تم واپس جا سکتے ہو کیوں بھری جوانی میں بے موت مرنا چاہتے ہو جاؤ شاباش۔ جاؤ۔ میں نے کہا۔

میں یہاں بہت سوچ و بچار کے بعد آیا ہوں اب میں تمہیں ختم کرنے کے بعد ہی واپس جاؤں گا جبریش جادوگر بولا۔

اچھا تو تم مجھے ختم کرو گے اب دیکھو میں تمہارا کیا حشر کرتا ہوں جبریش جادوگر نے کہا اور کوئی منتر پڑھ کر میری طرف پھونک ماری تو آگ کا ایک گولہ میری طرف بڑھنے لگا میں اس کے حملے کے لیے پہلے سے تیار تھا میں نے طلسمی تلوار سامنے کی تو آگ کا گولہ اس کے ساتھ ٹکراتے ہی غائب ہوگیا جبریش جادوگر اپنا وار ناکام ہوتا دیکھ کر غصہ میں بھڑک اٹھا۔ اس نے دوبارہ کچھ پڑھ کر مجھ پر پھونک ماری تو بہت سے بڑے بڑے خنجر نما کانٹے میری طرف بڑھنے لگے ایک لمحے کے لیے تو مجھے یوں لگا کہ وہ کانٹے مجھے چھلنی چھلنی کر دیں گے۔ کیونکہ میری دائیں بائیں دونوں طرف بڑے بڑے پتھر تھے اس لیے نہ میں دائیں طرف جا سکتا تھا اور نہ ہی بائیں طرف اور طلسمی تلوار سے ان سب کانٹوں کو روکنا میرے لیے ناممکن تھا کیونکہ میرے خیال میں میں تلوار سے ان کا مقابلہ نہ کرسکتا تھا جبکہ وہ کانٹے مجھے بری طرح زخمی کرسکتے تھے اچانک ہی مجھے ہوا میں اڑنے والی طاقت کا خیال آیا میرے اور کانٹوں کے درمیان صرف چھ فٹ کا فاصلہ رہ گیا تھا میں نے جلدی جلدی تین بار ورد پڑھ کر اپنے آپ پر پھونک ماری تو ہوا نے مجھے اوپر اٹھا لیا اور کانٹے نیچے سے گزر گئے جبریش جادوگر اپنا یہ وار بھی ناکام ہوتا دیکھ کر اور زیادہ غضبناک ہو گیا۔ اس نے ایک بر پھر منتر پڑھ کر میری طرف پھونک ماری تو درجنوں چمگادڑوں نے مجھ پر حملہ کر دیا۔ میں نے طلسمی تلوار کے ساتھ ان کا مقابلہ کرنا شروع

کردیا۔ اور چند ہی منٹوں میں چمگادڑوں کو ختم کر دیا جبریش جادوگر اپنے اس وار کو بھی ناکام ہوتا ہوا دیکھ کر پریشان ہوگیا اب کی بار اس نے منتر پڑھ کر اپنے ہاتھ پر پھونک ماری تو ایک چمکتی ہوئی تلوار اس کے ہاتھ میں آگئی آ عدنان آ۔ میدان میں اب میرا مقابلہ کر تم نے میری تمام طاقتوں کو ناکام کر دیا ہے لیکن اب تو میرے ہاتھوں سے نہیں بچ پائے گا۔ میں نے تین بار ورد پڑھ کر پھونک ماری تو ہوا نے مجھے نیچے زمین پر اتار دیا اور میں طلسمی تلوار ہاتھ میں لیے جبریش جادوگر کی طرف بڑھنے لگا ابھی میں جبریش جادوگر سے چھ سات فٹ دور ہی تھا کہ جبریش جادوگر نے ایک دم آگے بڑھ کر اپنی تلوار سے میری ٹانگ پر وار کر دیا میں اس کے اس وار کے لیے بالکل بھی تیار نہ تھا۔ جبریش جادوگر کی تلوار میری ٹانگ پر لگی جس سے میری ٹانگ زخمی ہوگئی اور اس سے خون بہنے لگا اس سے پہلے کہ میں سنبھلتا جبریش نے ایک اور وار میری دوسری ٹانگ پر کر دیا اس کا یہ وار میں نے بڑی مشکل سے طلسمی تلوار سے روکا۔ جبریش جادوگر مجھ پر وار پر وار کیے جا رہا تھا اور میں اپنا دفاع کرتا جا رہا تھا۔ جب جبریش جادوگر تھک گیا تو میں نے اس پر وار کرنا شروع کر دیے سب سے پہلا وار میں نے اس کے بائیں بازو پر کیا تلوار بہت زور سے اس کے بازو کو لگی اور اس کا بازو کٹ کر دور جا گرا۔ جبریش جادوگر درد سے بلبلانے لگا میں نے اسے سنبھلنے کا موقع نہیں دیا اور جلدی سے دوسرا وار اس کے دائیں ہاتھ پر کیا۔ اس کا دائیاں ہاتھ بھی کٹ گیا اگلا وار میں نے اس کی گردن پر کیا جس سے اس کا سر اس کے جسم سے جدا ہوگیا۔ اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہوگیا۔ میں بہت خوش تھا کیونکہ میں نے اپنا مشن مکمل کر لیا تھا اچانک مائرہ میرے سامنے آگئی اسے دیکھ کر میں چونک سا گیا۔

مائرہ تم۔ اور یہاں۔

ہاں مجھے اس جادوگر نے کل کا اس غار میں قید کر رکھا تھا۔ اس نے سامنے ایک غار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ آپ نے جبریش کو ختم کر دیا ہے تو مجھے اس کی قید سے رہائی مل گئی ہے اور اب میں آپ کے سامنے ہوں میں نے کہا۔

اس نے تمہیں قید کیوں کیا تھا۔

عدنان میں آج تم کو اپنی حقیقت بتاتی ہوں آج وہ دن آگیا ہے کہ میں تم کو وہ سب کچھ بتا دوں جس کا میں نے تم سے وعدہ کیا تھا تم سے کہا تھا کہ میں تم کو سب کچھ بتاؤں گی لیکن وقت آنے پر۔

ہاں ہاں بتاؤ۔ میں پوری طرح اس کی جانب متوجہ ہوا۔

میں زندہ انسان نہیں ہوں بلکہ برسوں پہلے کی مری ہوئی ایک لڑکی کی آتما ہوں۔

ک۔ کک۔ کیا۔ کیا مائرہ کی بات سن کر مجھے زمین آسمان گھومتے ہوئے محسوس ہوئے۔ مائرہ تم یہ کیا کہہ رہی ہو ہوش میں تو ہو۔

ہاں میں بالکل ہوش میں ہوں اور جو کچھ کہہ رہی ہوں وہ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہوں آج سے برسوں پہلے جب میں مری تو جبریش جادوگر نے ایک چلہ کر کے مجھے اپنی غلام بنا لیا تھا تب سے میں جبریش جادوگر کی غلام ہوں اس کا ہر حکم مانتی ہوں آج سے ایک سال پہلے جبریش جادوگر کو اس کے شیطان آقا نے آپ کے بارے میں بتایا تھا کہ آپ بہت جلد جبریش جادوگر سے مقابلہ کرو گے اور مارنے کی کوشش کرو گے میں چونکہ جبریش جادوگر کی خاص غلام تھی سالوں سے اس کا ہر حکم مانتی آ رہی تھی اس لیے اس نے مجھے آپ کی نگرانی کے لیے بھیج دیا کہ میں آپ کی نگرانی کروں۔ پچھلے پورے ایک سال سے میں آپ کی نگرانی کر رہی ہوں میں ہر لمحہ ہر پل آپ کے ساتھ تھی آپ کے ساتھ رہتے ہوئے مجھے آپ سے پیار ہوگیا۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ میں ایک آتما ہوں ایک ایسی لڑکی ہوں جس کا کوئی بھی وجود نہیں ہے اس کا وجود کب کا ختم ہوگیا ہے اور میں آپ کو حاصل کبھی بھی نہیں کر سکتی میں آپ سے محبت کرنے لگی اور پھر چند روز پہلے میں نے اپنے آپ کو آپ کے سامنے ظاہر کر دیا شاید میری بہت بڑی غلطی تھی کیونکہ مجھے دیکھنے کے بعد آپ کو بھی میرے سے پیار ہوگیا نہ میں آپ کے سامنے آتی اور نہ ہی آپ کو مجھ سے پیار ہوتا۔ لیکن میرے پیار نے مجھے بے بس کر دیا تھا مجھے اپنا آپ دکھانا تھا کہ ایک لڑکی تم سے کئی سالوں سے پیار کرتی چلی آ رہی ہے۔ اب جبکہ میں آپ کو چھوڑ کر چلی جاؤں گی آپ کو دکھ ہوتا کل شام کو جبریش جادوگر نے مجھے یہاں بلایا تھا اور آپ کے بارے میں پوچھا تھا تو میں نے اسے بتا دیا تھا کہ آپ ایک چلہ کر رہے ہیں اور اس کے بعد اس سے مقابلہ کرو گے تو اس نے مجھ سے کہا کہ میں آپ کو قتل کر دوں میں نے جب اسے یہ بتایا کہ میں آپ کو پیار کرنے لگی ہوں اور آپ کو کبھی بھی نہیں مار سکتی تو اس نے مجھے آتشی زنجیروں میں قید کر لیا۔ میں کل سے یہاں ان آتشی زنجیروں میں تڑپ رہی ہوں۔ جھلس رہی ہوں۔ عدنان اب میرا وقت ختم ہوگیا ہے میں تم سے یہ کہنے آئی ہوں کہ تم سحر کو اپنا بنا لینا وہ تم سے بہت پیار کرتی ہے بہت چاہتی ہے تم کو امید ہے تم میری آخری خواہش کو پورا کرو گے مائرہ نے کہا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ میں بھی رو رہا تھا۔ اچھا عدنان میں اب چلتی ہوں مائرہ نے کہا اور آسمان کی طرف اڑنے لگی میری آنکھوں سے بھی آنسو مسلسل جاری تھے میں روتے ہوئے ہاتھ ہلا ہلا کر مائرہ کو الوداع کہہ رہا تھا وہ آہستہ آہستہ میری نظروں سے دور ہوتی جا رہی تھی اور پھر وہ ہمیشہ کے لیے مجھے چھوڑ کر چلی گئی۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ اتنی جلدی مجھے چھوڑ کر چلی جائے گی۔ مجھے وہاں سب کچھ سنسان ویران دکھائی دینے لگا میں نے تین بار ورد پڑھ کر اپنے آپ پر پھونکا اور ہوا کو حکم دیا کہ وہ مجھے اڑا کر گھر لے جائے۔ ہوا نے مجھے اوپر اٹھایا اور اڑانے لگی اور کچھ ہی دیر میں میں اپنے گھر میں موجود تھا۔ امی اور سحر مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئیں جب میں نے انہیں جبریش جادوگر کی موت کی خبر دی تو ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی وہ بولیں بیٹا میں جانتی تھی کہ اللہ تم کو ضرور کامیاب کرے گا کیونکہ تم ایک نیک مقصد کے لیے ایک شیطان کا مقابلہ کرنے گئے تھے۔ پھر میں نے سحر کو مائرہ کی تمام کہانی سنا دی تو وہ بولی میں جانتی تھی کہ وہ تم کو کبھی بھی نہیں ملتی لیکن یہ نہیں جانتی تھی کہ وہ انسان نہ تھی بلکہ ایک آتما تھی بہرحال مجھے خوشی ہوئی کہ میرا پیار مجھے مل گیا ہے تم میری طرف لوٹ آئے ہو امی بھی ہماری باتیں سن رہی تھیں وہ بولیں میں تو ہمیشہ سے سحر کو اپنی بہو بنانے کے خواب دیکھ رہی تھی اور بھلا اس کی موجودگی میں کوئی اور کیسے آ سکتی تھی۔ پھر ہم دونوں کی شادی کر دی گئی بزرگ بابا بھی میری کامیابی پر بہت خوش تھے انہوں نے کہا بیٹا جیت اور فتح ہمیشہ سچ کی ہوتی ہے باطل ہمیشہ ڈوب جاتا ہے۔

اس واقعہ کو دو سال ہوگئے ہیں اور ہم سب اپنے گھر میں بہت خوش ہیں۔۔۔۔۔ اور ہنسی خوشی زندگی گزار رہے ہیں لیکن کبھی کبھی مجھے مائرہ کا حسین چہرہ یادوں میں دکھائی دیتا تو میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں۔

الزام آوارگی کے ڈر سے چھوڑ دیا شہر اپنا
ورنہ یہ چھوٹی سی عمر پردیس کے قابل نہ تھی
✪............ عامر شہزاد وفا، ہری پور

تم کو بھول جائیں گے پر اک شرط پر جان
گلشن میں جا کے پھول سے خوشبو جدا کرو
✪............ رانا محمد عمر حیات

ہمیں احباب کی لمبی قطاروں سے نہیں مطلب
ہو کوئی دل سے ہمارا تو بس ایک ہی کافی ہے
✪............ نامعلوم

خونی مکھیاں

---تحریر: انعام علی خان۔ جنڈ۔

اس آدم خور نے گوشت اور خون کھا پی کر ہاتھ سے اشارہ کیا تو پنجرہ خود بخود کھل گیا۔ میں آزاد ہو گیا اور پھر میں نے کچھ بھی نہ دیکھا قریب پڑا ہوا لوہے کا پائپ اٹھا کر بت پر دے مارا بت کا سر ٹوٹ گیا اور وہ جادوگر یہ سب دیکھ کر بھاگ کھڑا ہوا مجھے اپنے پستول کا خیال آیا تو میں نے پستول نکال کر اس پر فائر کر دیا۔ گولی اس کے پاؤں میں لگی اور وہ گر گیا پھر میں نے بقیہ بت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ وہاں ایک زلزلہ سا آ گیا۔ میں نے اس جادوگر کو ہاتھوں میں اٹھایا اور عمارت سے باہر نکل گیا۔ جیسے ہی میں وہاں سے اس کو لے کر باہر نکلا تو وہ عمارت گر گئی اور ہر طرف سے دھواں نکلنے لگا۔ اس جادوگر کے ذہن میں ہی نہ تھا کہ میں اس پر حملہ کرنے سے پہلے بت کو توڑوں گا وہ تو سمجھ رہا تھا کہ میں اس پر حملہ کروں گا اور وہ مجھے ایک منٹ میں مار ڈالے گا لیکن اس کا اندازہ غلط نکلا تھا میں نے وہی کیا جو مجھے بزرگ نے کہا تھا میں نے اس کو مارنے کے بجائے بت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تا کہ اس کی طاقت ختم ہو جائے اور ایسا ہی ہوا تھا وہ مجھے خونخوار نظروں سے دیکھ رہا تھا اور پھر وہ بول ہی پڑا۔ اے چالاک انسان اگر تم بت پر حملہ نہ کرتا تو یہ گری ہوئی عمارت پھر سے کھڑی ہو جاتی اور تو اس میں خود ہی قید ہو جاتا۔ اور پھر تمہیں مرنے سے کوئی بھی بچا نہیں سکتا تھا۔ ہاں شاید میں ایسا ہی کرتا تو میرے ساتھ ایسا ہی ہوتا لیکن میں نے وہی کیا جو میں کرنا چاہتا تھا میں مرنے نہیں آیا تھا بلکہ تم کو پکڑنے آیا تھا تو نے وہ کچھ کیا ہے جو ایک انسان سوچ بھی نہیں سکتا تو انسانی خون سے نہاتا ہے اب تو اپنے خون سے خود ہی نہائے گا میں نے اتنا کہہ کر اس کی آنکھوں پر کپڑا باندھ دیا۔ کیونکہ میں جان گیا تھا کہ اب وہ میرے سامنے ایک عام انسان کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے اس کی تمام طاقتیں اس بت کے ٹوٹنے کے بعد ختم ہو گئی ہیں میں نے اس کے وجود کو اٹھا لیا اور کندھے پر رکھ کر ورد پڑا اور ہوا کو حکم دیا کہ وہ ہمیں لے اڑے ہوا نے ہم کو اڑا لیا۔۔ ایک دلچسپ اور سنسنی خیز کہانی

پنڈت نے مٹی مکھیوں پر پھینکی اور انہیں حکم دیا کہ جاؤ آج اسٹیشن سے خرم کا خون اور گوشت لاؤ لاکھوں شہد کی مکھیاں اڑیں اور پولیس اسٹیشن کی طرف چل دیں اور صبح حرم کی لاش پڑی ہوئی تھی میں عالم زوہیب اس تھانے کا ایس ایچ او تھا یہ میرے تھانے کی حدود میں گیارواں قتل تھا لاش کی ختمی تصاویر اور ابتدائی کاروائی کے بعد لاش کو شام تک پوسٹ مارٹم کے بعد بھجوا دیا گیا۔ حکام بالا کو رپورٹ دے دی گئی حکام نے مجھے سخت وارننگ دی کہ اگر تین دن میں قاتل کو حوالات میں بند نہ کیا تو میں تمہیں معطل کر دیا جائیگا میں اپنے مخصوص کمرے میں ٹہل رہا تھا کہ عمر نے آ کر اطلاع دی کہ پوسٹ مارٹم رپورٹ آ گئی ہے میرے اندازے کے مطابق ہمیشہ کی طرح کوئی قابل ذکر بات نہیں تھی صرف یہی لکھا تھا کہ قتل رات دو سے اور تین بجے کے درمیان ہوا وجہ نامعلوم ہے یہ پڑھ کر میں سر پکڑ کر بیٹھ گیا



میں نے مختلف جگہوں پر پولیس کی ڈیوٹیاں لگوادیں ساری رات میں خود بھی ہر گلی محلے میں ڈیوٹیاں چیک کرتا رہا صبح وہی منحوس خبر سننے کو ملی کہ فلاں محلہ میں محمد رمضان کی لاش اسکے گھر میں ملی ہے میں وہی بیٹھ گیا اور آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر اللہ سے دعا مانگی کہ یا اللہ اپنی مخلوق کو بچالے اور مجھے ہمت دے کہ میں قاتل کو گرفتار کرسکوں اور رمضان کے گھر گیا لاش دیکھی تو صرف ڈھانچہ پڑا تھا اس کی بیوی اور بیٹیاں رورو کر نڈھال ہورہی تھیں ان سے پوچھ گچھ کی تو پتہ چلا کہ رمضان اپنے کمرے میں سورہا تھا کہ صبح نماز کے لیے اٹھانے کے لیے دروازہ کھٹکھٹایا باربار کھٹکھٹانے پر دروازہ نہ کھلا تو دروازے کو توڑ دیا گیا چارپائی پر اس کا ڈھانچہ پڑا ہوا تھا۔ لاش کی تصویر بنانے کے بعد میں نے لاش کو ورثا کو حوالے کیا اور ساتھ ہی پہلے کی طرح دفنانے کا انتظام بھی کیا اس لاش کو میں نے پوسٹ مارٹم کے لیے نہ بھیجا کیونکہ کام کی کوئی خاص بات نہ تھی اپنا اور ہسپتال کا ٹائم ضائع کرنا فضول تھا۔ تھانے آکر حکام بالا کو رپورٹ دی اور بتایا کہ نامعلوم قاتل نے آج بارواں قتل کردیا ہے ایک بار پھر سخت وارننگ ملی اور بتایا گیا کہ دن بارہ بجے سے پہلے دس سپاہیوں کی نفری آپ کو مل جائے گی فون بند کرکے میں بیٹھا نامعلوم قاتل کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ اگر ایک بار یہ میری گرفت میں آگیا تو اسے ایسی سزادوں گا کہ سارا علاقہ دیکھے گا اتنے میں حوالدار یعقوب نے آکر بتایا کہ لوگ مظاہرہ کررہے ہیں اور پولیس اسٹیشن کی طرف بڑھتے آرہے ہیں۔

میں نے کہا پرامن مظاہرہ ان کا حق ہے پر انہیں پولیس اسٹیشن آنے سے روکو حوالدار میرا حکم سن کر چلا گیا۔ میں نے بھی ٹوپی پہنی اور موقع پر پہنچ گیا ہزاروں مظاہرین قاتل پکڑو قاتل پکڑو کے نعرے لگارہی تھی یہ سب دیکھ کر میرے اندر بجلیاں سی بھڑکیں اور میں نے اونچی آواز میں کہا۔ بھائیو آپ کا اور میرا دکھ ایک جیسا ہے میری بھی رات کی نیندیں اور دن کا چین غارت ہوچکا ہے لیکن انشاءاللہ قاتل جلد گرفتار ہوجائیگا آپ سب میرے بھائی ہیں میں خود آپ لوگوں کے سامنے ساری ساری رات جاگ کر ڈیوٹی دیتا ہوں میرا آپ سے وعدہ ہے کہ قاتل کو گرفتار کرلیا جائیگا اور آپکے سامنے اسی چوک پر اس کو سزا دی جائے گی یہ سن کر لوگوں کو کچھ حوصلہ اور سکون ملا اور وہ واپس چلے گئے چار بجے واپس آفس آیا تو اضافی نفری آچکی تھی حوالدار کے ساتھ مل کر چار چار نوجوانوں کی پارٹیاں بنائیں اور انہیں گلی چوراہوں پر ڈیوٹیاں دے دیں ساری رات تمام ڈیوٹیاں چیک کرتا رہا مجھے امید تھی کہ آج قاتل ناکام ہوگا اور پکڑا جائیگا صبح کی نماز پڑھ کر باہر نکلا تو پتہ چلا کہ فلاں علاقے میں ثاقب نامی لڑکے کو خون ہوگیا ہے موقع واردات پر پہنچا تو ایک ڈھانچہ پڑا تھا جسے دیکھ کر میں چکرا گیا۔ اور وہیں بیٹھ گیا۔ اہل محلہ آج سخت برہم تھے میں وہاں سے چل دیا تھانے آکر حکام کو اطلاع دی حکام نے سخت برہمی کا مظاہر کیا اور کہا ہم لوگ آج تمہارے پاس آرہے ہیں ان کا لہجہ بتارہا تھا کہ وہ آج کچھ کرنا چاہتے ہیں لہذا وہی ہوا جو انہوں نے سوچا ہوا تھا انہوں نے آتے ہی مجھے معطل کردیا۔ مجھے اپنی معطلی کا بہت دکھ تھا اپنے سٹاف سے ملا تو رو پڑا سپاہی نادر علی بولا سر آپ ضرور بحال ہوں گے لیکن میں ایک دکھ لیے ہوئے واپس گھر آگیا رات کو سویا تو خواب دیکھا کہ ایک بزرگ سفید لباس پہنے ہوئے میرے پاس آئے اور بولے۔

بیٹا یہ سب پنڈت لعل سنگھ کررہا ہے اس تک پہنچنا بہت ہی مشکل ہے اس کے پاس بہت جادو ہیں وہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے تمہارا اس کو ختم کرنا بہت ہی ضروری ہے اور یہ تیرا انسانیت پر بہت بڑا احسان ہوگا۔ آج وہ منحوس پنڈت خونی مکھیوں کے ذریعے تمہارا شکار کرنا چاہتا ہے کیونکہ مرنے والوں کی طرح تیرے سر پر بالوں میں دو گول دائرے بنے ہوئے ہیں وہ پنڈت صرف ان کو مرواتا ہے جن کے سر پر بالوں کے دو دائرے ہوں بیٹا تیری جیب میں سورۃ یٰسین ہے اس کی وجہ سے تجھے کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ پنڈت سولوگوں کو مار کر اپنی شیطانی طاقتوں کو پروان چڑھانا چاہتا ہے جا اسے جاکر روک اور اسے ماردے اسے مارنا اب تیرا کام ہے۔

ہاں باباجی میں اسے ضرور ماروں گا لیکن کیسے مجھے کوئی طریقہ بتادیں۔ اس شخص نے سب کا جینا حرام کررکھا ہے یہ میں جانتا ہوں کہ میرے دل پر کیا کچھ بیت رہی ہے۔

شاباش بیٹا۔ یہ پٹرول اپنے پورے کمرے میں چھڑک دے جب مکھیاں تمہارے کمرے میں آئیں تو کمرے کو آگ لگا دینا تمام مکھیاں مرجائیں گی صبح اپنے کمرے میں آنا تو صرف ایک مکھی جو سنہرے رنگ کی ہوگی اسے پکڑ لینا وہ ظاہر تو مری ہوئی ہوگی لیکن حقیقت میں وہ زندہ ہوگی اسے اپنے پاس رکھنا رات دو بجے وہ تمہیں پنڈت کے پاس لے جائے گی پنڈت کو پکڑ کر بت توڑ دینا اور پنڈت کو پکڑ کر آنکھیں بند کرلینا پانچ منٹ بعد تم تھانے میں ہوں گے انشاءاللہ تیرا عہدہ بھی بحال ہوجائیگا۔

ساتھ ہی میری آنکھ کھل گئی وہ بزرگ غائب تھے میں کمرے میں اکیلا تھا میں جلدی سے اٹھا اور پٹرول لاکر کمرے میں چھڑک دیا ماچس اپنے پاس رکھ لی میں جان گیا تھا کہ جو خواب میں نے دیکھا ہے یہ جھوٹ نہیں ہے بلکہ یہ خواب نہیں ہے اس ظالم کو پکڑنے کے لیے مجھے راہ دکھائی گئی ہے۔ میری نظریں ان مکھیوں پر تھیں جو آج میرا شکار کرنا چاہ رہی تھیں دل کانپ رہا تھا لیکن ہمت برقرار تھی۔ میں نے دیکھا کہ اچانک میرے کمرے میں بے شمار مکھیاں اڑتی ہوئی داخل ہوئیں اور یہ دیکھتے ہی دیکھتے وہ سارے کمرے میں پھیل گئیں میں نے ایک سیکنڈ کی بھی تاخیر نہ کی جلدی سے ماچس جلا کر اندر کمرے میں پھینک دی۔ اور خود باہر بھاگ گیا۔ آگ بھڑک اٹھی اور کمرہ مکمل طور پر جل گیا۔ صبح پھر ایک منحوس خبر ملی کہ میری جگہ پر جو ایس ایچ او لایا گیا تھا اس کا ڈھانچہ ملا ہے بہت دکھ ہوا کمرے میں گیا بہت تلاش کیا پر سنہری مکھی مجھے کہیں بھی نہیں ملی وہاں ایک کاغذ پڑا ہوا ملا اس پر لکھا تھا انسپکٹر مجھ سے پنگا لے کر تم نے اچھا نہیں کیا اگلے وار کے لیے تیار رہو یہ پڑھ کر میرا دل حلق میں آگیا۔ پورے شہر میں اعلان کروادیا گیا کہ ہر بندہ اپنی جیب میں سورۃ یٰسین ضرور رکھے اور خود رات ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ عشاء کی نماز کے بعد کھانا کھایا اور ف ہوٹل میں ہی سوگیا میرے مکان جلنے کی خبر بھی بہت مشہور ہوگئی تھی پر میں نے شارٹ کٹ کہ سب کو چپ کروادیا نیند نہیں آرہی تھی نجانے کب آنکھ لگ گئی تو بزرگ کا دیدار ہوا وہ بولے۔

بیٹا پنڈت کو پتہ چل گیا تھا اس نے وہ مکھیاں ہیں بھیجی بیٹا اس پنڈت کو ختم کرنا بہت ضروری ہے اگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگیا تو یہ ہم لوگوں کے خون کی ندیاں بہادے گا۔ بیٹا کل تم کو دریا پر جانا ہوگا وہاں پر ورد پڑھنا ہوگا۔ دریا کا پانی تم کو راستہ دے دے گا تم اسے پار کرلینا اور پھر انہوں نے مجھے ورد سکھایا جو میں نے یاد کرلیا اور پھر جو جو انہوں نے مجھے بتانا تھا بتادیا اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی میں پرسکون ہوکر اٹھ گیا کیونکہ اب مجھے یقین ہوگیا تھا کہ میں یہ خواب نہیں دیکھ رہا بلکہ وہ بزرگ جو بھی ہیں اللہ والے ہیں اور انسانیت کی مدد کرنا چاہتے ہیں ان کا بتایا ہوا ورد میری زبان پر جاری تھا۔ لیکن صبح مجھے پھر سے ایک منحوس خبر سننے کو ملی کہ ماریہ کو قتل کردیا گیا ہے میں تھانے گیا تو پتہ چلا کہ آج رات نو قتل ہوئے ہیں مجھے بہت ہی دکھ ہوا اور مجھے کہا۔

سر آپ کے گرفتاری کے آڈرز ہیں لیکن سر ہم آپ کو گرفتار نہیں کرسکتے آپ یہاں سے بھاگ جائیں

سرپلیز سر۔

ان کی باتیں سن کر میں نے انہیں پنڈت کے بارے میں تمام حالات سے آگاہ کیا اور کہا یہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے ایک جادوگر کر رہا ہے وہ انسانوں کو قتل کر کے اپنا مقصد پانا چاہتا ہے مجھے ایک بزرگ نے سب کچھ اس کے بارے میں بتا دیا ہے بس تم لوگ میرے لیے دعا کرنا۔ ساتھ ہی میں نے گاڑی لی اور منزل کی طرف چل دیا۔ راستہ میں ہی مجھے ظہر کی نماز ہوئی جو میں نے پڑھ لی اور پھر اپنا رخ دریا کی طرف کرلیا۔ اور دریا پر جا پہنچا۔ بابا کا بتایا ہوا ورد پڑھا تو دیا میں مجھے راستہ دکھائی دیا اس راستے کو دیکھ کر میرے دل کو کچھ سکون سا ملا میں نے اللہ کا نام لے کر دریا میں پاؤں رکھ دیا اور چلنے لگا۔ یکدم مجھے بزرگ کی آواز کہیں سے سنائی دی۔

زیب اپنی آنکھیں بند کرلو۔ میں نے اپنی آنکھیں بند کرلیں تو خود کو ہوا میں اڑتا ہوا محسوس کرنے لگا ٹھنڈی ہوائیں میرے جسم سے ٹکرا رہی تھیں پھر مجھے آواز سنائی دی بیٹا آنکھیں کھول دو میں نے آنکھیں کھولیں تو ایک تلوار میرے ہاتھ میں تھی بزرگ کی آواز آئی بیٹا اب جو کچھ بھی سامنے آئے اسے ختم کرتے جاؤ۔

جو حکم بابا جی میں نے کہا اور آگے کی طرف چل دیا۔ میں نے دیکھا کہ ایک پتھر کا بت کھڑا ہے لیکن اس کی آنکھیں یوں تھیں جیسے وہ مجھے دیکھ رہا ہو میں اس کی طرف بڑھا اور جاتے ہی اس پر تلوار کا وار کردیا اس بت کے ٹکڑے ہوگئے اچانک ہی ایک چمگاڈر اس بت سے باہر نکلی اور اس نے مجھ پر حملہ کردیا۔ اور انتہائی مکروہ آواز میں شور مچانے لگی اور بار بار مجھ پر حملہ کرنے لگی میں نے اس کے ہر حملے کو ناکام بنادیا اور پھر میں نے اللہ کا نام لے کر اسے ختم کردیا۔ اس کے بعد میں ابھی کچھ اور آگے بڑھا تھا کہ جنگلی قسم کے کتوں نے مجھ پر حملہ کردیا۔ ان کا حملہ بہت ہی شدید تھا میں ڈر کر بھاگ کھڑا ہوا اور ایک درخت پر چڑھ گیا خوف میرے چہرے پر سوار تھا میں نے دیکھا کہ وہ سب کتے اس درخت کو دانتوں سے کاٹ رہے تھے یہ دیکھ کر میں مزید خوفزدہ ہوگیا اور پھر میں نے ورد پڑھنا شروع کردیا۔ میرے ورد پڑھنے کی دیر تھی کہ وہ سب کتے وہاں سے بھاگنا شروع ہوگئے اور بھاگتے بھاگتے میری نظروں سے اوجھل ہوگئے۔ میں درخت سے نیچے اترا اور اپنا سفر جاری کردیا۔ کافی آگے گیا تو ان جیسے کتوں نے مجھ پر پھر سے حملہ کردیا۔ لیکن یہ کیا جیسے ہی کتے مجھے کاٹنے کے لیے آگے بڑھتے ان کو آگ اپنی لپیٹ میں لے لیتی۔ اور وہ وہیں ختم ہوجاتے میں ان کو جلتا ہوا مرتا ہوا دیکھ کر بہت ہی خوش ہوا اور میں نے آگے کا سفر پھر سے شروع کردیا۔ چلتے چلتے میں بہت تھک گیا تھا اتنا تھک گیا تھا کہ مجھ سے چلنا مشکل ہو رہا تھا میں ایک درخت کے ساتھ پتھر کے ساتھ لیٹ گیا۔

ایک بار پھر بزرگ کا دیدار نصیب ہوا وہ میرے سامنے ہی کھڑے تھے بولے۔

بیٹا منزل بہت ہی قریب ہے گھبرانا نہیں اللہ آپ کے ساتھ ہے۔ میں نے کہا۔

بابا جی میں پنڈت کو زندہ گرفتار کرنا چاہتا ہوں تاکہ اس کو پولیس کے حوالے کرسکوں۔ تاکہ مجھ پر جو شک کیا جا رہا ہے وہ ختم ہوجائے۔

بزرگ بولے۔ ہاں بیٹا ایسا ہی ہوگا فکر نہ کر تم جادوگر کو باندھ کر بت کو توڑ دینا تو اس کی کالی شکتیاں ختم ہوجائیں گی اور وہ عام انسان بن جائے گا بیٹا جلدی کر وہ ستر خون کر چکا ہے اٹھ جا سونے کا وقت نہیں ہے تمہارے پاس۔ اتنا کہہ کر وہ غائب ہوگئے تو میری آنکھ کھل گئی میں اٹھا اور جلدی سے اپنا سفر جاری کردیا۔ ابھی کچھ ہی آگے بڑھا تھا کہ میرے چاروں طرف سانپ ہی سانپ تھے میں نے ان کی کوئی بھی پرواہ نہیں کی کیونکہ میں جان گیا تھا کہ کتوں کی طرح یہ بھی اگر مجھ سے ٹکرائیں گے تو جل جائیں گے اور ایسا ہی ہو رہا تھا میں بھاگتا جا رہا تھا اور جو جو سانپ میرے پاؤں کے نیچے دب رہے تھے ان کو آگ اپنی لپیٹ میں لے لیتی تھی۔ وہ منزل بھی میں نے پار کرلی تھی اب آگے بڑھا تو بھیڑیوں کا ایک غول سے میری طرف لپکا میں نے ان کو دیکھ کر تلوار کو سنبھال لیا اور اس کو لہراتا ہوا آگے بڑھتا جانے لگا جو جو بھی بھیڑ میری تلوار کی زد میں آتی وہی ختم ہوجاتی۔ ابھی ان سے میری جان چھوٹی تھی کہ گدھ نجانے کہاں سے اڑتے ہوئے آئے اور مجھ پر حملہ کردیا ایک گدھ نے مجھے سر سے پکڑ کر ایک طرف پھینک دیا میرے سر سے خون بہنے لگا گدھ ایک بار پھر مجھ پر حملہ آور ہوئی ان کا قد انسانی جسم کے برابر تھا بچنے کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی اتنے میں مجھے ورد کا خیال آیا میں نے ورد پڑھ کر گدھ کی طرف پھونکا تو دیکھتے ہی دیکھتے تمام گدھوں کو آگ لگ گئی۔ اور وہ جل کر کوئلہ ہوگئی۔ یہ گدھ سب سے خطرناک تھیں ان کی چونچیں اور پنجے ایسے تھے جیسے تلوار ہوں۔ لیکن خدا نے مجھے ان پر فاتح کردیا تھا میں ایک بار پھر بھاگ کھڑا ہوا تھوڑی دیر بعد اک عمارت مجھے دکھائی دی جو میری منزل تھی اس کے قریب پہنچا تو یکدم ایک خونخوار مگرمچھ نے مجھ پر حملہ کردیا۔ جس کے منہ سے زبان باہر نکلی ہوئی تھی اور زبان سے خون ٹپک رہا تھا قریب تھا کہ وہ مجھے نگل لیتا کہ تلوار اس کی خونی زبان سے ٹکرائی اور وہ لڑھک گیا اور پھر دھیرے دھیرے ٹھنڈا ہوگیا۔ میں تیزی سے عمارت میں داخل ہوگیا اندر پہنچا ہی تھا کہ شہد کی مکھیوں نے مجھ پر حملہ کردیا ان کا حملہ اس قدر شدید تھا کہ میں خود کو بچا نہ سکا اور ان کی لپیٹ میں آگیا وہ میرے جسم کو نوچنے لگیں میں درد سے بلبلانے لگا آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ اور میں بے ہوش ہوگیا۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں نے خود کو ایک کمرے میں بند پایا میں نے ادھر ادھر دیکھا تو مجھے ایک شخص دکھائی دیا جس نے جسم کے نچلے حصہ کو صرف ڈھانپا ہوا تھا باقی سارا برہنہ تھا۔ وہ ایک بت کے سامنے بیٹھا ہوا تھا اس کی زبان پر نہ سمجھ آنے والا کوئی ورد تھا جو وہ پڑھتا جا رہا تھا میری نظریں اسی پر براجمان تھیں میں سمجھ گیا تھا کہ یہی جادوگر ہے جس نے خونی مکھیوں سے ہمارے علاقے میں خون کا بازار گرم کر رکھا تھا ابھی میں اس کو دیکھ رہا تھا کہ ایک برہنہ لڑکی ہاتھ میں ایک پیالہ لیے اس کے پاس آئی وہ پیالہ سرخ خون سے بھرا ہوا تھا وہ خون اس نے بت پر پھینک دیا تو بت سے آواز آئی۔

اے عظیم پجاری تیری ننانوے خون ہم نے قبول کیے یہ جو انسان خود چل کر یہاں آیا ہے اس کے ساتھ مقابلہ کر اسے مار کر میرے قدموں میں ڈال دے تو پھر وہ سب کچھ تم کو مل جائے گا جو تو چاہتا ہے تمہیں ہر وہ طاقت مل جائے گی جو تو مانگے گا۔ اٹھ کھڑا ہوا اور اس شخص سے مقابلہ کر۔

جی بہتر عظیم آقا اتنا کہہ کر وہ اٹھ گیا اور اس نے پاس پڑی ہوئی تلوار اٹھالی اور اس لڑکی کا سر تن سے جدا کردیا جو خون کا پیالہ لے کر آئی تھی لڑکی کا جسم کچھ دیر تک تڑپا اس کے بعد وہ ٹھنڈا ہوگیا وہ اس لڑکی کے پاس ہی بیٹھ گیا اور اس کے گرم خون کو اپنی انگلی سے لگایا اور اس کو اپنے ماتھے پر سجالیا۔ اور پھر اس کا خون پینے لگا یہ سب دیکھ کر میرے صبر کی انتہا ہوگئی تھی میں نہ رہ سکا اور بول پڑا۔

شیطان کے چیلے میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا کتے کی اولاد تو مجھے ایک بار آزاد کر پھر دیکھنا میں تیرا کیا حشر کرتا ہوں۔ ان بے گناہ لوگوں کو قتل کر کے تمہیں کچھ بھی نہیں ملے گا تو میرے ہاتھوں مارا جائے گا ہمت ہے تو اک بار مجھے آزاد کر۔

میں تیری یہ خواہش ضرور پوری کروں گا تو خود چل کر میرے پاس آیا ہے اب یہاں سے بچ کر نہیں جائے گا اس نے گوشت اور خون کھا پی کر ہاتھ

سے اشارہ کیا تو پنجرہ خود بخود کھل گیا۔ میں آزاد ہو گیا اور پھر میں نے کچھ بھی نہ دیکھا قریب پڑا ہوا لوہے کا پائپ اٹھا کر بت پر دے مارا بت کا سر ٹوٹ گیا اور وہ جادوگر یہ سب دیکھ کر بھاگ کھڑا ہوا مجھے اپنے پستول کا خیال آیا تو میں نے پستول نکال کر اس پر فائر کردیا۔ گولی اس کے پاؤں میں لگی اور وہ گر گیا پھر میں نے بقیہ بت کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔ وہاں ایک زلزلہ سا آ گیا۔ میں نے اس جادوگر کو ہاتھوں میں اٹھایا اور عمارت سے باہر نکل گیا۔ جیسے ہی میں وہاں سے اس کو لے کر باہر نکلا تو وہ عمارت گر گئی اور ہر طرف سے دھواں نکلنے لگا۔ اس جادوگر کے ذہن میں ہی نہ تھا کہ میں اس پر حملہ کرنے سے پہلے بت کو توڑوں گا وہ تو سمجھ رہا تھا کہ میں اس پر حملہ کروں گا اور وہ مجھے ایک منٹ میں مار ڈالے گا لیکن اس کا اندازہ غلط نکلا تھا میں نے وہی کیا جو مجھے بزرگ نے کہا تھا میں نے اس کو مارنے کے بجائے بت کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا تا کہ اس کی طاقت ختم ہو جائے اور ایسا ہی ہوا تھا وہ مجھے خونخوار نظروں سے دیکھ رہا تھا اور پھر وہ بول ہی پڑا۔

اے چالاک انسان اگر تم بت پر حملہ نہ کرتا تو یہ گری ہوئی عمارت پھر سے کھڑی ہو جاتی اور تو اس میں خود ہی قید ہو جاتا۔ اور پھر تمہیں مرنے سے کوئی بھی بچا نہیں سکتا تھا۔

ہاں شاید میں ایسا ہی کرتا تو میرے ساتھ ایسا ہی ہوتا لیکن میں نے وہی کیا جو میں کرنا چاہتا تھا میں مرنے نہیں آیا تھا بلکہ تم کو پکڑنے آیا تھا تو نے وہ کچھ کیا ہے جو ایک انسان سوچ بھی نہیں سکتا تو انسانی خون سے نہاتا ہے اب تو اپنے خون سے خود ہی نہائے گا میں نے اتنا کہہ کر اس کی آنکھوں پر کپڑا باندھ دیا۔ کیونکہ میں جان گیا تھا کہ اب وہ میرے سامنے ایک عام انسان کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے اس کی تمام طاقتیں اس بت کے ٹوٹنے کے بعد ختم ہو گئی ہیں

میں نے اس کے وجود کو اٹھا لیا اور کندھے پر رکھ کر ورد پڑا اور ہوا کو حکم دیا کہ وہ ہمیں لے اڑے ہوا نے ہم کو اڑا لیا۔ اور میں نے اس کو تھانے میں لا پھینکا۔ اور ایک نعرہ لگاتے ہوئے کہا قاتل پکڑا گیا ہے۔ قاتل پکڑا گیا ہے۔۔ سب سپاہی مجھے اور جادوگر کو دیکھ رہے تھے میں نے کہا اس کو حوالات میں بند کردو انہوں نے ایسا ہی کیا میں نے فون کر کے اعلیٰ حکام کو بتا دیا کہ میں نے قاتل کو گرفتار کرلیا ہے اس نے ایک دو نہیں بلکہ ننانوے انسانوں کا خون کیا ہے۔ سب کو جاننے کے بعد انہوں نے مجھے میری ڈیوٹی پر بحال کردیا۔ بلکہ مجھے مزید ترقی دے دی گئی۔ لیکن میں نے کہا مجھے ترقی نہیں چاہیے میں ایس ایچ او رہ کر ہی لوگوں کی خدمت کرنا چاہتا ہوں وہ میری کامیابی پر مجھے ترقی دینا چاہتے تھے لیکن میرے بار بار کہنے پر انہوں نے میری ترقی کو روک لیا اور دس لاکھ کا انعام مجھے دیا جو میں نے اپنے ساتھیوں میں تقسیم کردیا۔ میں نے اعلیٰ حکام سے ایک درخواست کی تھی کہ میں نے لوگوں سے وعدہ کیا ہوا تھا کہ جب بھی میں اس قاتل کو گرفتار کرلوں گا تو اس کو سب کے سامنے پھانسی پر چڑھاؤں گا لہذا میری یہ گزارش کو مان لیا گیا تھا۔

جادوگر نے بھی مان لیا تھا کہ اس نے ننانوے خون کیے ہیں اور ایک خون اور کرتا تو وہ اپنے مقصد کو پا لیتا لیکن وہ حیران اس بات پر ہے کہ یہ نوجوان مجھ تک پہنچا کیسے مجھ تک آج تک کوئی بھی پہنچ نہ سکا تھا کوئی بھی آج تک میرے ٹھکانے کو نہ جان سکا تھا چاہے بڑے سے بڑا جادوگر ہی کیوں نہ لیکن یہ پہنچ گیا اور سب سے بڑھ کر اس کو کیسے معلوم تھا کہ میری تمام طاقتیں اس بت میں تھیں جس کی میں ایک عرصے سے عبادت کرتا چلا آ رہا تھا یہ شخص بہت ہی چالاک ہے اس نے نہ صرف مجھے پکڑا بلکہ میری طاقتوں کو بھی ختم کردیا ہے۔ اس کی باتیں سن کر سب اعلیٰ حکام کی

نظریں مجھ پر جم گئیں وہ مجھ سے اس کے سوالوں کے جواب مانگ رہے تھے اور میں نے ان کو بزرگ کے بارے میں سب کچھ بتا دیا میں نے بتایا کہ جب مجھے نوکری سے نکالا گیا تو اس دن اس جادوگر نے مجھے مارنے کے لیے پلان تیار کر رکھا تھا کہ رات کو خواب میں مجھے ایک بزرگ ملے انہوں نے مجھے سب کچھ بتا دیا کہ یہ سب کچھ ایک جادوگر کر رہا ہے اور آج وہ مجھے ختم کرنا چاہتا ہے اس کی غلام خونی مکھیاں آج مجھے مارنے کے لیے آ رہی ہیں۔ اور میرے جسم کا ڈھانچہ بن جائے گا جس طرح باقی لوگوں کے جسم کا ڈھانچہ بنتا ہے لہذا انہوں نے مجھے اس کو مارنے کا طریقہ بھی بتا دیا اور اپنا بچاؤ کرنا بھی۔ اور پھر میں ان کے بتائے ہوئے راستوں پر چلتا ہوا اس تک جا پہنچا اور ویسا ہی کیا جو مجھے انہوں نے بتایا تھا۔ میں نے چند لفظوں میں اپنی کہانی ان سب کو سنا دی۔ پھر لوگوں کو اکٹھا کیا گیا اور میں نے ان سب کے سامنے اس انسانی خون کے پیاسے انسان کو رکھا تو انہوں نے ایک ہی بات کی کہ اس کا زندہ رہنا ہمارے لیے مزید خطرہ ہو سکتا ہے اس کو پھانسی دی جائے اور ہمیشہ کے لیے اس کا نام دنیا سے مٹا دیا جائے اور پھر ایسا ہی کیا گیا۔ اس کو سب کے سامنے پھانسی کے تختے پر لٹکا دیا گیا۔ اور لوگوں میں سکون کی لہر دوڑ گئی اس کے بعد شہر میں کوئی بھی قتل نہ ہوا ہر طرف سکون ہی سکون تھا۔ میں نے اپنی ڈیوٹی سنبھال لی تھی اور آج رات میں گہری اور میٹھی نیند سویا تھا۔ کہ مجھے خواب میں وہی بزرگ ملے انہوں نے مجھے مبارک باد دی اور کہا یہ کام میں بھی کر سکتا تھا لیکن نہ کر سکا اس کی ایک وجہ تھی اور وہ وجہ یہ تھی کہ میں زندہ انسان نہیں ہوں۔ بہت عرصہ پہلے مر چکا تھا لیکن میں سب کچھ دیکھ رہا تھا جو جو یہ کر رہا تھا اور جو جو ہو رہا تھا میں جانتا جا رہا تھا اور میں یہ بھی جان گیا تھا کہ اس کی موت تمہارے ہی ہاتھوں ہو گی اس لیے میں نے تم کو تلاش کرلیا اور پھر وہ

کچھ ہوا جو ہونا چاہیے تھا۔ اتنا کہہ کر وہ بزرگ غائب ہو گئے اس کے بعد وہ میرے خواب میں کبھی بھی نہیں آئے۔

کیسی لگی میری کہانی اپنی رائے سے مجھے ضرور نوازیے گا۔ شکریہ۔

غزل

شکوہ اس کی یادوں سے اس طرح کیا ہم نے
ہنستے ہنستے دل کو رولا دیا ہم نے
اک لمحہ دیا اس نے جینے کے لیے
اور اسی میں زندگی کو بیتا دیا ہم نے
اک صفحے پہ لکھی اسکی یاد کی داستان
دوسرا حصہ خالی ہی جلا دیا ہم نے
کس بات کی معذرت چاہتے ہیں وہ
جس بات کو سنتے ہی بھلا دیا ہم نے
وہ کیوں نہیں آتے ہمارے پاس
جن کی راہوں میں پلکوں کو بچھا دیا ہم نے

نرگس ناز۔ سکھر

شکوہ

ہر روز کی طرح آج بھی شام ڈھلی
لیکن نجانے کیوں آج دل اداس سا ہے
کچھ اپنے تھے شاید جو بچھڑ گئے
کچھ سپنے تھے جو ٹوٹ گئے
اس رات کی تاریکی میں اکیلے بیٹھے جب چاروں طرف نظریں اٹھائیں تو کوئی اپنا نہیں تھا
دل تو تنہا تھا اب بھی تنہا ہے
کیوں لوگ اس دل میں بس کر چھوڑ جاتے ہیں
کیوں لوگ یہ دل توڑ جاتے ہیں
کیوں مجھے تنہا چھوڑ جاتے ہیں

نرگس ناز۔ سکھر

خون آشام

۔۔۔تحریر: کامران احمد۔ منڈی بہاؤالدین۔

اف خدایا یہ سب کیا ہوگیا ہے۔ دیکھنے والے کانپ کر رہ گئے۔ اور پھر پتہ چلا کہ اس نے فراز کا خون پینا شروع کیا تو فراز نیچے زمین پر گر گیا وہ اس کا خون پیتی رہی اور پھر اس نے وہ خون جو فراز ساتھ لے کر گیا تھا سارا خون فراز کے منہ کو لگا دیا اور زبردستی اس کو پلانے لگی اپنے ہاتھوں سے فراز کا منہ کھولتی اور اس میں وہ خون ڈال دیتی۔ کچھ خون اس نے خود بھی پیا تھا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ ایک تو لڑکی بے ہوش ہوگئی اور دوسرا خون پینے سے فراز بھی خون آشام بیماری میں مبتلا ہوگیا۔ اور وہ بھی ایک خون آشام نوجوان بن گیا جس نے اپنی محبوبہ کو خوراک بنا دیا۔ اور جب محبوبہ زخمی ہوئی تو اس نے اپنے بچاؤ کے لیے اس کو کاٹ لیا بس اس کے کاٹتے ہی اس کی رگوں کو بھی فراز کا خون لگ گیا اور یہ خون ایسا تھا جس کو دم کیا گیا تھا جس کا اثر ایک منٹ سے پہلے ہی ہو جاتا ہے اور یوں مسکان کے دانتوں کو اس کا خون لگتے ہی وہ بھی اس جیسی ہوگئی۔ اب دونوں ایک دوسرے کا خون پینے کے بعد بے ہوش پڑے ہیں اور جب بھی یہ ہوش میں آئیں گے تو ان کو پھر سے خون کی طلب ہوگی۔ بزرگ کی باتیں سن کر گاؤں میں کہرام مچ گیا سارا گاؤں ڈر اور دکھ سے اس کا منہ تکتے گئے۔۔۔ ایک دلچسپ اور سنسنی خیز کہانی

رات کی گہری تاریکی میں جب آسمانی بجلی کڑکتی تو ریلوے لائن کی پٹڑی چمک اٹھتی ہوائیں آہستہ آہستہ طوفان کو روپ دھاڑ رہی تھیں ریلوے لائن کی دوسری طرف لگی جھونپڑیوں کے پھٹے ہوئے کپڑے ہواؤں میں اڑ جانے کو بے تاب تھے بدل گرجنے کی خوفناک آواز ماحول کو اور بھی مزید ڈروانا بنا رہی تھیں، کچھ دیر بعد تیز بارش اور کالے طوفان آنے کے آثار صاف دکھائی دے رہے تھے لیکن ایک جھونپڑے میں دھیمی دھیمی روشنی ابھی بھی دکھائی دے رہی تھی شیشے کی بوتل میں ایک ٹمٹماتا ہوا دیا نظر آ رہا تھا جو کسی بھی وقت آنکھیں بند کرنے کو تیار تھا۔

دیکھ مہیش شیطان دیوتا نے تمہیں ایک بیٹی کا پتا بنایا ہے سوشیلا نے اپنے پتی مہیش کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

شیلو میں تو کب کا اپنے بیٹے کا انتظار کر رہا تھا لیکن یہ تو چھوکری پیدا ہوگئی ہے۔ چلو شیطان دیوتا کی جے ہو جس نے ہمیں اولاد سے تو نوازہ پھر مہیش نے کونے میں پڑے بت کی طرف دیکھا اور جلدی سے ایک سجدے میں گر گیا اے گندگی کے باپ آج کی شب میں آپ سے بہت خوش ہوں اسی خوشی میں میں نے تین نوجوانوں کی بلی دی ہے بت کی آنکھیں تھوڑی روشن ہوئی۔

جیو میرے بچے سیوک تو نے ہماری بہت سوا کی چند دنوں بعد ہم تمہیں ایک سب سے بڑی شکتی دیں گے اور پھر تم دنیا کے سب سے طاقتور جادوگر بن جاؤ گے۔ صرف تم وہ کرو جو ہم کہتے ہیں اور پھر آنکھیں بوجھ سی گئیں جی جی گناہوں کے



مہاراج میں ایسا ہی کروں گا پھر مہیش سجدے سے اٹھا اور اپنی پتنی کی چارپائی کے قریب آیا جس سے چند گھڑیاں پہلے ایک لڑکی کو جنم دیا اور پھر بولا۔

سوشیلا دیکھ ہم اپنی بچی کو آج سے خون پلائیں گے یہ شیطان دیوتا کا حکم ہے۔

کیا کیا۔ سوشیلا بوکھلا سی گئی۔

ہاں ہاں۔ ہم اس چھوکری کو خون پلائیں گے پھر مہیش نے اپنی انگلی نیچے پڑے ہوئے خون کے برتن میں ڈبودی اور ایک کورے کاغذ کی مانند صاف ننھے ننھے بالکل پھول کی طرح معصوم چھوٹے چھوٹے ہونٹوں پر لگا دیا۔

رات کا وہ نجانے کون سا پہر تھا جب امتیاز کی آنکھ کسی کی دستک سے کھل گئی وہ آج اپنے گھر میں اکیلا ہی تھا اس نے صحن کی لائٹس آن کی اور جب گیٹ کا دروازہ کھولا تو دیکھتا گیا تکتا گیا گھورتا ہی گیا اس کے سامنے ایک نہایت ہی خوبصورت اور حسین دوشیزہ کھڑی تھی اس کا لباس اس کے جسم سے تھوڑا کم تھا اس کی گیلی زلفیں سارے جس پر بکھری ہوئی تھیں اس کے گلاب کی مانند سرخ ہونٹ دلکشی میں مزید اضافے کا باعث بن رہے تھے امتیاز دل ہی دل میں کہنے لگا۔

ایک شام ہمارے نام کردو
زخم ہیں جو آج وہ سارے بھردو
ہوسکے تو ایک احسان کرنا صنم
بس تم خود کو میرے نام کردو

وہ پتہ نہیں کتنے لمحے اس کو دیکھتا رہا پھر اچانک بولا آپ کون ہیں اور اس وقت۔

جی۔ وہ مختصر بولی۔ ہم آج کی رات صرف اور صرف آپ ہی کے لیے آئے ہیں اس حسینہ نے اپنے گیلے بالوں کو امتیاز پر جھاڑتے ہوئے کہا امتیاز ایک عجیب سے نشے میں گم ہوتا چلا گیا۔

ہاں ہاں آؤ میری جان۔

وہ یہ بھول چکا تھا کہ اس کے گاؤں میں ایک ہفتے سے ایک سایہ نظر آتا ہے اور قتل وغارت کے واقعات کی کتاب روز ہی اس گاؤں میں کھولی پڑی ہوتی ہے وہ اس کو لیے کمرے میں چلا گیا۔ اور صوفے پر پیار سے بٹھایا۔

اے پیارے اجنبی آپ کے ہاں یہ روایت نہیں کہ کوئی مہمان آئے اور اس سے پانی کا پوچھ لیا جائے وہ حسینہ اپنی نوشیلی آواز میں بولی۔

ہاں ہاں کیوں نہیں آپ ایک منٹ بیٹھیں میں ابھی لے کر آتا ہوں اور امتیاز باہر کچن کی طرف چلا گیا اس پر ایسا نشہ طاری تھا کہ اس نے یہ بھی نہ سوچا کہ ایک اکیلی لڑکی اتنی رات کو کیسے آئی وہ حسینہ بھی جلدی سے کچن میں داخل ہوگئی اور اس نوجوان جس نے پتہ نہیں ایک ہی رات کے کیا کیا سپنے سجائے تھے کی گردن پر جھکی اور اور پھر کیا تھا تھوڑی ہی دیر بعد اس کے کمرے سے ایک لڑکے کی چیخ ابھری اور پھر وہ خونی حسینہ اس کا خون پینے میں مصروف ہوگئی۔

گاؤں کا ہر فرد اس خون آشام بلا کا شکار ہوتے جا رہے تھے آخر کار انہوں نے ایک پنچائت اکھٹی کی اور فیصلہ یہ ہوا کہ آج شام وشام دو دو بندے گاؤں کے آخری سرے پر پہرہ دیں گے اور پھر ان کی ڈیوٹیاں لگادیں گی کہ آج کون کون پہرہ دے گا۔ وہ پہرہ دینے کے لیے تیار ہوگئے۔

رات گہری تھی مسلسل گہری اس گاؤں کے لوگ خاموشی کی چادر اوڑھے سو رہے تھے دو آدمی پہرے پر کھڑے تھے دور دور صرف آوارہ کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں رات دس بجے تک کوئی چیز نظر نہ ائی لیکن دس کے بعد انہیں دور سے آتی ہوئی ایک نقاب پوش لڑکی نظر آئی جب وہ نزدیک سے گزرنے لگی تو ایک آدمی بولا۔

کون ہو تم اور اتنی رات گئے کہاں سے آرہی

ہو

جی۔ چچا میں عمران کی بیٹی ہوں اور کالج سے آج تھوڑی دیر ہوگئی تھی میری دوست نے مجھے اپنے گھر آنے کو کہا تھا اور پھر مجھے اپنے گھر آتے ہوئے دیر ہوگئی۔ کیا آپ لوگ مجھے کچھ آگے تک چھوڑ آئیں گے۔ اس لڑکی نے ایک ہی سانس میں بات ختم کرڈالی اور انہوں نے ایک نظر اس کو دیکھا اور پھر اس سے نرم لہجے میں کہا۔

ہاں کیوں نہیں۔ آؤ میرے ساتھ۔

پھر ایک آدمی وہاں ہی کھڑا رہا جبکہ دوسرا اس کو چھوڑنے چلا گیا۔

چاچا آپ یہاں کیا کر رہے تھے۔ وہ لڑکی بولی

بیٹا اس خون آشام سائے کی تلاش میں میرا مطلب ہے کہ ہم پہرے کے لیے منتخب ہوئے ہیں تمہیں بھی پتہ ہے کہ آئے دن گاؤں میں کوئی نہ کوئی قتل ہو جاتا ہے۔

اوہ میرا ایل۔۔۔۔۔ اس لڑکی کا موبائل نیچے گرا اندھیرے میں کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔

بیٹا میرے پاس ٹارچ ہے میں دیکھتا ہوں جب وہ آدمی نیچے جھکا تو وہ لڑکی اپنے روپ میں آنے لگی اور پیاس کی شدت اتنی تھی کہ جھٹا جھٹ اس نے اس شخص کی شہہ رگ اپنے ہونٹوں مین دبوچ لی اور اپنی پیاس بجھائی صبح سویرے ہی اس گاؤں میں ماتم ہو رہا تھا سب گاؤں والے بہت ہی پریشان تھے لیکن وہ یہ جان چکے تھے کہ وہ کوئی بلا نہیں بلکہ ایک لڑکی کے روپ میں خونی شکارن ہے جو خون کی پیاسی ہے۔

فراز آج بہت خوش تھا کیونکہ آج اس کا ایم اے کا رزلٹ آیا تھا اور اس نے پہلی پوزیشن حاصل کی تھی وہ گاؤں سے شہر میں پڑھنے کے لیے رہتا تھا اور آج وہ اپنے گاؤں واپس آگیا تھا لیکن گاؤں آتے ہی یہ خبر سنتے ہی اس کی ساری خوشی خاک میں مل گئی۔ وہ اپنے والدین اور گاؤں والوں کے مرجھائے ہوئے چہرے کو دیکھ کر بہت ہی پریشان تھا اسے سب کچھ بتایا گیا اس کے سامنے بھی کئی قتل ہوئے تھے لوگوں نے اسے شروع سے لے کر آخر تک بات بتائی فراز نے یہ بات دل میں ٹھان لی کہ وہ ضرور ہر حال میں اپنے گاؤں کو بچائے گا اس نے اپنی پینٹ کی پاکٹ سے پرس نکالا اور مسکان کی تصویر دیکھنے لگا اور مسکان اس کی چاچا کی بیٹی تھی اور ان دونوں کی محبت کو سارے گاؤں والے جانتے تھے لیکن وہ ابھی دونوں اس محبت کو کوئی رشتے کا نام نہ دے سکے۔ اب فراز نے ایک اور بات طے کرلی کہ جب وہ اپنے گاؤں کو اس خونی چڑیل سے نجات دے گا پھر وہ مسکان کو اپنی دلہن بنا کر گھر لے آئے گا۔

اگلی صبح فراز نے فجر کی نماز پڑھنے کے بعد جب سب لوگ مسجد سے جاچکے تھے تو مولوی صاحب بات کی کہ اس گاؤن کو بچانے کے لیے کیا کیا جائے۔

ہاں بیٹا ہمیں کچھ کرنا چاہیے ورنہ یہ گاؤں ختم ہوجائے گا مولوی صاحب بولے۔

ہاں مولوی صاحب میرے خیال سے ہمیں کسی اللہ والے سے رابطہ کرنا چاہیے۔

ہاں بیٹا میں بھی تجھے یہ ہی کہنے والا تھا خیر بات ہوگئی اور فراز اسی دن گھر والوں سے چھپ کر شہر کی طرف چل دیا۔ اور کسی عامل بابا کی تلاش میں پورا دن بھٹکتا رہا آخر کار اسے ایک اللہ والا مل گیا وہ بہت ہی نیک بزرگ تھے تین بڑی بڑی لائیں ان کے لیے کھڑی تھیں وہ بھی ایک لائن میں کھڑا ہوگیا جب وہ سب چلے گئے تو فراز ان کے پاس بیٹھ گیا سلام دعا کے بعد وہ بات کرنے ہی والا تھا کہ بابا جی بولے۔ بیٹا مجھے معلوم ہے کہ تو کس

لیے آیا ہے۔ اس بزرگ کے چہرے پر نور صاف دکھائی دے رہا تھا ابھی بھی وہ عبادت میں ہی مشغول تھے بیٹا یقیناً تم ان قتلوں کے قاتل کے بارے میں ہی پوچھنے آئے ہو۔

جی جی۔ باباجی میں اس خونی بلا کے ہی بارے میں پوچھنے آیا ہوں ہمارے گاؤں میں دو تین ہفتے سے مسلسل قتل ہوئے جارہے ہیں بتائیں کہ وہ کیا ہے اور اس کا حل کیا ہے فراز نے پوچھا۔

بیٹا جو بات میں تجھے بتانے لگا ہوں اس بات کا تعلق اسی خونی کھیل سے ہے بیٹا میری بات بڑے غور سے سننا وہ کوئی چڑیل بدروح نہیں بلکہ ایک عام سی لڑکی ہے۔

عام سی لڑکی۔۔فراز بوکھلا گیا۔

ہاں بیٹا وہ بے قصور ہے شاید بزرگ تھوڑی دیر خاموش رہے اور پھر ایک طویل سانس لے کر بولے آج سے تقریباً اٹھارہ سال پہلے جنگل سے پار ایک ہندوؤں کی بستی بسا کرتی تھی اس بستی میں ایک خوفناک رات ایک عورت نے اپنی کھوکھ سے ایک لڑکی جنم دیا اس لڑکی کا باپ انتہائی لالچی تھا وہ شیطان کا پوجاری تھا وہ شیطان کی دن رات پوجا کرتا شیطان اسے کچھ دنوں بعد کچھ شکتی دیتا پھر وہ پوجاری معصوم لوگوں کی بلی دینے لگا شیطان اس سے مزید خوش ہوا کیونکہ شیطان کا عمل اور گہرا ہوتا جارہا تھا شیطان نے اسے حکم دیا کہ تو اپنی اولاد کو خون پلائے گا اور وہ اسے سب سے بڑی شکتی دے گا جس سے وہ دنیا پر حکومت کرے گا اس نے وہ بات مان لی اور ماں کے روکنے پر بھی اس نے اپنی بچی کو خون پلایا جس فیڈر میں اس بچی کا سفید دودھ ہونا چاہیے تھا وہاں سرخ گڑھا محلول تھا وہ لڑکی اسی خون پر پلتی تھی کچھ برس بعد اسے خون کی لت بری طرح سے لگ چکی تھی جب اس خون آشام لڑکی نے جوانی کی دہلیز پر پاؤں رکھا تو ایک رات اسے خون نہ ملا اس نے یہ پیاس اپنے والدین پر بجھائی رفتہ رفتہ دھیرے دھیرے وہ بستی بھی ایک دن ختم ہوگئی اور پھر جب اسے وہاں کوئی نظر نہ آیا تو وہ اس بستی سے بھاگ نکلی لیکن شیطان نے اسے جانے نہ دیا اور کہا۔ کہ تو میری جڑاوئی ہے تو میری پوجارن ہے تو یہاں سے بھاگ کر کہیں نہیں جاسکتی تجھے اب وہی تو میری سیوا کرنی ہے وقت گزرتا گیا وقت کی ریل سرکتی گئی وقت کے ساتھ ساتھ پتہ چلا کہ وہ لڑکی تو شیطان سے بھی تیز نکلی اور شیطان کا بت توڑ کر اس بستی سے بھاگ نکلی اور وہ برسوں کا چلتا ہوا عمل ختم ہوگیا اور پھر وہ وہی لڑکی جنگل کو پار کرکے اس گاؤں میں چلی آئی اور خونی کھیل کھیلنے لگی پھر باباجی خاموش ہوگئے۔

لیکن باباجی۔ باباجی مجھے بتائیے کہ ہمیں اب کیا کرنا چاہیے۔ ہے تو وہ باباجی ایک عام سی لڑکی تو میں اسے ریوالور سے ختم کردوں گا فراز نے جذباتی ہوتے ہوئے کہا۔

بیٹا اب تو وہ عام لڑکی نہیں رہی۔ نجانے کتنے خون اس کے اندر ہیں وہ کسی خطرناک چڑیل سے کم نہیں ہے بیٹا اس کے اگلے دو دانت بڑھ رہے ہیں وہ اب ایک خون آشام بدروح سے کم نہیں تم صرف میری بات سنو اس کے اندر کی گندگی کو ہمیں پہلے نکالنا ہوگا۔ اور پھر ہی ہم اس کو موت دے سکتے ہیں جب وہ مرجائے گی تو ہم اس کو مسلمانوں جیسے کفن دفن کرکے کسی ویران جگہ دفنا دیں گے۔

باباجی۔ ہمیں اس کے اندر کی گندگی کو کیسے ختم کرنا ہوگا۔

بیٹا کسی پاک جانور کا خون اس کو پلانا ہوگا میں تمہیں اس کے ٹھکانے کا بتاتا ہوں پھر اس بزرگ نے فراز کو اس خونی بلا کو ٹھکانا بتایا تم بس اپنا خیال رکھنا وہ بہت ہی تیز ہے وہ رات کے اندھیروں میں اپنا شکار بنانے کے لیے باہر نکلتی ہے

تم رات کو ہی اس غار میں چلے جانا اور پھر فراز ان کی تمام باتیں سن کر گھر واپس آگیا۔ وہ اپنے بیڈ روم میں بیٹھا ہوا تھا اور کھڑکی میں اس ہولناک اور تاریک رات کو دیکھ رہا تھا جو اپنا کالا سیاہ منہ کھولے تک رہی تھی رات کتنی خاموش ہوتی ہے اتنی ہی جتنی کہ مرنے کے بعد انسان۔ وہ یہ سوچ رہا تھا کہ اگر میری موت کل شب لکھی جاچکی ہے تو میں کیا کروں گا میری مسکان کا کیا ہوگا کیسے رہ پائے گی وہ میرے بن کاش مرنے کے بعد بھی یہ پیار کا سلسلہ جاری رہتا اور پھر فراز نے بھی اپنی آنکھیں بند کرلیں۔ سارے دن وہ تیاریوں میں لگا رہا اور آخر وہ رات کو اپنے مشن کی طرف جانے کے لیے گھر سے نکل پڑا۔ رات کافی بیت چکی تھی وہ ہر قدم پر چونک جاتا جیسے قریبی جھاڑیوں سے یا کسی درخت سے کوئی بھوت اتر کر اسے کھا جائے گا یکا یک کسی نے اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھا فراز کے جسم میں چیونٹیاں سی رینگتی ہوئی محسوس ہوئی اس نے جب مڑ کر ٹارچ سے دیکھا تو اس کے ایک بار تو رونگٹے کھڑے ہوگئے وہ ایک بہت ہی خوبصورت دوشیزہ تھی جس کی آنکھیں خون سے تر تھیں۔ اور منہ سے خون کے فوارے پھوٹ رہے تھے۔

اے جوان خوبصورت وحسین اجنبی۔ کیا نام ہے تمہارا۔ اس نے ایک ادا سے پوچھا۔

فراز۔

بہت پیارا نام ہے تمہاری طرح۔ وہ مسکراتے ہوئے اس کے قریب ہوتے ہوئے بولی اور اس کے بالوں پر ہاتھ پھیرنے لگی۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ یہ کیا چاہتی ہے یہ میرا خون پینا چاہتی ہے وہ ایک دم پیچھے ہٹ گیا موت کا خوف اس پر طاری ہوگیا لیکن جلد ہی وہ سنبھل گیا اور رک گیا۔

کیا تم اس پیاسی حسینہ کی پیاس بجھا سکتے ہو وہ تھوڑا سا مسکرائی۔

ہاں ہاں۔ آ میرے قریب اور بجھا لے اپنی پیاس میرے خون سے۔ اس نے ہمت کرتے ہوئے کہا تو وہ تیزی سے اس کی طرف بھاگی۔ لیکن فراز نے اسکے قریب آتے ہی اس کی چٹیا پکڑ لی۔ اور اس کا منہ نیچے زمین پر رکھے ہوئے پیالے کی طرف لے گیا لے پی لے خون۔ تیرے لیے ہی لایا ہوں۔ اس نے وہ خون اسکے سامنے رکھ دیا جو وہ ایک پاک جانور کا لے کر آیا تھا۔

واؤ تم تو بہت ہی اچھے ہو ہاں بہت ہی اچھے وہ قہقہے لگا کر ہنسنے لگی۔ ہاہاہا۔۔ ہاہاہا۔ اور پھر جو ہوا وہ شاید فراز کی سوچ سے بھی بالاتر تھا اس نے اپنے نوکیلے دانت فراز کی گردن پر گھبو دیئے۔ بے شرم نہیں چھوڑوں گا تمہیں۔ وہ ایک دم تڑپا اور پھر ہر طرف خاموشی چھا گئی۔

صبح پرندے اپنے اپنے گھروں سے نکلے اور آفتاب کی کرنیں بھی گاؤں کے کھیتوں کو روشن کرنے لگی کسان اپنے کاموں پر جانے لگے لوگوں نے ایک منظر دیکھا وہ منظر تو کچھ اور ہی داستان پیش کررہا تھا ایک طرف وہ خونی لڑکی اور اس کے ساتھ فراز بھی بے ہوش پڑا ہوا تھا گاؤں والے بہت پریشان ہوگئے مولوی صاحب نے اس بزرگ کو بھی بلایا اور فراز کو ہسپتال لے جایا گیا۔ سارا گاؤں اس کی سلامتی کی دعا کررہا تھا۔

بزرگ نے گاؤں والوں کو بتایا کہ یہ لڑکا ماشاء اللہ بہت ہی طاقتور ہے اور ذہین بھی اس نے اس بلا سے مقابلہ کیا اور کامیاب ہوگیا اس کے اندر کی ساری گندگی اب نکل جائے گی اس بہادر لڑکے نے وہ دم والا پاک خون اسے پلا دیا ہے اور اب صرف ایک ہفتے بعد اسے ہوش آئے گا اور ہم اس لڑکی کو ختم کردیں گے فراز کے والدین سمیت سارا گاؤں ہسپتال میں کھڑا تھا مسکان کی بھی آنکھوں میں آنسو تھے وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی اچانک ڈاکٹر نے

خوشخبری سناتے ہوئے کہا۔
فراز کو ہوش آگیا ہے آپ اس سے مل سکتے ہیں
یہ سنتے ہی سب کے مرجھائے ہوئے چہرے خوشی سے کھل اٹھے مسکان بھاگتی ہوئی اس کی طرف بھاگی۔اور جاتے ہی جیسے وہ فراز پر گرسی گئی۔
فراز تم ٹھیک تو ہوناں۔ لیکن جب اس نے فراز کا چہرہ دیکھا تو ایک دم ڈرسی اس کا چہرہ خون سے بھرا ہوا تھا۔
مسکان میری بات سنو۔
وہ بھاگنے لگی کہ فراز نے اس کی چٹیا سے پکڑلیا اور پھر کچھ ہی دیر میں پورے بیڈ پر سرخ خون واضح دکھائی دینے لگا۔
اف خدایا یہ سب کیا ہوگیا ہے۔ دیکھنے والے کانپ کر رہ گئے۔ اور پھر پتہ چلا کہ اس نے فراز کا خون پینا شروع کیا تو فراز نیچے زمین پر گر گیا وہ اس کا خون پیتی رہی اور پھر اس نے وہ خون جو فراز ساتھ لے کر گیا تھا سارا خون فراز کے منہ کو لگا دیا اور زبردستی اس کو پلانے لگی اپنے ہاتھوں سے فراز کا منہ کھولتی اور اس میں وہ خون ڈال دیتی۔ کچھ خون اس نے خود بھی پیا تھا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ ایک تو لڑکی بے ہوش ہوگئی اور دوسرا خون پینے سے فراز بھی خون آشام بیماری میں مبتلا ہوگیا۔ اور وہ بھی ایک خون آشام نوجوان بن گیا جس نے اپنی محبوبہ کو خوراک بنا دیا۔ اور جب محبوبہ زخمی ہوئی تو اس نے اپنے بچاؤ کے لیے اس کو کاٹ لیا بس اس کے کاٹتے ہی اس کی رگوں کو بھی فراز کا خون لگ گیا اور یہ خون ایسا تھا جس کو دم کیا گیا تھا جس کا اثر ایک منٹ سے پہلے ہی ہوجاتا ہے اور یوں مسکان کے دانتوں کو اس کا خون لگتے ہی وہ بھی اس جیسی ہوگئی۔ اب دونوں ایک دوسرے کا خون پینے کے بعد بے ہوش پڑے ہیں اور جب بھی یہ ہوش میں آئیں گے تو ان کو پھر سے خون کی طلب ہوگی۔ بزرگ کی باتیں سن کر گاؤں میں کہرام مچ گیا سارا گاؤں ڈر اور دکھ سے اس کا منہ تکنے گئے لوگوں نے بزرگ سے پوچھا۔
اب کیا ہوگا۔ ہمارے بچوں کا۔
بزرگ کچھ دیر خاموش رہے پھر سے کہنے لگے۔ مجھے تو اب ان کو دیکھ کر دکھ ہو رہا ہے میں خود بھی پچھتا رہا ہوں کہ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا مجھے اس لڑکی کو ویسے ہی اس کے ہاتھوں سے مروا دینا چاہیے تھا میں نے تو یہ سوچ کر ایسا کیا تھا کہ ہوسکتا ہے میرے دم کیے ہوئے خون سے وہ لڑکی کچھ سنبھل جائے لیکن مجھے کیا پتہ تھا کہ سب کام الٹا ہوجائے گا۔ اب نہ صرف وہ لڑکی اور فراز بلکہ مسکان بھی اس لپیٹ میں آگئی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ یہ اتنے جلدی انسان نہیں بنیں گے کئی لوگوں کا خون پئیں گے تب پھر جاکر ان کا کچھ کیا جاسکے گا۔
یہ کہہ کر بزرگ خود بھی رونے لگے۔
اب اس کا ایک ہی حل ہے کہ ہمیں فراز اور مسکان کو موت کی نیند سلا دینا چاہیے کیونکہ ایسا کرنا اب ہماری مجبوری ہے۔ اور مجبوری کبھی کبھی انسان کو ایسے تنگ دائرے میں گھیر لیتی ہے جہاں وہ صرف بے بسی اور لاچاری کے پہلوؤں میں کھیلتا ہے ایسا ہی کچھ اس گاؤں میں ہو رہا تھا گاؤں کے سارے بڑے چھوٹے کو وہ بے بسی اور لاچارگی سے لوگوں کو تک رہے تھے ایسا لگ رہا تھا کہ وہ کچھ کہنا چاہتے ہوں اگر انہیں نہ مارا جاتا تو یہ خون آشام بیماری بڑھتی جاتی ایک سے دوسرے اور پھر دوسرے سے تیسرے اور پھر ہوسکتا تھا کہ پورا گاؤں ہی اس کی لپیٹ میں آجاتا ہر کوئی یہاں خون آشام ہی نظر آتا۔ ان کو ایسی موت دی جائے جس سے ان کے جسموں کو ذرا بھی تکلیف نہ ہو اور پھر مشورے سے ان کو خون میں زہریلی گولیاں ملا کر دے دی گئیں اور وہ وحشیوں کی طرح خون پر جھپٹ پڑے اور پھر ہمیشہ کے لیے میٹھی نیند سو گئے۔
پورا ایک مہینہ ان دونوں کا سوگ منایا گیا کچھ دن بعد اس خونی لڑکی کو بھی مار دیا گیا اور اسے بھی ایک جگہ دفن کر دیا گیا۔
اب گاؤں میں کوئی بھی خون کا پیاسا نہ باقی نہ رہا تھا لوگ پھر سے اپنی زندگی آرام سے اور سکون سے بسر کرنے لگے انہوں نے اپنے گاؤں کا نام بھی مسکان کے نام سے رکھ دیا اور آج بھی اس گاؤں کو مسکان آباد ہی کہا جاتا ہے ان دونوں کے نام سے اک گاؤں اب بھی خوشی زندگی بسر کر رہا ہے لیکن انہوں نے اس خون آشام جوڑے کو کبھی نہ بھلایا اس کے احسانات ناقابل فراموش تھے خدا ان کی روحوں کا میل کرائے اور سکون عطا فرمائے۔ آمین
قارئین کرام کیسی لگی آپ کو میری کہانی اپنی رائے سے مجھے ضرور نوازیئے گا تاکہ مجھ میں لکھنے کا مزید حوصلہ پیدا ہو۔

غزل

اے ساگر دل کی یہ حسرت ہے مجھے اپنی تو گہرائی دے
تیری لہروں میں بہنے نہ دینا مر جاؤں گی نہ جدائی دے
تیرے نام کی زندگی جی لوں گی تیری آنکھ سے آنسو پی لوں گی
اس دنیا میں مجھے تیرے سوا اب اور نہ کچھ بھی دکھائی دے
ان لبوں سے تیرا نام صنم کہیں چھین نہ لیں دنیا والے
تو میرا ہے میں تیری ہوں کبھی آکر یہ گواہی دے
مرنے سے پہلے اے جانم حسرت یہ پوری کر دینے
سینے سے لگا کر وعدہ کر تو میرا ہے سچائی دے
دنیا میں اپنوں تو ساتھ رہے کبھی مجھ سے الگ نہ ہوجانا
مر جاؤں تو قبر کی تختی پر تیرا بھی نام دکھائی دے
(کشور کرن، پتوکی)

غزل

جا دس دے ساری دنیا نوں
اساں پیار تیرے نال پاچھڈیا
ہن نکل نئیں سکدا دل چوں تو
اساں ایسا جندرا لا چھڈیا
ناں لگے تتی ہوا تینوں
تیرے لئی اساں بدل منگ لیے نئیں
تیرے سر تے سایہ رکھن لئی
مینوں وانگ تندور جلا لینا
اس زندگی سانوں سوچاں نوں
اساں تیرے ناویں لاچھڈیا
ناں دور ہون دا سوچیں توں
تیری راہواں وچ مرجاواں گی
میں جان تلی تے رکھ لئی اے
نالے کفن گلے وچ پاچھڈیا
اس دنیا تو ہن ڈرنا نئیں
اسیں پیار کراں گے رج رج کے
اک دوجے دی بانہہ پھڑ کے کرن
اسیں دنیا نوں دیکھا چھڈیا
کشور کرن۔ پتوکی

ہم تجھے پکارتے رہ گئے
تو نے ہم سے دوری بڑھائی
یوں کرنی تھی بے وفائی کیوں مجھ سے پریت بڑھائی
میرے مرنے کی ہرجائی
جب خبر تیرے تک آئی
تو ساری رسمیں بھول گئی
کیوں آنکھ تیری بھر آئی
یوں کرنی تھی بے وفائی کیوں مجھ سے پریت بڑھائی
کشور کرن۔ پتوکی

کالی ڈائن

۔۔۔تحریر: عدنان عاشق پریم۔ گوجر خان۔

سانول کو کچھ بھی معلوم نہ تھا کہ احمد کے گلے میں لاکٹ ہے وہ جیسے ہی احمد کے ساتھ ٹچ ہوا اس کو بجلی کی طرح ایک شدید جھٹکا لگا اور دور جا گرا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کو آگ لگ گئی۔ اور وہ احمد کے سامنے ہی تڑپنے لگا اور تڑپتے تڑپتے وہی ٹھنڈا ہو گیا اور اس کا جسم بھی راکھ کا ایک ڈھیر بن گیا۔ وہ وہاں سے چل دیا اور کنویں کو تلاش کرنے لگا لیکن اتنی تلاش کے بعد بھی اس کو کنواں نہ ملا وہ تھک ہار کر ایک جگہ بیٹھ گیا۔ اور پریشان ہو گیا کہ اسے کنواں کہاں ملے گا تھوڑی دیر بعد وہ آرام کرنے کے بعد اٹھا اور ایک بار پھر اس نے تلاش شروع کر دی اور اسے وہ کنواں نظر آ گیا۔ وہ آگے اس کے نزدیک پہنچا اور یہ دیکھ کر اس کو حیرت ہوئی کہ وہ کنواں بہت ہی عجیب و غریب قسم کا تھا اور اس کنویں کے پانی پر قدرتی طور پر دھوپ پڑ رہی تھی اس کنویں کے پاس ہی ایک رسی اور لوٹا پڑا ہوا تھا جیسے اس کنویں سے کوئی پانی بھرتا ہو احمد نے اس کی مدد سے کنویں سے پانی نکالا اور اسے ایک بوتل میں بھرنے لگا جیسے ہی اس نے پانی بوتل میں بھرا تو اس کے سامنے ایک دھماکہ ہوا اس سے وہی کالی ڈائن سامنے آ گئی اور اس نے آتے ہی احمد پر حملہ کر دیا مگر خوشی کی بات یہ کہ احمد کے گلے میں لاکٹ ہونے کے باوجود اسے چھو بھی نہ سکی احمد کو بابا جی کی آواز سنائی دی بیٹا وہ کنویں کا پانی اس کالی ڈائن پر ڈال دو وہ مر جائے گی۔ احمد نے ایسا ہی کیا پھرتی کے ساتھ وہ پانی اس چڑیل پر انڈیل دیا۔ پانی پڑنے کی دیر تھی کہ اس کالی ڈائن کو آگ لگ گئی اور وہ وہی ڈھیر ہو گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہاں صرف راکھ کا ڈھیر تھا اچانک دور سے احمد کو بابا جی آتے ہوئے دکھائی دیے انہیں دیکھ کر احمد کو روحانی سی خوشی ملی وہ سوچ رہا تھا کہ اس کے ہاتھوں کتنا اہم کام سرانجام ہو گیا ہے اور یہ سب بابا جی کی وجہ سے ہوا ہے اگر بابا جی ہمیں کچھ بھی نہ بتاتے تو ہو سکتا تھا کہ ان کے گاؤں تباہ و برباد ہو جاتے۔ بابا جی چلتے ہوئے اس کے پاس پہنچ گئے ۔۔۔ ایک دلچسپ اور سنسنی خیز کہانی

چاند نگر ایک چھوٹا سا گاؤں تھا جو بہت ہی پیارا اور خوبصورت تھا جس کا نام پریم نگر تھا ان دونوں گاؤں کے درمیان ایک ندی گزرتی تھی ان دونوں گاؤں کے درمیان کافی اچھے تعلقات تھے اگر کسی ایک گاؤں میں مصیبت آتی تو دوسرے گاؤں والے اس کی بھرپور مدد کرتے تھے اور ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہوتے تھے دونوں گاؤں کا آپس میں باہمی اتفاق تھا ان دونوں گاؤں کے سردار بھی نیک دل تھے ان دونوں سرداروں کے درمیان بھی باہمی اتفاق تھا لوگ ان سے بہت خوش تھے ان دونوں گاؤں میں لوگوں کی بہت ساری زمینیں تھیں لوگ زمینوں میں ہل چلاتے اور اپنا گزر بسر کرتے تھے چاند نگر گاؤں میں ایک لڑکا احمد رہتا تھا احمد کا اس دنیا میں کوئی نہیں تھا اس لیے وہ چاند نگر کے سردار جس کا نام امین تھا اس کے ساتھ رہتا تھا امین کا اس دنیا میں کوئی بیٹا نہ تھا اس



لیے وہ احمد کو ہی اپنا بیٹا مانتا تھا احمد بہت ہی سیدھا سادھا نوجوان تھا اسے دینا کی رنگینوں کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہ تھا احمد شکل وصورت کے لحاظ سے بہت ہی خوبصورت تھا۔

دوسری طرف پریم نگر میں سانول نام کا ایک لڑکا تھا جو کہ پریم نگر گاؤں کے سردار کا بیٹا تھا پریم نگر گاؤں کے سردار کا نام رحمان تھا رحمان پریم نگر گاؤں کا سردار ہونے کے ساتھ ساتھ بہت امیر ترین آدمی تھا اس لیے رحمان نے سانول کو شہر پڑھائی کے لیے بھیجا تھا سانول شہر کے سب سے مشہور کالج میں پڑھتا تھا کالج کی پڑھائی مکمل ہونے کے بعد سانول اپنے گاؤں پریم نگر واپس آ گیا۔ پریم نگر کبھی سانول نہ گیا تھا نزدیک ترین ہونے کی وجہ سے چاند نگر بھی سانول نہ گیا تھا۔ اور نہ ہی وہ چاند نگر گاؤں کے لوگوں کو جانتا تھا سانول کو کالج مین تانیہ نام کی لڑکی سے پیار ہو گیا تھا تانیہ بھی سانول کو پاگلوں کی طرح چاہتی تھی اس لیے سانول تانیہ کو بھی اپنے ساتھ پریم نگر لے آیا تھا تانیہ کا اس دنیا میں کوئی نہیں تھا وہ اکیلی تھی اس لیے وہ سانول کے ساتھ ہی آ گئی تھی سانول نے اپنے باپ رحمان کو تانیہ کے بارے میں سب کچھ بتا دیا تھا تانیہ رحمان کو بہت ہی اچھی لگی اور اسے اپنے گھر کی بہو بنانے کا فیصلہ کر لیا تھا تانیہ سانول کی ماں کو بھی بہت اچھی لگی تھی سانول کی ماں نے تانیہ سے اس کے گھر والوں کے بارے میں پوچھا تو تانیہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے سانول کی ماں نے اس سے کہا۔

بیٹی کیا ہوا۔

میرا اس بھری دنیا میں کوئی بھی نہیں ہے۔

پاگل کون کہتا ہے کہ تیرا اس دنیا میں کوئی نیں ہم ہیں نہ تو مجھے ماں بلایا کر۔

سچ ماں وہ یہ سن کر بہت ہی خوش ہوئی۔

احمد اپنے کھیتوں میں کام کر رہا تھا وہاں دین آ گیا وہ احمد کو کام کرتا ہوا دیکھ کر بہت ہی خوش ہوا احمد نے جب امین کو دیکھا تو وہ کام چھوڑ کر امین کی طرف چل دیا اور ان کو ادب سے سلام کیا۔

وعلیکم اسلام۔ بتاؤ کیسا چل رہا ہے کام

بہت اچھا لیکن آپ یہاں کیسے۔

بس بیٹا کھیتوں کی سیر کو نکلا تھا۔ من کیا تو تم سے ملنے چلا آیا اچھا کرو کام۔

جی اچھا۔ وہ اتنا کہہ کر دوبارہ سے کام کرنے لگا امین آگے چل پڑا جب احمد کام سے فارغ ہوا تو اور گھر کو واپس جانے لگا تو احمد کو دور کھیتوں میں کچھ دکھائی دیا پہلے تو احمد نے سوچا کہ چھوڑ و یار ویسے ہی کوئی چیز ہو گی پھر اس نے سوچا کہ جا کر دیکھنے مین کیا ہرج ہے احمد اس کی طرف چل پڑا۔ جس طرف وہ چیز پڑی ہوئی تھی جب احمد اس کے بالکل قریب پہنچا تو اس کو ایک لڑکی بے ہوش پڑی ہوئی ملی اس لڑکی کے سر پر چوٹ لگی ہوئی تھی اور خون بہہ رہا تھا احمد اس کو دیکھ کر ڈر گیا اور سونے لگا کہ اس لڑکی کو یہاں کون چھوڑ گیا ہے اور یہ لڑکی کون ہے وہ سوچوں کی دنیا سے باہر نکلا اور اس لڑکی کو اٹھایا اور اپنے گھر کی طرف چل دیا۔ امین نے دور سے ہی احمد کو دیکھ لیا تھا کہ وہ لڑکی کو کندھے پر اٹھائے ہوئے چلا جا رہا تھا تو وہ بھی اس کی طرف ہو لیا۔ اور کہا۔

یہ لڑکی کون ہے۔ اور اسے کہاں سے اٹھا کر لائے ہو احمد نے کہا۔ یہ لڑکی کھیتوں سے ملی ہے اور وہاں کوئی بھی نہ تھا اس لیے میں اسے گھر لے کر جا رہا ہوں اس کی حالت دیکھیں پوری طرح زخمی ہے نجانے اس کو کیا ہوا ہے یہ کہتا ہوا وہ آگے چل دیا اور پھر دونوں گھر جا پہنچے۔

پریم نگر میں تانیہ کے گم ہونے کی خبر پورے گاؤں میں پھیل گئی تھی تانیہ گھر میں موجود نہ تھی اور کسی کو کچھ بھی پتہ نہ تھا کہ وہ کہاں گئی ہے رحمان کے گھر والے بہت ہی پریشان تھے خاص طور پر سانول تانیہ کے گم ہونے کی وجہ سے بہت پریشان تھا رحمان نے سانول سے کہا۔

میں چاند نگر جا کر تانیہ کو ڈھونڈتا ہوں ہوسکتا ہے کہ وہ وہاں گئی ہو سانول نے رحمان سے کہا۔

میں بھی آپ کے ساتھ ہی چلتا ہوں

ہاں ٹھیک ہے چلو۔ وہ دونوں گھر سے نکلے اور چاند نگر گاؤں کی طرف چل دیے چند نگر پہنچ کر وہ سیدھے امین کے گھر پہنچے اور تانیہ کے متعلق ساری بات امین کو بتائی امین نے ساری سچائی امین اور سانول کو بتا دی کہ کس طرح احمد کو کھیتوں میں کام کرتے ہوئے ایک لڑکی زخمی حالت میں ملی ہے سانول نے امین سے کہا کہ ہم اسے دیکھ سکتے ہیں۔ اتنے میں احمد بھی وہاں آ گیا اس نے سلام کیا تو امین نے کہا

بیٹا سانول کو ساتھ لے جاؤ اور وہ لڑکی دکھاؤ جو تم کو کام کرتے ہوئے ملی ہے۔

احمد سانول کو اس کمرے میں لے گیا۔ سانول لڑکی کو دیکھ کر چلایا۔ یہی ہے میری تانیہ مگر اس کے سر پر چوٹ کیسے لگی۔

یہ مجھے اسی طرح زخمی حالت میں ملی تھی کھیتوں میں کام کے دوران اور میں اس کو اٹھا کر گھر لے آیا۔ احمد نے تفصیل بتائی اتنے میں لڑکی کو ہوش آنے لگا۔ آہ۔ آہ آہ۔ سانول چلایا اس کو ہوش آ گیا ہے وہ اس کے سامنے کھڑا ہو گیا اور ایک طرف احمد بھی کھڑا ہو گیا۔ تانیہ نے جونہی آنکھیں کھولیں تو سانول کو دیکھتے ہی ایک چیخ ماری اور بھاگتے ہوئے احمد سے لپٹ گئی۔

مجھے بچا لو مجھے بچا لو یہ مجھے مار دے گا۔

سانول یہ سب دیکھ کر حیران سا رہ گیا کہ اس کو کیا ہو گیا ہے یہ مجھے دیکھ کر ڈری کیوں ہے وہ اس کی طرف بڑھا اور اس کو بازو سے پکڑ کر احمد سے جدا کرتے ہوئے کہا۔

دیکھو تانیہ مین تمہارا سانول ہوں۔

تانیہ نے ایک جھٹکے سے اس کے ہاتھوں سے اپنا بازو چھڑا لیا اور احمد سے روتے ہوئے بولی۔

مجھے بچا لو مجھے بچا لو یہ مجھے مار ڈالے گا۔ یہ مجھے مار ڈالے گا احمد جونہی آگے بڑھنے لگا تو سانول نے اسے اشارے سے روک دیا اور بولا۔

تانیہ یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے میں ہوں سانول تمہارا سانول۔ آؤ گھر چلیں دیکھیں ہم تم کو ڈھونڈتے ہوئے یہاں تک آ گئے ہیں۔ تانیہ نے اس کے منہ پر ایک زوردار تھپڑ مارا اور احمد سے چمٹ گئی۔ اتنے میں امین بھی اندر داخل ہوا۔ اور یہ تماشہ دیکھنے لگا۔ سانول نے ایک بار پھر اس کو بازو پکڑنے کی کوشش کی تو تانیہ نے جھٹکے سے اس کے ہاتھوں سے اپنا بازو چھڑا لیا۔ اور باہر کی طرف بھاگ گئی۔ احمد بھی اس کے پیچھے بھاگا۔ سانول اسی جگہ بیٹھ گیا اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے رحمان نے آگے بڑھ کر سانول کو سنبھالا اور اس کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

کیا ہو گیا ہے بیٹا تم کو۔

میری تانیہ کو کیا ہو گیا ہے۔ وہ اپنے پیارا اپنے سانول کو نہیں پہنچان رہی اتنے میں امین بولا۔

لگتا ہے کہ تانیہ کے ساتھ بہت برا ہوا ہے۔ اس لیے وہ ایسا کر رہی ہے اور سانول کو پہنچان نہیں رہی ہے آپ ایسا کریں کہ جب تک وہ ٹھیک نہیں ہو جاتی تب تک اسے یہیں رہنے دیں جب وہ ٹھیک ہو جائے گی آپ اسے یہاں سے لے جانا

نہیں نہیں میں ایسا نہیں کروں گا۔ سانول

جلدی سے بولا میں اس کو ساتھ ہی لے کر جاؤں گا رحمان نے اس کی بات سن کر اس کو سمجھایا اور کہا بیٹا تمہارا چاچا ٹھیک کہہ رہا ہے جب تک وہ ٹھیک نہیں ہو جاتی اسے یہیں پر رہنے دیتے ہیں اور جس طرح وہ کہہ رہی ہے کہ تم اسے مار ڈالو گے اور اگر ہم ایسی صورت میں ہم اسے لے گئے تو مجھے ڈر ہے کہ وہ کچھ الٹا سیدھا نہ کر دے ایسے میں سانول چپ ہو گیا۔ اس نے رحمان کی بات مان لی اور پھر دونوں وہاں سے چلے گئے۔

تین ماہ ایسے ہی بیت گئے تین ماہ سانول تانیہ کی جدائی برداشت کرتا رہا اور تانیہ ان تین ماہ میں ان لوگوں سے مل گھل گئی تھی وہ یہ تک بھول گئی تھی کہ سانول نام کا کوئی آدمی اس کی زندگی میں آیا بھی تھا کہ نہیں تانیہ اب احمد کو پسند کرنے لگی تھی مگر احمد نے کبھی ایسا نہیں سوچا تھا اس نے کبھی تانیہ کو ایسی نظر سے نہیں دیکھا تھا وہ تو یہ سوچ کر خوش ہو رہا تھا کہ تانیہ سانول کی امانت ہے وہ کب آئے اور آ کر تانیہ کو یہاں سے لے جائے۔

سانول نے رحمان سے کہا۔ تین ماہ بیت گئے ہیں تانیہ ٹھیک ہو گئی ہو گی ہمیں جا کر تانیہ کو واپس لے آنا چاہیے رحمان نے سانول کی ہاں میں ہاں ملائی اور وہ تانیہ کو لینے چاندنگر کی طرف چل پڑے وہ دونوں امین کے گھر پہنچے تو تانیہ صحن میں بیٹھی ہوئی تھی سانول کو دیکھتے ہی تانیہ نے چیخنا چلانا شروع کر دیا۔ تانیہ کے چیخنے کی آواز سن کر امین اور احمد وہاں آ گئے تانیہ احمد کو دیکھتے ہی اس کی طرف بھاگی اور کہنے لگی۔

وہ۔ وہ دوبارہ آ گیا ہے وہ مجھے مارنے آیا ہے مجھے اس سے بہت زیادہ ڈر لگ رہا ہے وہ پوری طرح خوفزدہ ہو گئی تھی۔ وہ۔ وہ دیکھو وہ میری طرف بڑھ رہا ہے اس کو روکو کہ میرے قریب نہ آئے وہ زور زور سے رونے لگی۔

وہ سانول ہے تمہارا سانول۔ وہ تمہیں کچھ بھی نہیں کہے گا تم اس سے ذرا بھی نہ ڈرو۔

نہیں نہیں اسے کہو کہ وہ یہاں سے چلا جائے مجھے اس سے کوئی بھی بات نہیں کرنا اور نہ ہی کچھ سننا ہے وہ مجھے مار دے گا۔ سانول کے دل پر یہ الفاظ بجلی کی طرح گرے اور وہ وہاں سے اٹھ کر چلا گیا اور جنگل کی طرف نکل گیا رحمان بیٹھ کر امین سے باتیں کرنے لگا اور احمد تانیہ کو کمرے میں لے گیا رحمان نے امین سے پوچھا۔

مجھے سمجھ نہیں آ رہی ہے کہ تانیہ بیٹی کو ہوا کیا ہے وہ سانول کو پہچاننے سے انکار کیوں کر رہی ہے وہ زندگی تھا اس کی مگر اب یہ اسے پہچاننے سے انکار کر رہی ہے ایک ساتھ دونوں بڑھے ہیں اور تانیہ کے کہنے پر ہی وہ اس کو گھر لے کر آیا تھا لیکن اب یوں لگ رہا ہے کہ جیسے اسے کچھ ہو گیا ہے۔

پتہ نہیں یار اس بچی کو کیا ہو گیا ہے حالانکہ وہ بالکل ٹھیک ہو گئی تھی لیکن آج سانول کو دیکھنے کے بعد اسکی وہی حالت ہو گئی ہے لگتا ہے کہ اس کے ساتھ ضرور کوئی ایسا واقعہ ہوا جس نے اس کو سانول سے خوفزدہ کر دیا ہے۔

پتہ نہیں مجھے تو کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہی ہے۔ رحمان نے کہا اور پھر اٹھ کر چلا آیا۔ جب وہ اپنے گاؤں پہنچا تو اس کو پتہ چلا کہ سانول ابھی تک گاؤں نہیں پہنچا ہے۔ وہ کہاں چلا گیا ہے۔

مجھے کیا پتہ کہ وہ کہاں چلا گیا ہے ہاں جب تانیہ نے اس کو پہچاننے سے انکار کر دیا تھا تو وہ غصہ سے گھر سے باہر نکل گیا تھا لیکن اب جب اس کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے گا تو وہ خود ہی آ جائے گا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

سانول جنگل کی طرف بڑھتا چلا جا رہا تھا تانیہ کے نفرت بھرے الفاظ اس کے ذہن میں ہتھوڑے برسا رہے تھے اس کو کچھ بھی سمجھ نہیں

رہی تھی کہ وہ کیا کرے اس کو یہ بھی معلوم نہیں رہا تھا کہ وہ کہاں جا رہا ہے کس طرف جا رہا ہے آنکھوں میں آنسو سجائے وہ چلتا ہی جا رہا تھا۔ دوپہر سے شام اور شام سے رات ہو گئی مگر وہ تانیہ کی یادوں سے اس وقت باہر آیا جب اس کے کندھے پر کسی نے ہاتھ رکھا۔ اور اس کو آواز سنائی دی۔

سانول۔

اپنا نام کسی کی زبان سے سن کر وہ چونک اٹھا۔ مڑ کر دیکھا تو سامنے ایک خوبصورت دوشیزہ کھڑی تھی۔ وہ حیران ہو رہا تھا کہ اتنی خوبصورت لڑکی اکیلی اس جنگل میں کیا کر رہی ہے۔ چاند کی روشنی ہر طرف پھیلی ہوئی تھی اور اس لڑکی کا خوبصورت چہرہ واضح دکھائی دے رہا تھا۔

تم کون ہو کہاں سے آئی ہو اور اس وقت یہاں کیا کر رہی ہو۔ اس نے ایک دم کئی سوال کر دیئے۔ وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

میرا نام سحر بانو ہے میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہاں سے گزر رہی تھی نجانے میرے تمام ساتھی کہاں چلے ہیں میں ان کو ڈھونڈ رہی تھی کہ تم مجھے دکھائی دیئے لیکن تم نے اپنے بارے میں نہیں بتایا کہ تم کون ہو اور یہاں کیا کر رہے ہو۔

میرا نام سانول ہے اور میرا محبوب میرا پیار مجھ سے روٹھ گیا ہے میں اس کی یادوں میں کھویا ہوا یہاں چلا آیا ہوں مجھے کچھ بھی پتہ نہیں چلا کہ اندھیرا ہو گیا ہے لیکن میں تو چلا اب تم ڈھونڈو اپنے ساتھیوں کو وہ اٹھنے لگا تو وہ بولی۔

میں ایک عورت ذات ہوں مجھے تو پہلے ہی جنگل سے خوف آ رہا تھا اور اب تم بھی اگر چلے گئے تو میں ہو سکتا ہے کہ خوف سے ہی مر جاؤں۔ کیا آپ اس وقت تک میرا ساتھ دو گے جب تک میرے ساتھی مجھے مل نہیں جاتے۔ لڑکی باتیں سن کر وہ چپ ہو گیا اور پھر بولا۔

کہتی تو تم ٹھیک ہو کہ تم اس گھناؤنے جنگل میں رات کی اس تاریکی میں ان کو کہاں تلاش کرو گی چلو میں تمہارا ساتھ دیتا ہوں میں تمہاری مدد کرتا ہوں اتنا کہہ کر وہ اس کے ساتھ چل دیا اور اس کے ساتھیوں کو تلاش کرنے لگا چلتے چلتے سانول بولا تم کہاں سے آئی ہو یہاں تک کیسے پہنچی۔

میں ایک کالج میں پڑھتی ہوں اور ہم ساتھیوں کا پروگرام بنا تھا کہ جنگل کی سیر کو چلیں سو ہم لوگ یہاں آ گئے اور اپنا کیمپ لگا لیا۔ میں تھکی ہوئی تھی سو کیمپ میں سو گئی اب جب اٹھی تو میں بالکل اکیلی تھی نجانے میرے ساتھی کہاں چلے گئے ہیں میں ان کی تلاش میں نکل پڑی اور اب میں یہ بھی بھول گئی ہوں کہ میرا کیمپ کس طرف لگا ہوا ہے میں جنگل میں ان کو تلاش کرتے کرتے کہاں تک آ گئی ہوں کس طرف آ گئی ہوں۔ اس لڑکی نے اپنی تمام کہانی مختصراً سنا دی اور سانول نے بھی تانیہ کے بارے میں اسے سب کچھ بتا دیا۔ سانول کو خود بھی جنگل کے راستوں کا پتہ نہیں تھا لیکن اس کے باوجود بھی وہ اس کی مدد کر رہا تھا چلتے چلتے وہ بہت ہی دور نکل گئے تھے نجانے کس طرف چلے گئے تھے دونوں کو ہی پتہ نہ تھا۔

سانول میں تھک گئی ہوں مجھ سے مزید نہیں چلا جائیگا اتنا کہہ کر وہ ایک درخت کے تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ وہ بھی تھکا ہوا تھا وہ بھی اس سے کچھ دور بیٹھ گیا اور پھر لیٹ گیا لیٹتے ہی اس کو نیند آ گئی اور وہ سو گیا۔ جب وہ اٹھا تو اس نے دیکھا کہ سحر اس کے پاس نہیں ہے وہ کہاں چلی گئی تھی وہ سوچنے لگا اس نے ادھر ادھر دیکھا لیکن اس کو وہ کہیں بھی دکھائی نہ دی اس نے اس کو آوازیں لگائیں لیکن اس کو اس کی کسی بھی آواز کا جواب نہ ملا۔ وہ اٹھ کر ایک طرف چل دیا ابھی کچھ ہی دور گیا تھا کہ اس کو کسی کے ہنسنے کی آوازیں سنائی

دیں۔ جہاں ہنسنے کی آوازیں آرہی تھیں وہاں کچھ روشنی تھی سانول اس روشنی کی طرف چل دیا۔ لیکن اردگرد کا ماحول دیکھ کر اس کو یوں لگا جیسے یہ وہ جنگل نہیں ہے جہاں وہ موجود تھا یہ تو کوئی اور ہی جگہ تھی یہ کون سی جگہ تھی وہ بھی نہیں جانتا تھا وہ جوں جوں روشنی کی طرف بڑھ رہا تھا توں توں روشنی تیز ہوتی جارہی تھی اور یہ تو کوئی حویلی تھی جس میں وہ گھوم رہا تھا اور روشنی کسی کمرے سے دکھائی دے رہی تھی حیرانگی کے ساتھ ساتھ ڈر بھی اس کی رگوں میں سمانے لگا لیکن وہ اب کچھ بھی نہیں کرسکتا تھا ماسوائے اس کے کہ وہ پتہ کرے کہ کمرے میں روشنی کیوں ہے اور ہنسنے کی آوازیں کس کی ہیں۔ وہ چلتا ہوا کمرے کے پاس جا پہنچا۔ اس نے اندر جھانک کر دیکھا تو اندر اسکو سحر دکھائی دی۔ وہ اکیلی نہ تھی اس کے ساتھ کوئی اور بھی تھا۔ اور دونوں ہی باتوں کے دوران ہنس بھی رہے تھے اس کو ان کی باتوں کی سمجھ نہیں آرہی تھی وہ چاہتا تھا کہ وہ ان کی باتیں سنے اور جانے کہ وہ کون ہیں اور یہ کس جگہ پر ہیں وہ یہ سوچ کر اور قریب ہوگیا اب اس کو ان کی آوازیں صاف سنائی دے رہی تھیں اسے سحر کی آواز سنائی دی۔

میں اس لڑکی کے عاشق کو بھی یہاں لے آئی ہوں اچانک زور زور سے ہنسنے کی آواز آنے لگی ہاہاہا۔ تو جواب میں کسی مرد کی آواز سنائی دی۔

سحر بانو تم نے بہت اچھا کام کیا ہے اس کے لیے تم کو ہم ایک بہت بڑا انعام دیں گے۔

سانول یہ سن کر دھنگ رہ گیا یہ کیا باتیں ہورہی ہیں جب اس آدمی نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو مارے ڈر کے سانول کی چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی کیونکہ اس کی شکل اتنا بھیانک تھی کہ کوئی کمزور دل والا ہوتا تو وہ اسے دیکھ کر وہیں خوف سے مرجاتا اس کی شکل اتنی بھیانک تھی کہ اس کی بھنویں بڑی بڑی آنکھوں سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے زبان دوشاخہ باہر کو لٹک رہی تھی اور خون اس کی زبان سے ٹپک رہا تھا جیسے ابھی ابھی کسی کا خون پی کر آیا ہو پورے جسم کے ساتھ بچھو اور دوسرے کئی قسم کے حشرات ارض چپکے ہوئے تھے دونوں بازوؤں کے ساتھ دو عدد فالتو ہاتھ یعنی اس نے چار ہاتھ تھے اچانک روشنی کی ایک بہت بڑی اور تیز دھار آئی اور اس نے دوبارہ بولنا شروع کردیا۔ سحر بانو جیسا کہ ہم نے اس کی محبوبہ کے ساتھ کیا وہ اب اس کو پہنچاننے سے انکار کررہی ہے اب اس کا بھی ہم یہی حال کریں گے اور اس طرح ہم پورے پریم نگر اور چاندنگر کو اپنا شکار بنالیں گے اس جن نے کہا کہ جاکر دیکھو سحر بانو اس کو ہوش آیا ہے کہ نہیں سحر نے ادب سے سر ہلایا اور کہا۔

جو حکم بادشاہ سلامت میں جاکر دیکھتی ہوں اور سحر دروازے کی طرف چل دی ادھر باہر سانول جو یہ سب باتیں سن کر دھنگ کھڑا تھا سے کچھ بھی ہوش نہ تھا کہ اس کے ساتھ کیا ہورہا ہے وہ وہی بت بنا کھڑ رہا اتنے میں سحر نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ سانول بت بنا کھڑا تھا سحر سانول کو دروازے کے پاس کھڑا دیکھ کر حیران سی رہ گئی۔ کہ اس نے ہماری باتیں سن تو نہیں لیں وہ جلدی سے پیچھے مڑی اور تیز قدموں سے چلتی ہوئی اس جن کے پاس آئی اور بکھری ہوئی سانسوں سے کہنے لگی۔

بادشاہ سلامت۔ وہ۔ وہ۔ وہ۔

کیا ہوا۔ یہ۔ وہ۔ وہ کیا لگا رکھی ہے کیا تمہیں کسی سانپ نے سونگھ لیا ہے اس سے آگے بھی کچھ بولو۔ سحر نے اپنی سانسوں کو درست کرتے ہوئے کہا۔

وہ۔ وہ۔ وہ سانول۔۔ اس نے ہماری باتیں سن لی ہیں وہ باہر ہی کھڑا تھا۔

تو پھر کیا ہوا اس کو اندر لے کر آؤ۔۔۔ میں دیکھتا ہوں اس کو کہ وہ کیا کرسکتا ہے۔۔۔ وہ انہیں قدموں واپس مڑی اور سانول کے پاس چلی گئی۔

چلو اندر۔ وہ تم کو بلا رہے ہیں

وہ کچھ بولنے لگا تھا کہ اس نے زبردستی اس کو اندر کی جانب دھکا دیا۔ وہ بہت ڈرا ہوا تھا اچانک کا چہرہ تبدیل ہونے لگا اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے ایک بھیانک شکل کی چڑیل بن گئی یہ دیکھ کر سانول کا دل بند ہونے لگا اس نے بھاگنے کی کوشش کی مگر اس سے بھاگا نہ گیا کیونکہ اس کے پاؤں منوں بھاری ہوگئے تھے اچانک اس جن نے کہا۔

دیکھ لڑکے ہم نے تیری محبوبہ کے ساتھ برا سلوک کیا ہے کہ وہ تجھے پہنچاننے سے انکار کررہی ہے اب تیری باری ہے اور اس طرح ہم دونوں گاؤں کو تباہ کردیں گے وہ تو اس کی قسمت اچھی تھی کہ وہ بچ گئی جب سانول نے یہ سنا تو وہ اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا وہ اس جن کو مارنے کے لیے آگے بڑھا لیکن اسے خود ایک زوردار تھپٹر پڑا جس سے اس کے ہوش اڑ گئے وہ تھپٹر مارنے والی سحر چڑیل تھی اس نے چلاتے ہوئے کہا۔

تو ہمارے بادشاہ جن کو مارے گا ہم تیرا وہ حال کریں گے کہ تیرے گھر والے بھی تجھے پہچاننے سے انکار کردیں گے اچانک سانول کو اس کمرے سے بہت ساری چڑیلوں کے بین کرنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں کبھی کسی کے ہنسنے کی آواز آتی تو کبھی رونے کی سانول نے دیکھا کہ کمرے کے ایک کونے میں فرش پھٹا اور اس میں سے عجیب وغریب قسم کے حشرات ارض نکل کر سانول کی طرف بڑھنے لگے جن میں سانپ بچھو چھپکلی لال بیگ اور نجانے کیا کیا جن کی شکلیں بہت عجیب قسم کی تھیں سانول انہیں دیکھ کر بہت ڈر گیا وہ وہاں سے بھاگنا چاہ رہا تھا مگر اس سے بھاگا نہ گیا وہ جیسے ہی سانول کے نزدیک پہنچے تو اچانک ایک زوردار دھماکہ ہوا جس نے زلزلہ آنے لگا اچانک سانول کے سر پر کوئی بھاری چیز لگی جس سے اس کو ہوش نہ رہا اور وہ بے ہوش ہوگیا۔ جب سانول کو ہوش آیا تو خود کو اس نے ایک چھوٹی سی جھونپڑی میں پایا سر پر چوٹ لگنے کی وجہ سے اسے کچھ بھی نہ یاد نہ رہا تھا کہ اس کے ساتھ کیا کچھ ہوتا رہا تھا۔ اس کا سر درد سے پھٹا جارہا تھا اس نے جھونپڑی کا جائزہ لیا جو بہت چھوٹی تھی وہ اٹھا اور جھونپڑی سے باہر نکل آیا جھونپڑی سے باہر ایک چارپائی بچھی ہوئی تھی اور اس پر ایک بزرگ بابا تشریف فرما تھے بہت ہی نورانی صورت والے تھے داڑھی کے بال سفید تھے اور وہ ہاتھ میں تسبیح لیئے ہوئے ورد کررہے تھے سانول ان کے نزدیک گیا اور بابا سے کہا۔

بابا آپ کون ہیں۔

بابا نے آنکھیں کھولیں۔ بیٹا تم کو ہوش آگیا۔

جی بابا لیکن۔

دیکھو سانول بیٹا۔ اپنا نام ان کے منہ سے سن کر اس کو مزید حیرانگی ہوئی بولا۔

بابا آپ میرا نام کیسے جانتے ہیں۔

بیٹا ادھر آؤ میں تم کو بتاتا ہوں۔ بابا نے اس کو اپنے پاس بٹھا لیا۔ ہاں اب پوچھو کیا پوچھنا چاہتے ہو ان کی بات سن کر وہ بولا۔

بابا جی۔ یہ میرے ساتھ کیا ہورہا ہے۔

ہاں بیٹا جانتا ہوں میں نے تم کو اس جن اور چڑیل سے چھٹکارا دلایا ہے اگر میں کچھ لیٹ ہوجاتا تو ہوسکتا تھا کہ وہ تم کو مار ڈالتے۔

لیکن بابا۔ وہ مجھے کیوں مارنا چاہتے تھے

پتہ نہیں۔ اللہ بہتر جانتا ہے لیکن اتنا ضرور جانتا ہوں کہ تانیہ کے ساتھ کیا ہوا بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ تانیہ اب اس دنیا میں نہیں ہے ان دونوں نے مل کر تانیہ کو ماردیا ہے اب تانیہ کے روپ میں وہ کالی ڈائن ہے جو چاند کی چودھویں کو

ایک بھیانک روپ دھارے گی اور چاندنگر اور پریم نگر کو تباہ و برباد کرے گی چاند کی چودھویں پورے ایک مہینے کے بعد ہے اور وقت بہت کم ہے اس جن کو سحر نام کی چڑیل کو تو میں نے ختم کر دیا ہے اب اس کالی ڈائن کا خاتمہ تم ہی کرو گے جو تانیہ کے روپ میں چاندنگر میں رہ رہی ہے سانول کے اندر یہ سن کر انتقام کی آگ بھڑک اٹھی اور اسے اپنے پیار کا بدلہ بھی تو لینا تھا۔

اس نے کہا باباجی میں ضرور اپنے دونوں گاؤں کو بچاؤں گا اس کے لیے چاہے مجھے کچھ بھی کرنا پڑے گا میں کروں گا۔

باباجی بولے ہاں میں تم کو سب کچھ بتادوں گا کیونکہ اس کالی ڈائن کو ہر روز ایک عجیب وغریب قسم کی چڑیل ملنے کے لیے آتی ہے اب ان دونوں گاؤں کو بچانا تمہارے ہاتھ میں ہے سانول پر جوش لہجے میں بولا۔

میں ضرور بچاؤں گا آپ مجھے بتائیں کہ مجھے کیا کرنا ہوگا بابا نے کہا۔

تمہارا عمل بہت مشکل ہے تمہیں ایک ایسے کنوین کا پانی لانا ہوگا۔ جو کسی قسم کے کسی سائے میں نہ ہو یعنی کہ اس کنوین کے پانی پر صبح سے شام تک دھوپ پڑتی ہو یعنی اس کنویں کے پانی پر صبح سے لے کر سورج غروب ہونے تک قدرتی طور پر دھوپ رہتی ہے بابا نے یہ بھی بتایا کہ یہ کنواں شما کی طرف ایک بہت بڑے صحرا میں ہے اور اس صحرا میں اس کالی ڈائن نے اپنا جادو چھوڑ رکھا ہے اور وہاں پہنچنا بہت ہی مشکل ہے اس کے لیے پہلے تمہیں پانچ دن کا ایک چلہ کرنا ہوگا۔

باباجی میں چلہ کرنے کے لیے تیار ہوں۔ بس مجھے بتادیں کہ چلہ کروں کیسے۔ باباجی اسے چلہ بتانے لگے کہ یہ چلہ تمہیں ایک قبرستان میں کرنا ہوگا اور بابا نے اس کو ورد بھی یاد کروادیا سانول نے وہ ورد یاد کرلیا بابا نے کہا۔

بشارات ہونے والی ہے تم اب جاؤ اور قبرستان میں بیٹھ کر چلہ شروع کرو اور چلہ شروع کرنے سے پہلے اپنے گرد حصار کھینچنا مت بھولنا۔ سانول نے باباجی سے اجازت لی اور کسی قبرستان کی تلاش میں چلا گیا تو چلتے وقت بابا نے کہا۔

سانول تمہیں بہت سارے طریقوں سے ڈرایا جائے گا مگر تم حصار سے باہر نہ نکلنا ورنہ بے موت مارے جاؤ گے سانول وہاں سے نکلا اور قبرستان میں پہنچ گیا وہاں پہنچ کر سانول نے ایک پرانی قبر کے پاس حصار کھینچا اور اس میں بیٹھ کر ورد پڑھنے لگا پہلے کے کچھ گھنٹے تو آرام سے گزر گئے مگر جب آدھی رات کا وقت ہوا تو ایک زوردار دھماکہ ہوا اور اس نے آنکھیں کھولیں اور دیکھا کہ پاس والی قبر پھٹ گئی ہے اور اس کے اندر سے سرخ رنگ کا لاوا نکلنے لگا اور اس کی طرف بہنے لگا سانول یہ دیکھ کر ڈر گیا مگر پھر ہمت پیدا کر کے آنکھیں بند کر کے پڑھنے لگا اچانک سانول کو چیخنے چلانے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ اس نے آنکھیں کھولیں تو باہر کا منظر دیکھ کر ڈر گیا اس لاوے میں عجیب قسم کی شکلیں دکھائی دے رہی تھیں جو بہت زیادہ بھیانک تھیں اچانک اس قبر سے مردہ اٹھا اور سانول کو دھمکی دینے لگا کہ چلہ چھوڑ دے ورنہ تیرا بہت ہی برا حشر کروں گا۔ ایک تو سانول کا دل کہہ رہا تھا کہ چلہ چھوڑ کر بھاگ جائے مگر پھر اس نے خود میں ہمت پیدا کی اور بابا کی باتوں کو یاد کر کے ورد پڑھنے لگا۔ خدا خدا کر کے وہ رات بھی گزر گئی سانول فجر کی آزانوں کے وقت چلے سے باہر نکلا اس نے فجر کی نماز پڑھی اور واپس باباجی کی جھونپڑی میں چلا گیا۔ اندر باباجی عبادت میں مصروف تھے سانول وہاں سے باہر آیا اور باہر بچھی ہوئی چارپائی پر لیٹ گیا ساری رات جاگنے کی وجہ

سے اسے سخت نیند آرہی تھی اسے پتہ ہی نہ چلا کہ کب اسکی آنکھ لگی اور وہ کب سو گیا۔

چاندنگر سے ہر روز ایک لڑکی غائب ہو جاتی تھی کسی کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ کیا ماجرہ ہے سارے چاندنگر کے لوگ بہت ہی پریشان تھے اور یہ بات پریم نگر گاؤں والوں کو بھی پتہ چلی تو وہ بھی پریشان ہو گئے ادھر رحمان الگ پریشان تھا کہ اس کا بیٹا سانول پتہ نہیں کہاں چلا گیا۔ سانول کی ماں اس کی جدائی میں رو رو کر الگ پریشان تھی تانیہ کے روپ میں وہ کالی ڈائن بہت ہی خوش تھی مگر کسی کو کیا پتہ تھا کہ تانیہ کے روپ میں کیا ہے وہ۔

سانول کی آنکھ اس وقت کھلی جب اس کو کوئی پکار رہا تھا اس نے آنکھیں کھولیں تو اس کے سامنے باباجی کھڑے تھے باباجی کو دیکھ کر سانول چونک کر اٹھا اس نے ادھر ادھر دیکھا تو شام کا وقت تھا بابا نے سانول سے کہا۔

بیٹا تم چونک کیوں گئے تمہارے چلے کا ٹائم نزدیک آرہا تھا اس لیے تمہیں اٹھایا ہے اب تم یہ کھانا کھالو اور چلے کے لیے تیار ہو جاؤ سانول نے کھانے کی ٹرے باباجی کے ہاتھوں سے لے لی اور کھانا کھانے لگا اس نے کل رات سے کچھ بھی نہ کھایا تھا کھانے سے فارغ ہو کر اس نے کل والی جگہ پر جا کر چلہ شروع کر دیا۔ ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ ایک بہت ہی بھیانک شکل چڑیل آئی اور وہ سانول کو دھمکیاں دینے لگی۔

اے لڑکے یہ چلہ چھوڑ کر بھاگ جا ورنہ میں تیرا وہ حشر کروں گی کہ یاد رکھے گا۔ مگر سانول نے اس کی ایک نہ سنی اور اپنا چلہ جاری رکھا وہ چڑیل اب اس کے نزدیک آنے لگی مگر جیسے ہی وہ حصار سے ٹکرائی اسے آگ نے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اور وہ وہی جل کر راکھ بن گئی کچھ دیر آرام سے گزر گئی پھر اس نے اپنی آنکھیں بند کرلیں اور چلہ شروع کر دیا۔ کچھ دیر گزر جانے کے بعد اس کو چیخ و پکار کی آواز سنائی دی اس نے آنکھیں کھولیں تو اس نے دیکھا کہ تانیہ کو ایک بہت ہی بدصورت شکل والے جن نے پکڑ رکھا تھا اور تانیہ اس کے ہاتھوں میں تڑپ رہی تھی اور سانول کو بلا رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔

سانول مجھے بچالو ورنہ یہ مجھے مار ڈالے گا۔ دیکھو سانول میں زندہ ہوں مجھے بچالو سانول مجھے بچالو یہ مجھے مار ڈالے گا۔

سانول تانیہ کو جن کے ہاتھوں میں دیکھ کر تڑپ اٹھا اس کے اندر آگ بھڑک اٹھی اور چلے سے باہر نکلنے لگا تو اسے بابا کی آواز سنائی دی۔

بیٹا چلہ جاری رکھو یہ سب نظر کا دھوکہ ہے۔

بابا کی آواز سن کر سانول دوبارہ بیٹھ گیا اور چلہ شروع کر دیا تانیہ بولی۔

سانول اس بڈھے بابا نے تمہارے ساتھ دھوکہ کیا ہے وہ مجھے مارنا چاہتا ہے پلیز سانول مجھے اس جن سے بچالو۔ اس جن نے تانیہ کو بالوں سے پکڑا ہوا تھا اور ایک زوردار تھپڑ اس کے منہ پر دے مارا سانول یہ دیکھ کر تڑپ اٹھا وہ اس کی باتوں میں آگیا۔ وہ بھلا اپنے پیار کو مرتے ہوئے کیسے دیکھ سکتا تھا اس پر پیار کا بھوت سوار تھا اور اٹھا اور حصار سے باہر نکل گیا جیسے ہی وہ چلے سے باہر نکلا دیکھتے ہی دیکھتے تانیہ ایک بدصورت شکل والی چڑیل بن گئی۔ سانول یہ دیکھ کر ڈر گیا مگر اب کیا ہو سکتا تھا اس جن اور چڑیل نے سانول کو پکڑ لیا اور تڑپا تڑپا کر مار دیا۔ ادھر باباجی کو اپنے علم کے ذریعے معلوم ہو گیا تھا کہ انہوں نے سانول کو مار دیا ہے وہ بہت پریشان ہوئے انہیں غصہ آنے لگا کہ اگر مجھے پہلے معلوم ہوتا تو میں اس لڑکے سے یہ چلہ کبھی بھی نہ

کرواتا وہ تو مرگیا ہے اب کالی ڈائن کا خاتمہ کون کرے گا بابا نے ایک ورد پڑھنا شروع کردیا۔ اور انہیں اپنے علم کے ذریعے معلوم ہوا کہ چاند نگر میں ایک ایسا لڑکا ہے جو یہ کام کرسکتا ہے وہ سوچنے لگے کہ اگر اس نے بعد سانول کی طرح حماقت کی تو پھر کیا ہوگا لیکن ہوسکتا ہے کہ اس کو سمجھانے سے ایسی نوبت نہ آئے میں اس سے ضرور ملوں گا اور اس کو اس کام کے لیے راضی کرلوں گا۔

دوسرے دن صبح سویرے ہی باباجی چاند نگر کی طرف نکل پڑے اور دودن کی مسافت کے بعد وہ چاند نگر پہنچ گئے باباجی کو یہ معلوم تھا کہ تانیہ کے روپ میں وہ کالی ڈائن گاؤں کے سردار امین کے گھر رہتی ہے بابا سیدھے امین کے گھر پہنچے اور امین کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا دروازہ احمد نے ہی کھولا۔ اس نے باباجی کو سلام کیا باباجی نے کہا۔

کیا امین صاحب گھر میں ہی ہیں۔

جی وہ تو گھر میں ہیں مگر آپ کون ہیں۔

مجھے بس امین سے ملنا ہے۔ میں کون ہوں سب کچھ ان کو بتادوں گا۔

ٹھیک ہے باباجی آپ اندر آجائیں اور بیٹھے میں ان کو بلا کر لاتا ہوں۔ اتنا کہہ کر وہ باباجی کو اندر لے آیا اور ایک چارپائی پر بیٹھایا۔ اور خود کمرے میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد امین ایک کمرے سے باہر آئے اور باباجی کو سلام کیا۔ اور ساتھ ہی باباجی کے پاس ہی بیٹھ گیا۔

جی باباجی آپ کون ہیں اور مجھ سے کیوں ملنا چاہتے ہیں۔ اتنے میں احمد ایک ٹھنڈے شربت کا گلاس لے آیا اور باباجی کو دیا۔ باباجی نے وہ شربت پیا اور پھر ان دونوں کی طرف دیکھا اور کہا۔

میں تم لوگوں کو جو بات بتانے والا ہوں اسے مذاق مت سمجھنا اور دھیان سے سننا۔ باباجی کی یہ بات سن کر وہ دونوں پوری طرح ان کی طرف متوجہ ہوگئے۔ باباجی بولے تم لوگوں کے گھر میں ایک کالی ڈائن رہتی ہے۔

کیا کیا۔ دونوں ہی چونک گئے۔ باباجی یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔

ہاں میں ٹھیک کہہ رہا ہوں وہ کالی ڈائن تانیہ کے روپ میں ہے میں نے اپنے علم سے اس کا پتہ کرلیا ہے تانیہ تمہیں کھیتوں سے ملی تھی ناں۔

ہاں ہاں۔ احمد نے جلدی سے کہا۔

دراصل وہ تانیہ نہیں ہے تانیہ کے روپ میں وہ کالی ڈائن ہے تانیہ کو اس نے مار ڈالا تھا اور اس کے روپ میں وہ خود ہی آگئی تھی۔ اس کے جسم پر اس نے قبضہ کرلیا تھا۔ اور اس کو ہر روز تمہارے گھر میں عجیب وغریب چڑیلیں ملنے کو آتی ہیں۔ اور چاند کی چودہ تاریخ کو یہ چاند نگر اور پریم نگر میں تباہی مچانا چاہتی ہیں جو تمہارے گاؤں میں ہر روز ایک لڑکی غائب ہوتی ہے وہ اسی کی وجہ سے ہوتی ہے اور میں اپنے علم کے ذریعے سے معلوم کیا ہے کہ اس کو صرف تم ہی ختم کرسکتے ہو۔ امین بولا۔

باباجی یہ کیسے ہوسکتا ہے وہ تو چند ماہ سے ہمارے ساتھ رہ رہی ہے ہم نے تو اس میں ایسی کوئی بات نہیں دیکھی جو ہمیں ظاہر کرے کہ وہ انسان نہیں ہے انسانی روپ میں کوئی چڑیل ہے۔

ہاں لیکن تم کچھ بھی نہیں جانتے ہو جبکہ میں بہت کچھ جانتا ہوں چاند کی چودہ تاریخ کو کچھ ہی دن باقی رہ گئے ہیں اس لیے ہمیں دیر نہیں کرنی چاہیے ورنہ چاند نگر اور پریم نگر مکمل طور پر تباہ ہوجائیں گے۔ ان کی باتیں سن کر احمد بولا۔

باباجی میں اس گاؤں میں کچھ بھی نہیں ہونے دوں گا بس مجھے یہ بتادیں کہ میں اس کو کیسے ختم کرسکتا ہوں۔ وہ جذباتی ہورہا تھا۔

بیٹا تم کو ایسے کنویں سے پانی لانا ہوگا جس پر قدرتی طور پر صبح سے شام تک دھوپ پڑتی ہو اور یہ کنواں تمہیں شمال کی جانب ایک بہت بڑے صحرا میں ملے گا۔

میں اس کنویں سے پانی ضرور لاؤں گا اور چاند نگر اور پریم نگر کو تباہ ہونے سے بچاؤں گا۔

لیکن بیٹا تم سے پہلے ایک نوجوان یہ کام کرچکا ہے مگر وہ جنات کے بہکاوے میں آکر جان کی بازی ہار گیا ہے۔

وہ کون تھا۔ باباجی۔

وہ پریم نگر کے سردار کا بیٹا سانول تھا۔

سانول کا نام سن کر احمد اور امین حیران سے رہ گئے بابا نے احمد سے کہا کہیں تم بھی اس کی طرح اس کی باتوں میں نہ آجانا اگر ایسا ہی کروگے تو تم بھی زندہ نہیں بچوگے۔

باباجی اب تو میں یہ کام ہر حال میں کروں گا مجھے بتائیں کہ مجھے اب کیا کرنا ہوگا۔

بیٹا تم کو صحرا میں جانا ہوگا کیونکہ ہمارے پاس وقت بہت ہی کم ہے اور یہ لاکٹ تم اپنے گلے میں ڈال لو تاکہ تم کو کوئی نقصان نہ ہو۔

تانیہ جو چھپ کر ان کی باتیں سن رہی تھی باباجی نے اس کو دیکھ لیا اور کچھ پڑھ کر اس پر پھونک ماری تو وہ چیخنے لگی اور ان کے سامنے آگئی۔ وہ تانیہ سے کالی ڈائن کے روپ میں آگئی تھی اسے دیکھ کر سب ہی خوفزدہ ہوگئے۔ وہ چلاتے ہوئے بولی۔ برباد کردوں گی میں سب کو اگر تم لوگوں نے کچھ بھی کرنے کی کوشش کی تو۔ اتنا کہہ کر وہ غائب ہوگئی۔ اب ساری حقیقت کھل کر سامنے آچکی تھی باباجی نے کہا۔

احمد بیٹا یہ کالی ڈائن بہت ہی خطرناک ہے تم چلو میرے ساتھ تاکہ اس کا خاتمہ کرسکیں۔

باباجی۔ میں تیار ہوں۔

ہاں باباجی۔ میں اس کو اجازت دیتا ہوں کہ یہ وہ کام مکمل کرے جو سانول ادھورا چھوڑ گیا ہے۔ اگر تانیہ کی وجہ سے ہی گاؤں میں قتل ہورہے ہیں تو پھر اس کا خاتمہ ضروری ہے جاؤ بیٹا جاؤ خدا کی مدد تمہارے ساتھ ہے۔ امین نے کہا۔

وہ فوری تیار ہوگیا اور دونوں گھر سے نکل کر جنگل کی طرف چل دیئے۔۔۔ جنگل میں باباجی نے جہاں اپنی جھونپڑی لگا رکھی تھی وہاں وہ پہنچ گئے باباجی نے احمد کو سمجھایا۔

بیٹا کسی سے بھی ڈرنا نہیں ہے بس اپنا کام کرتے جانا ہے میں تم کو وہاں تک پہنچا دیتا ہوں اتنا کہہ کر باباجی نے کچھ پڑھ کر احمد پر پھونک ماری تو احمد کو اپنا جسم ہوا سے بھی ہلکا محسوس ہوا کچھ دیر بعد احمد کو باباجی کی آواز سنائی دی۔

بیٹا اپنی آنکھیں کھول دو۔ احمد نے اپنی آنکھیں کھولیں تو سامنے صحرا تھا جہاں ہر طرف ریت ہی ریت تھی۔ بیٹا اب سیدھے ہی چلتے جاؤ تمہیں وہ کنواں مل جائے گا۔ احمد سیدھا چلنے لگا ابھی وہ تھوڑا ہی آگے گیا تھا کہ اس کو ایک بہت ہی ڈراؤنی شکل والی چڑیل دکھائی دی جس کے بالوں کی جگہ بڑے بڑے بچھو تھے اس کی دوشاخہ زبان باہر کو لٹک رہی تھی اس کی آنکھیں باہر کو ابلی ہوئی تھیں احمد اس کو دیکھتے ہی ڈر گیا۔ وہ چڑیل بولی۔

میرے ہوتے ہوئے تو اس کنویں سے پانی کبھی بھی نہیں لے سکتا۔ اگر تم کو اپنی جان پیاری ہے تو واپس چلے جاؤ ورنہ میرے ہاتھ سے زندہ نہیں بچ پاؤگے اس کی باتیں سن کر احمد بولا۔

اگر تم میں ہمت ہے تو میرا راستہ روک کر دکھا۔ میں اس کنویں سے پانی لینے آیا ہوں اور لے کر ہی جاؤں گا آ۔ آگے۔ چڑیل اس کی دھمکی سن کر اس کی طرف بڑھی اور احمد پر حملہ کردیا۔ لیکن وہ جیسے ہی احمد کے جسم سے ٹکرائی تو اس کو آگ لگ گئی۔ وہ بری طرح چیخنے لگی ادھر ادھر بھاگنے لگی احمد کی نظریں اس کی طرف ہی تھیں آگ نے اس کو سر سے پاؤں

تک جلا کر رکھ دیا اور پھر کچھ ہی دیر میں وہاں چڑیل کی بجائے راکھ کا ایک ڈھیر پڑا ہوا تھا۔ احمد نے یہ سب کچھ دیکھا اور پھر آگے کی طرف چل دیا۔ لیکن ابھی وہ کچھ ہی دور گیا تھا کہ اس کو سامنے سے سانول آتا ہوا دکھائی دیا۔ اس کو دیکھتے ہی احمد چونک کر رہ گیا۔ سانول اس کی طرف بڑھتا چلا آرہا تھا۔

سانول تم اور یہاں۔

ہاں میں۔ اس بوڑھے نے مجھے دھوکے سے چلے کروائے تھے جب میں چلے میں کامیاب ہوگیا تو بڈھے نے مجھے اس ویرانے میں بھٹکنے کے لیے چھوڑ دیا۔ میں سارادن اب ادھر ادھر بھٹکتا رہتا ہوں کہ مجھے کہیں سے کوئی بھی آبادی مل جائے لیکن ایسا نہیں ہورہا ہے گھوم پھر کر یہاں ہی آجاتا ہوں۔ مجھے لگتا ہے کہ تم کو بھی میری طرح بوڑھے اپنے مقصد کے لیے یہاں بھیجا ہے وہ تم سے بھی یہاں سے پانی منگوانا چاہتا ہے اور پھر تم سے چلہ کروائے گا۔ اور میری طرح تم بھی وہی کچھ کرتے جاؤ گے جو بابا کہتا جائے گا۔ کیوں ایسا ہی ہے ناں۔

ہاں ایسا ہی ہے لیکن باباجی نے تو کہا تھا کہ تم کو کالی ڈائن نے ماردیا تھا۔ احمد نے اس کی باتیں سن کر کچھ حیران اور کچھ پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

جھوٹ بولتا ہے وہ بڈھا۔ سراسر جھوٹ بولتا ہے ایک بار مجھے وہ مل جائے دیکھنا ایک ایک بات کا حساب لوں گا اس سے۔ وہ باتیں کر رہا تھا اور احمد اس کی تمام باتیں غور سے سن رہا تھا اور اس کو یقین آرہا تھا کہ جیسے وہ سچ کہتا ہو لیکن جب اس کی نظر سانول کے پاؤں پر پڑی تو کانپ سا گیا۔ کیونکہ اس کے پاؤں الٹے تھے بالکل جن بھوتوں کی طرح وہ سمجھ گیا کہ سانول جھوٹ بول رہا ہے یہ سانول نہیں ہے سانول کے روپ میں کوئی اور ہے لیکن اس نے سانول پر کچھ بھی ظاہر نہ ہونے دیا بولا۔

یار سانول میرے دوست تم مجھے مل گئے میں تو تمہاری ہی تلاش میں یہاں آیا تھا مجھے پتہ تھا کہ بابا جھوٹ بول رہا ہے آؤ میرے گلے لگ جاؤ۔

یہ سن کر وہ احمد کی طرف بڑھنے لگا سانول کو کچھ بھی معلوم نہ تھا کہ احمد کے گلے میں لاکٹ ہے وہ جیسے ہی احمد کے ساتھ ٹچ ہوا اس کو بجلی کی طرح ایک شدید جھٹکا لگا اور دور جا گرا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کو آگ لگ گئی۔ اور وہ احمد کے سامنے ہی تڑپنے لگا اور تڑپتے تڑپتے وہی ٹھنڈا ہوگیا اور اس کا جسم بھی راکھ کا ایک ڈھیر بن گیا۔ وہ وہاں سے چل دیا اور کنویں کو تلاش کرنے لگا لیکن اتنی تلاش کے بعد بھی اس کو کنواں نہ ملا وہ تھک ہار کر ایک جگہ بیٹھ گیا۔ اور پریشان ہوگیا کہ اسے کنواں کہاں ملے گا تھوڑی دیر بعد وہ آرام کرنے کے بعد اٹھا اور ایک بار پھر اس نے تلاش شروع کردی اور اسے وہ کنواں نظر آگیا۔ وہ آگے اس کے نزدیک پہنچا اور یہ دیکھ کر اس کو حیرت ہوئی کہ وہ کنواں بہت ہی عجیب وغریب قسم کا تھا اور اس کنویں کے پانی پر قدرتی طور پر دھوپ پڑ رہی تھی اس کنویں کے پاس ہی ایک رسی اور لوٹا پڑا ہوا تھا جیسے اس کنویں سے کوئی پانی بھرتا ہو احمد نے اس کی مدد سے کنویں سے پانی نکالا اور اسے ایک بوتل میں بھرنے لگا جیسے ہی اس نے پانی بوتل میں بھرا تو اس کے سامنے ایک دھماکہ ہوا اس سے وہی کالی ڈائن سامنے آگئی اور اس نے آتے ہی احمد پر حملہ کردیا مگر خوشی کی بات یہ کہ احمد کے گلے میں لاکٹ ہونے کے باوجود اسے چھو بھی نہ سکی احمد کو باباجی کی آواز سنائی دی بیٹا وہ کنویں کا پانی اس کالی ڈائن پر ڈال دو وہ مر جائے گی۔ احمد نے ایسا ہی کیا پھرتی کے ساتھ وہ پانی اس چڑیل پر انڈیل دیا۔ پانی پڑنے کی دیر تھی کہ اس کالی ڈائن کو

آگ لگ گئی اور وہ وہی ڈھیر ہوگئی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہاں صرف راکھ کا ڈھیر تھا اچانک دور سے احمد کو باباجی آتے ہوئے دکھائی دیئے انہیں دیکھ کر احمد کو روحانی سی خوشی ملی وہ سوچ رہا تھا کہ اس کے ہاتھو ں کتنا اہم کام سرانجام ہوگیا ہے اور یہ سب باباجی کی وجہ سے ہوا ہے اگر باباجی ہمیں کچھ بھی نہ بتاتے تو ہوسکتا تھا کہ ان کے گاؤں تباہ وبرباد ہوجاتے۔ باباجی چلتے ہوئے اس کے پاس پہنچ گئے۔

بیٹا تم کو مبارک ہو تم نے اس کالی ڈائن کو ختم کردیا ہے اب تمہارے گاؤں کو کوئی بھی خطرہ نہیں ہے آؤ اب یہاں سے چلتے ہیں تم آنکھیں بند کرلو میں تمہیں تمہارے گاؤں میں پہنچا دیتا ہوں احمد نے آنکھیں بند کیں تو اسے ایسے لگا جیسے ہوا اس کو لیے ہوئے اڑ رہی ہے کچھ ہی دیر میں وہ گاؤں جا پہنچے تھے آنکھیں کھولتے ہی اس کے سامنے وہ ویرانہ نہ تھا بلکہ اس کا اپنا گاؤں چاند نگر تھا۔ جہاں امین اور رحمان اس کا انتظار کر رہے تھے۔ اس نے کالی ڈائن کو مارنے کی خبر ان کو سنادی تو وہ بہت ہی خوش ہوئے اور جب اس نے سانول کے مرنے کی خبر سنائی تو رحمان کی آنکھوں میں آنسو آگئے مگر اسے خوشی بھی تھی کہ چاند نگر اور پریم نگر ایک بہت بڑی تباہی سے بچ گئے۔ انہوں نے باباجی کا بھی شکریہ ادا کیا کہ ان کی وجہ سے یہ سب ہوا ورنہ کچھ بھی ہوسکتا تھا۔

آج اس واقعہ کو پندرہ سال بیت گئے ہیں اور چاند نگر اور پریم نگر کے درمیان وہ ندی سوکھ چکی ہے اور وہاں کافی آبادی ہوچکی ہے اور دو گاؤں ایک بن گئے ہیں اور اس کا ایک نیا نام رکھا ہے احمد کی شادی ہوچکی ہے اور ایک دن احمد بازار کسی کام سے گیا تو اسے ایک ایسا آدمی ملا جو بالکل سانول کی شکل وصورت کا تھا احمد نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے پاس گیا اور اس سے اس کا نام پوچھا۔ تو اس نے سانول نام بتایا جسے سن کر احمد دھنگ رہ گیا۔ اور سوچوں میں ڈوب گیا جب کافی دیر وہ سوچوں کی دنیا سے باہر آیا تو اس کے سامنے کوئی نہیں تھا احمد نے اس بارے میں کافی سوچا مگر اس دن کے بعد وہ سانول نام کا آدمی اسے کہیں بھی دکھائی نہیں دیا۔

قارئین کرام کیسی لگی میری یہ کہانی اپنی قیمتی رائے سے نوازیئے گا۔ میں آپ کی رائے کا انتظار کروں گا۔

غزل

پھولوں نے ہاتھ زخمی کیے کانٹوں سے شکوہ کیا کریں
جب اپنوں نے ٹھکرا دیا غیروں سے شکوہ کیا کریں
ہم پنچھی تھے آزاد فضا کے اپنوں نے ہم کو قید کیا
پر کاٹ کے ہم کو اڑا دیا اب ہوا سے شکوہ کیا کریں
ہم آگے آگے چلتے تھے کبھی پیچھے مڑ کر دیکھا نہ تھا
جب منزل ہم سے دور ہوئی رستوں سے شکوہ کیا کریں
نہ واقف تھے ساگر کی گہرائی سے آنکھیں بند کر کے کود گئے
موجوں نے ہم کو اچھال دیا سمندر سے شکوہ کیا کریں
اک چمن سے ہم نے پھول چنا پھولوں سے الگ وہ لگتا تھا
اس پھول نے ہی لب زخمی کیے اب چمن سے شکوہ کیا کریں
ہم تنہا تھے تنہا ہی رہے کرن کسی اپنے نے اپنایا نہیں
کسی اپنے کا نہ ساتھ ملا تنہائیوں سے شکوہ کیا کریں

کشور کرن۔ چنوکی

دل جب جب ٹوٹ کے روتا ہے
کیا درد اسے بھی ہوتا ہے
خواب حقیقت ہوجائے
کسی اپنے جیسے سنگدل سے
اسے کاش محبت ہوجائے

نرگس ناز۔ سکھر

کالا جادو

۔۔خواجہ عاصم ۔سرگودہا۔ آخری قسط

چلو مجھے لے چلو میری روپ کے کمرے میں اس جگہ جہاں اس کے پاکیزہ سانس بسے ہوئے ہیں اس کے قدموں کی آہٹیں دفن ہیں اس کے بدن کی مہک رچی ہوئی ہے بدن ہاں ارے ایک دم وہ جیسے میں آ گئے ساکشی دیوی یہ کہو تم نے میری روپ کے بدن کا کیا کیا اسے آگ تو نہیں دے دی اس پھول کو جلا تو نہ دیا تم نے ۔نہیں سر۔۔ساکشی کے ہونٹوں پر بڑی زخمی مسکراہٹ ابھری یہ ستم میں کیسے کر سکتی تھی وہ جو دن میں بار بار منہ ہاتھ دھوتی تھی میں جانتی تھی کہ وہ وضو کرتی ہے وہ جو کمرے میں بند ہو کر اشلوک پڑھتی تھی ناں میں واقف تھی کہ وہ قرآن پاک کی تلاوت کرتی ہے پھر پھر میں اسے آگ کے حوالے کیسے کر دیتی سر میں جان چکی تھی وہ مسلمان ہو چکی ہے اور اگر میں اسے آگ کے حوالے کر بھی دیتی تو میں وشواس سے کہہ سکتی ہوں کہ آگ اسے کبھی نہ جلاتی سر آپ مسلمانوں کا اللہ بڑی حفاظت کرتا ہے اپنے بندوں کی یہ میں جانتی ہوں میں رات کی خاموشی میں اسے مسلمانوں کے قبرستانوں میں لے جا کر زمین کے سپرد کر دیا تھا۔الحمد للہ۔پروفیسر نے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں پھنسا کر ٹھوڑی پر رکھیں اور آنکھیں موند کر بے ساختہ کہا میرے اللہ تو رحیم ہے تو کریم ہے تو اپنے بندوں کی ہر جگہ خبر رکھتا ہے کیلاش اور ساکشی نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا۔۔چلو ساکشی دیوی چلو مجھے میری روپ کے معبد میں لے چلو جلدی لے چلو بابا یہ تمہارا مجھ پر دوسرا احسان ہو گا ایک احسان تم نے روپ کو دفن کر کے مجھ پر کیا ہے دوسرا مجھے اس کی عبادت گاہ میں پہنچا کے کر ڈالو۔چلیں سر۔ چلیں۔روپ۔ پگلوں کے انداز میں پروفیسر نے کہا۔ میں آ رہا ہوں میں آ رہا ہوں۔تم نے میرا انتظار نہیں کیا۔کیلاش نے پروفیسر کا دایاں اور ساکشی نے بایاں بازو اپنے کندھے پر رکھ کر گلے میں حمائل کر لیا اور اس کے کانپتے ہوئے بدن کو سہارا دے کر یوں چلے جیسے کسی بیمار محبت کو مسیحا کے در پر لے جا رہے ہوں۔وہ اپنی روپ کے پاس پہنچ گئے۔کیلاش اور ساکشی ان کے مردہ جسم کو دیکھ رہے تھے جو انکے ہاتھوں میں بے جان ہو گیا تھا۔ان دونوں کی آنکھوں میں آنسو بہہ نکلے اور پھر انکو بھی اس کے ساتھ والی قبر میں اتار دیا گیا۔ایک سنسنی خیز اور خوفناک کہانی۔

پندرہ منٹ میں وہ پروفیسر کے فلیٹ کے دروازے پر پہنچ گئے پہلی ہی دستک پر دروازہ کھل گیا پروفیسر عبدالرحیم ابھی جاگ رہے تھے ان دونوں کو اپنے ہاتھ سے بنا کر انہوں نے چائے پلائی پھر روم ہیٹر ان کر دیا اور تینوں نمدے پر لحاف اور کمبل اوڑھ کر یوں بیٹھ گئے جیسے ایک ہی خاندان کے افراد ہوں ساکشی کو پروفیسر کے چہرے پر کوئی تھکان کوئی بیزاری یا گزرے وقت کا کوئی منفی نشان ڈھونڈنے سے بھی نہ ملا۔

سر ایک بات پوچھوں۔اس نے پروفیسر کی جانب دیکھا

پوچھو بابا۔اجازت لینے کی کیا ضرورت ہے۔وہ چوکڑی مارے بیٹھے تھے اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

کل آپ نے کالی کے مندر جانے سے پہلے مجھ سے ایک وعدہ کیا تھا۔

کیسا وعدہ۔وہ اسے استفہامیہ انداز میں دیکھنے لگے۔



بات توذاتی سی ہے سرمگر میرے دل سے تجسس ختم نہیں ہورہا آپ نے کہا تھا کہ بیٹیوں کے۔
ارے ہاں۔وہ۔۔پروفیسر نے اس کی بات اچک لی۔۔چھوڑو بابا وہ کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ تمہارا وقت ضائع کیا جائے۔
بات کتنی اہم ہے اس کا معیار آپ کے نزدیک کچھ اور ہے سر مگر ہمارے لیے آپ کے لبوں سے نکلا ہوا ہر شبد اہم بھی ہے اور پوتر بھی اس لیے آپ ہماری منو کامنا کو ہماری نظر سے دیکھیے سرکیوں کیلاش ساکشی نے اسے بھی اپنا ہمنوا بنانا چاہا۔
بالکل سر۔میں اس معاملے میں ساکشی کا ساتھ دوں گا میں بھی اس بات کو جاننے کے لیے بیحد بے کل ہوں
اچھا۔وہ مسکرائے تم دونوں نے تو محاذ بنا لیا میرے خلاف تو ٹھیک ہے میں کم سے کم لفظوں میں بتاتا ہوں انہوں نے ایک گہرا سانس لیا اور لحاف میں لپٹے لپٹے دیوار کے ساتھ رکھے فوم کے تکیے سے ٹیک لگالی۔کیلاش اور ساکشی ہمہ تن ہو گئے دونوں کسی انوکھی داستان کے سامعین کی طرح پروفیسر کے سامنے بچوں کی سی معصومیت اور یکسوئی کے ساتھ سیدھے ہو بیٹھے۔پروفیسر نے دونوں ہاتھ سینے پر باندھ لیے آنکھیں بند کر لیں چند لمحے خاموشی میں گزر گئے یوں جیسے وہ اپنی یادوں اور گزرے لمحوں کو ترتیب دے رہے ہوں پھر جب ان کی گھمبیر آواز کمرے کی پرسکون فضا میں بکھری تو دیواریں تک سرتاپا کان بن گئیں وہ ایک اپنے جادوائی حصار میں جکڑتا چلا گیا۔یادوں کی پرچھائیاں کمرے میں رقص کناں تھی۔بھولے بسرے لمحے معطر معطر وقت کو جلو میں لیے فضا میں تیرتے پھررہے تھے گزرے ہوئے ہرپل کی تصویر پروفیسر صاحب یون ان کے سامنے کھینچتے چلے جارہے تھے جیسے وہ مصوری کے فن میں بھی یکتہ و ماہر ہوں۔
میں ان دنوں دہلی یونیورسٹی میں اسلامیات کا ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ تھا ماں نہ باپ بہن نہ بھائی کوئی نہیں تھا اکیلی جان معقول نوکری اور مناسب تنخواہ ہر مہینے کی پانچ تاریخ کو جب مجھے ملتی تو میں اکثر سوچنے لگتا کہ اتنے پیسوں کا کیا کروں میرے اخراجات شاہانہ نہیں تھے بڑے اچھے علاقے میں والدین کی چھوڑی ہوئی ذاتی کوٹھی تھی صرف ایک ملازم تھا جو گھر کے سارے کام کرتا تھا شبیر نام تھا اس کا بوڑھا آدمی تھا مجھے اپنے بچوں کی طرح عزیز رکھتا تھا اس کے ہوتے ہوئے مجھے گھر اور اپنے بارے میں کوئی فکر نہ تھی چوکیدار ایک ہندو تھا مہیش خان میں نے اپنی تنخواہ کے فاضل حصے کا ایک اچھا مصرف تلاش کیا اور اس پر خاموشی سے عمل شروع کر دیا یونیورسٹی میں ایسے طلبہ اور طالبات کو ڈھونڈ نکالنا کوئی مشکل نہیں تھا کہ جو کمپرسی کے عالم میں اپنی تعلیم جاری رکھے ہوئے تھے میں نے لڑکوں کی نسبت لڑکیوں کو ترجیح دی اور چند ایسی لڑکیوں کو چن لیا جو متوسط یا غریب گھرانوں سے تعلق رکھتی تھیں اور اپنے پرنسپل سے بات کر کے میں نے ان کی فیسوں اور دوسرے تعلیمی اخراجات کا بوجھ بانٹ لیا یہ پانچ لڑکیاں اور دو لڑکے تھے ان کو پرنسپل صاحب کے کمرے میں وقتاً فوقتاً بلا کر میں نے اس انداز میں اپنی خدمت کے لیے راضی کر لیا کہ ان کی عزت نفس کو قطعاً ٹھیس نہ لگے وہ میرے ممنون بھی ہوئے اور خوش بھی ان کا پردہ رہ گیا اور میں نے ایک عجیب سی طمانیت محسوس کی کہ میرے اللہ نے مجھے اپنے رستے میں کچھ کرنے کے لیے منتخب کر لیا تھا۔ان لڑکیوں میں ایک لڑکی تھی روپا روپا گریجویشن کر رہی تھی اس کی ماں مر چکی تھی برہمن خاندان سے تھے اس کا باپ ایک حادثے میں ٹانگوں سے معذور ہو گیا تھا اور اب روپا گھر پر بچوں کو ٹیوشن وغیرہ پڑھا کر گھر اور تعلیم کی گاڑی کھینچ رہی تھی مگر یہ

نہیں جانتا تھا کہ چند ٹیوشنوں کے بل پر گھر بار چلانا تعلیم جاری رکھنا معذور باپ کا علاج کرانا مشکل ہی نہیں ناممکن تھا وہ بچاری نہ جانے کس مصیبت سے گزر رہی تھی کہ جب پرنسپل صاحب کے کمرے میں بلا کر اسے میری خدمات کے بارے میں آگاہ کیا گیا تو اس کا ہنستا مسکراتا چہرہ ایک دم زرد پڑ گیا سنجیدگی نے جیسے اس کا سارا خون نچوڑ لیا۔
سر۔۔میں آپ کی آفر نہیں مان سکتی۔اس نے بڑے سپاٹ لہجے مین کہا۔
مگر کیوں روپا۔اس کی کوئی خص وجہ۔پرنسپل صاحب نے اسے گھور کر دیکھا۔
ایک منٹ سر۔میں نے پرنسپل کو مزید کچھ کہنے سے روک دیا اگر آپ اجازت دیں تو میں روپا سے اکیلے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔
ضرور۔۔انہوں نے سائیڈ روم کے دروازے کی جانب اشارہ کر دیا۔
آیئے روپا دیوی۔ہم ادھر بیٹھتے ہیں
مگر سر۔۔اس نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔
دیکھیے روپا دیوی آپ میری اسٹوڈنٹ نہیں ہیں مگر میں بہر حال ایک استاد ہوں ہمیں کھل کر بات کر لینی چاہیے اگر میں آپ کو قائل کر سکا تو ٹھیک ہے ورنہ زبردستی تو میں آپ کی کوئی خدمت نہیں کر سکتا۔وہ مجبور سی ہو گئی اور میرے ساتھ دوسرے کمرے میں چلی آئی ہم دونوں نے ایک میز پر آمنے سامنے کرسیاں سنبھال لیں آرام سے بیٹھنے کے بعد میں نے خود بات شروع کی۔
مس روپا۔مذہب کوئی بھی ہو بھلائی اس کا بنیادی عنصر ہوتی ہے اس لیے ہم ہندو مسلم کے امتیاز کو ایک طرف رکھ کر بات کریں گے بولیے ٹھیک۔
جی۔اس نے پہلی بار اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے مجھے دیکھا اور میں آج بھی اس اعتراف میں کوئی شرمندگی یا ندامت محسوس نہیں کرتا کہ میں اس پہلی ہی نظر میں اس کا گھائل ہو گیا اس کی مدھ بھری آنکھوں نے مجھے یوں جذب کر لیا جیسے قطرہ سمندر میں غرق ہو جاتا ہے۔
آپ کہیے میں سن رہی ہوں۔اس کی آواز نے مجھے ہوش کے ساحل پر لا پھینکا۔میں نے خود کو سنبھالا اور اس کے چہرے پر نظریں جما دیں۔
مس روپا۔میں اس بھرے پرے جہاں میں بالکل اکیلا ہوں نہ کوئی آگے نہ پیچھے مالی آسودگی نے مجھے یوں بے چین کر دیا ہے کہ پچھلے دنوں ایک طالب علم کا فیس نہ دے سکنے کے باعث یونیورسٹی سے نام خارج کر دیا گیا یہ ایک ایسا جھٹکا تھا جس نے مجھے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا یونیورسٹی میں اور بھی بے شمار سٹوڈنٹ ہوں گے جو فیس دینے یا وقت پر نہ دے سکنے کی سکت نہیں رکھتے میں نے زیادہ نہیں سوچا میں نے اپنے اخراجات کے بعد کی فاضل رقم اپنے ادارے اپنی درسگاہ کے سٹوڈنٹس پر خرچ کرنے کا فیصلہ کیا اور اپنے طور پر معلومات حاصل کر کے چند افراد کو سلیکٹ کر لیا ان میں سے ایک آپ بھی ہیں۔
جن پر آپ اپنے احسان کو بوجھ ڈالنا چاہتے ہیں۔اس نے میری بات اچک لی۔
احسان۔میں نے اس کا لفظ دہرایا۔نہیں مس روپا کوئی احسان نہیں یہ تو میری اپنی ضرورت ہے میرے اندر کی ضرورت میرے دل اور ضمیر کی تسکین کا ذریعہ۔
سر یہ بتایئے کہ جن سٹوڈنٹس کو آپ نے چنا ان میں سے کتنے مسلمان ہیں۔

چار مسلمان دو ہندو اور ایک کرسچن۔ میں نے صاف گوئی سے بتا دیا۔
یعنی آپ کی نظر میں کوئی مذہب بھی خاص اہمیت نہیں رکھتا۔
رکھتا ہے مس روپا۔ میرا اپنا مذہب۔ اسلام مگر میرا مذہب مجھے کسی دوسرے مذہب کے پیروکار سے بھلائی کرنے سے نہیں روکتا اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ میرے آقا و مولا نبی آخرالزماں حضرت محمد ﷺ ساری دنیا ساری کائنات کے لیے رحمت اللعالمین ﷺ بن کر آئے ہیں ان کے دامن رحمت میں کسی بھی دین اور مذہب کا پیروکار پناہ لے سکتا ہے وہ مرتے دم تک میرے نبی پاک ﷺ کا سچا کلمہ نہ پڑھے تب بھی وہ میرے آقا ﷺ کی رحمت و محبت اور شفقت کا اتنا ہی حقدار ہے جتنا کوئی بھی مسلمان۔
گویا آپ لبرل مائنڈ ہیں۔ روپا جو بڑے غور سے میری باتیں سن رہی تھی بیچ میں بول پڑی۔
ہرگز نہیں۔۔ میں ایک سیدھا سادھا مگر اپنے مذہب پر ازلی و ابدی حقیقت کی طرح پوری سچائی کے ساتھ قائم مسلمان ہوں جو اپنے دین کی تعلیمات کی روشنی میں ہر بات کو دیکھتا پرکھتا جانچتا اور پھر اس پر عمل پیرا ہو جاتا ہے۔
ظاہر ہے سر آپ اسلامیات کے پروفیسر ہیں ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ آپ کو یونہی تو نہیں بنا دیا گیا ہوگا مگر سر۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ میں ایک برہمن فیملی سے ہوں۔
بالکل جانتا ہوں مس روپا میں نے مسکرا کر جواب دیا آپ ہندو دھرم میں ویسے ہی مقام کی حامل ہیں جیسے ہمارے ہاں دینی پیشواؤں کے خانوادے ہوتے ہیں۔
پھر آپ یہ بھی جانتے ہوں گے کہ برہمن کسی کی سہاتا خصوصاً مشکل سمے میں ایکسپیٹ نہیں کرتے۔
جانتا ہوں۔ میں نے سر ہلا کر جواب دیا مگر مس روپا ایک غلط روایت کو آگے بڑھاتے رہنا اور اس پر خود بھی پکا ہو جانا کہاں تک صحیح ہے۔
یہ میں نہیں جانتی سر میں تو اتنا جانتی ہوں کہ میرے پتا جی کبھی اس صورت حال سے مطمئن نہیں ہوں گے

دوسرے لفظوں میں آپ یہ کہنا چاہتی ہیں کہ اگر آپ صرف اپنی مرضی کرنا چاہیں یا اپنے پتا جی کو الگ کر کے صرف اپنے دماغ سے کوئی فیصلہ کرنا چاہیں تو آپ کے لیے میری پیشکش میں کوئی برائی نہیں۔
یہ میں نے کب کہا۔۔ وہ جلدی سے بولی ظاہر ہے میرے پتا جی کی مرضی میری بھی مرضی ہے
یہ کیسے ہو سکتا ہے مس روپا میں نے بے اختیاری سے کہا آپ کل کو اپنے پتا جی کے کہنے پر کسی لنگڑے لولے یا بھدے اور بد مزاج شخص سے شادی کر لیں گی کیا وہاں بھی تو آپ کی اپنی مرضی دم توڑ دے گی کیا
جی ہاں سر۔ وہ بڑے اعتماد سے بولی میں اپنے پتا جی کی ایک ہی بیٹی ہوں بیٹوں کی طرح میں ان کی خدمت کرنے کی کوشش کر رہی ہوں اول تو وہ میرے لیے کوئی ایسا نہیں چنیں گے جو میرے لیے برا ہو اور اگر بھول سے ایسا ہو بھی گیا تو میں اسے اپنا بھاگ جان کر سیندور کی جگہ مانگ میں سجا لوں گی۔
یہ تو انیائے ہیں مس روپا جو آپ اپنے ساتھ کریں گی میں نے بے اختیار کہہ دیا۔
نہیں سر۔ آپ نے ابھی کہا کہ آپ کے ماں باپ بہن بھائی کوئی بھی نہیں ہے شادی آپ کی ہوئی نہیں اس لیے آپ کے ہاں اولاد بھی کوئی نہیں ہے خصوصاً بیٹی کے رشتے سے آپ بالکل انجان ہیں سر میں ایک بیٹی ہوں مجھے اپنے پتا شری میں بھگوان دکھتا ہے میں ایک پل کو بھی یہ وچار من میں نہیں لا سکتی کہ کبھی انکو

ایسا دکھا دوں۔ جو کوئی میرے بیٹی ہونے کے ناتے کر پادے۔ میں ایک لمحے کے لیے اس بڑی یعنی فرمانبرداری کی جیتی جاگتی موت کو حیرت سے دیکھا سوچا اور ہتھیار ڈال دیئے۔
ٹھیک ہے مس روپا۔ مجھے لگ رہا ہے کہ آپ سے بحث فضول ہے آپ کے پاس سب سے بڑا ہتھیار آپ کی فرمانبرداری ہے اور آپ کے پتا جی کا نام ہے اس کے باوجود اگر میں کسی بھی حوالے سے کبھی بھی آپ کے کام آ سکوں تو مجھے بے حد خوشی ہوگی۔
تھینکس۔ بنڈل آف تھینکس سر۔ آپ سے پہلی بار کی یہ گفتگو مجھے جیون بھر یاد رہے گی آپ نے میری عزت نفس کو قائم رکھتے ہوئے میرا کوئی ایمان کئے بغیر جو آفر کی وہ شاید کوئی دوسرا مسلمان یا میرا اپنا ہم مذہب بھی اس انداز میں کبھی نہ کرتا ایک بار پھر آپ کا بے حد دھنے واد اس نے ہاتھ جوڑ دیئے۔
نہیں مس روپا۔ مجھے بھی بے حد خوشی ہوئی کہ اچھی روایتوں کے پابند ہر ہر مشکل میں سر اٹھا کر جینے والے لوگ اب بھی موجود ہیں یقین کیجئے اگر آپ میری آفر قبول کر لیتیں تو شاید مجھے اتنی خوشی نہ ہوتی جتنی آپ کے اس مدلل انکار کے بعد محسوس ہوئی ہے۔
یہ بھی آپ کا بڑا پن ہے سر ویسے ایک بات کہوں اگر آپ برا نہ مانیں تو اس نے پھر مجھے اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے بے خود کر دیا۔
برا کیوں مانوں گا مس روپا۔ آپ سے میرا استاد شاگرد کا نہ سہی ایک دوست کا ناطہ تو ہو سکتا ہے ناں آپ بے فکر ہو کر کہیے میں نے جان بوجھ کر تکلف کی دیوار گرانا چاہی۔
سر۔ آپ جو رقم ہم جیسے سٹوڈنٹس پر خرچ کر رہے ہیں اگر وہ رقم آپ اپنی کسی مسجد یا مدرسے میں دان کر دیتے تو کیا آپ زیادہ پن نہ کما لیتے۔
نہیں مس روپا۔ میں سنجیدہ ہو گیا میرے دین میں حقوق العباد یعنی انسان کے ایک دوسرے پر حقوق کی اہمیت پہلے ہے اور حقوق اللہ یعنی اللہ کے اپنے بندوں پر حقوق بعد میں میرا اللہ تو فرماتا ہے کہ اگر تیرا ہمسایہ بھوکا ہے اور تو پیٹ بھر کر کھا رہا ہے تو تجھ پر جنت یعنی سورگ حرام کر دی جائے گی اگر تیرا دشمن بھی بیمار ہو تو تجھے اس کی بیمار پرسی کو جانا چاہیے تو دوسروں کے بتوں کو ہرگز برا نہ کہہ تاکہ کوئی تیرے اللہ کو گالی نہ دے اس صورت حال کے پس منظر میں ذرا غور کیجئے مس روپا میں کسی مسجد میں چندہ دے دوں تو کیا ہوگا وہاں بجلی کا بل ادا ہو جائے گا مرمت کا کام ہو جائے گا ٹیوب لائٹ یا پنکھا لگ جائے گا لیکن یہ کام تو وہاں نماز پڑھنے کے لیے نہ آنے والا بھی کوئی صاحب حیثیت مسلمان کر ڈالا گا اور اگر صاحب حیثیت نہ بھی ہوا تو کسی نہ کسی طرح مل جل کر ایسے کاموں کی تکمیل ہو ہی جایا کرتی ہے سوچنے والی بات تو یہ ہے مس روپا کہ میرے اس ادارے اس درس گاہ اس تربیت کے گہوارے مین جو لوگ تعلیم حاصل کرنے آتے ہیں ان میں سے کسی ایک کی معمولی سی مشکل دور کر کے میں اس کا بوجھ ہلکا کر سکوں اس کی فیس یا کتابوں کے اخراجات میں ہاتھ بٹا ڈالوں تو اس مسجد کے پن مین حصہ ڈالنے سے کیا اچھا نہیں ہے کہ وہاں تو لاؤڈ سپیکر پر مولوی صاحب اعلان کر کے چندہ اکٹھا کر لیں گے مگر یہاں۔ یہاں تو وہ سٹوڈنٹ جو فیس نہ بھر سکنے کی مشکل میں پھنسا ہوا ہے وہ اپنے بے تکلف ترین دوست سے بھی اس بات کا ذکر نہیں کر سکتا اس کی عزت نفس اسے زبان کھولنے کی اجازت ہی نہیں دے گی۔ وہ یونیورسٹی سے نام کٹوا لے گا تعلیم کے میدان سے نابود ہو جائے گا زندگی بھر کڑھ کڑھ کر اس وقت کو یاد کر کر کے آنسو بہاتا رہے گا جب اس کے پاس فیس اور کتابوں کے لیے پیسے نہیں تھے اس کا جیون

ناکامیوں کی بھینٹ چڑھ جائے گا وہ جو بننا چاہتا ہے، کبھی نہ بن سکے گا پھر یہ ناکامی اور مایوسی اسے یونیورسٹی سے نکال کر یا تو ایک قنوطی اور ناکامیاب کلرک بنادے گی مزدور بنادے گی چپراسی بنادے گی یا پھر وہ الٹے ہاتھ ہوم جائے گا اور برا انسان بن کر سماج سے اپنی محرومیوں کا بدلہ لینا شروع کردے گا اب اس ساری صورت حال کو سامنے رکھئے اور کہیے کہ میں اپنے اللہ اور رسول ﷺ کے فرمان کے مطابق پہلے بندوں کے حقوق ادا کرنے کی کوشش کروں یا اللہ کے وہ حقوق جن کے لیے اور بھی بے شمار لوگ موجود ہیں میرا اللہ تو مسلمان کا حج بھی قبول نہیں کرتا مس روپا جو غریب ہمسائے کی جوان بیٹی کو بیاہ سکتا ہو مگر اسے نظر انداز کرکے حج کرنے کعبہ کو چلا جائے اگر وہ اپنے غریب ہمسائے یا رشتہ دار کی بیٹی کو سرخ جوڑے میں لپیٹ کر رخصت کردے تو میرا اللہ شاید اسے ایک سے زیادہ حج کرنے کا ثواب عطا کردے میں جذبات کی رو میں دور تک بہتا چلا گیا سانس لینے کو رکا تو روپا نے زبان کھولی۔

سر۔ وہ بے حد متاثر نظر آرہی تھی آپ کا مذہب تو بہت زیادہ منش پرست ہے۔

منش پرست نہیں روپا۔ میں نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا منش نواز ہے اور اس میں کسی مسلم یا غیر مسلم کی تخصیص نہیں ہے۔

سر۔ وہ کچھ سوچتے ہوئے بولی۔ اگر آپ مائنڈ نہ کریں تو ایک بنتی ہے۔

ہاں ہاں۔ میں ہر خدمت کے لیے حاضر ہوں میں نے خوش دلی سے کہا۔

تو سر آپ مجھے کبھی کبھی وقت دیا کریں میں آپ کے دین اسلام کے بارے میں مزید جاننا چاہوں گی۔

یہ تو میری خوش قسمتی ہے مس روپا۔ میرے اندر خوشگوار سا جھونکا لہرا گیا آپ جب چاہیں جہاں چاہیں۔

روزانہ تو نہیں سر ہاں آپ سنڈے کو اگر مجھے کچھ سمے دے سکیں تو۔

موسٹ ویلکم مس روپا۔ جگہ آپ طے کرلیں میں دل و جان سے حاضر ہوں میں اپنی خوشی چھپا نہ سکا۔

آپ مجھے گھر کا ایڈریس دے دیں سر میں ہر سنڈے کو دس بجے آپ کے ہاں آجایا کروں گی زیادہ نہیں بس ایک آدھ گھنٹہ کافی ہوگا۔ اور میں نے اسے اپنا وزیٹنگ کارڈ دے دیا جس پر فون نمبر بھی تھا اور میرا شکریہ ادا کرکے وہ اٹھ گئی۔ میں پرنسپل صاحب سے رخصت ہوکر کمرے سے نکلا تو روپا کی شخصیت روشنی کے ہالے کی طرح میرے گرد حلقہ بنائے ہوئے تھی پھر سنڈے کی ملاقاتیں شروع ہوئیں پہلے تو صرف رسمی طور پر بات چلی بعد میں تعلق نے پر پھیلائے اور ہم ایک سال کے عرصے میں ایک ایسے مقام پر آکھڑے ہوئے جہاں روپا اندر سے سو فیصد مسلمان ہوگئی صرف زبان سے اقرار باقی تھا اور میں۔۔ اسی طرح اس کے بغیر خود کو ادھورا خیال کرنے لگ گیا۔ جیسے وہ خود کو میرے بغیر نامکمل جانتی تھی۔ یہ محبت تھی۔ لیکن اتنی پاکیزہ کہ ہم نے کبھی ایک دوسرے کو چھو کر نہیں دیکھا تھا پہروں پاس پاس بیٹھے رہتے مذہبی بحثیں کرتے معلومات کا تبادلہ ہوتا اکٹھے سیر کرتے کھاتے پیتے بارہا وہ رات کو دس دس بجے تک میرے گھر رکتی مگر ایک لمحے کو بھی کبھی شیطان کو ہمارے درمیان گھس آنے کی جرات نہ ہوئی ہم نے بارہا ایک دوسرے پر محبت کا اظہار کیا لیکن دل اور ذہن میں یہ حقیقت موجود تھی کہ روپا کے پتاجی کی زندگی میں ہم دونوں کبھی ایک نہیں ہوسکتے وہ ان کو کبھی یہ نہ کہہ سکتی تھی کہ وہ مسلمان ہونے جارہی ہے اور ایک مسلمان سے شادی کرنا چاہتی ہے اور اسے اس کے باپ سے چھیننے یا اس کے سامنے لاکھڑا کرنے کے بارے میں کبھی میں سوچ بھی نہ سکتا تھا۔ بس دو متوازی لکیریں

تھیں ندی کے دو کنارے تھے جو ساتھ ساتھ چل رہے تھے یہ جانتے بوجھتے ہوئے بھی کہ ان کا ملاپ کبھی نہیں ہوسکتا جہاں وہ ملیں گے وہاں عشق کی ندی کا پانی ٹھہر جائے گا رک جائے گا اس میں روانی کی جگہ کیچڑ ابھر آئے گا اور یہ ہم دونوں کو منظور نہیں تھا۔ پھر وہ دن آیا جس سے ہم دونوں اکثر سہم جاتے تھے مگر محبت والوں پر اگر یہ لمحہ نہ آئے تو شاید محبت کا مفہوم ان پر آشکار ا ہی نہ ہو محبت کی خوشبو اڑی اور رقیبوں کی زہریلی زبانوں پر ڈیک بن کر ٹھہر گئی روپا کے پتا کو ہم دونوں کے بارے میں سب پتہ چل گیا۔ روپا امتحان سے فارغ ہوچکی تھی رزلٹ میں کچھ دیر تھی وہ ہفتے میں دو تین بار مجھ سے مل لیتی تھی مگر جونہی اس کے باپ کو اس کے میرے ساتھ تعلق کا علم ہوا اس کی رگوں میں کٹر برہمن خون نے آگ لگادی اس نے فوری طور پر روپا کے باہر جانے آنے پر قدغن لگادی۔ روپا نے اف نہ کی۔ وہ ایک بے حد فرمانبردار بیٹی تھی اس نے فون کرکے مجھے صورت حال بتائی اور گھر بیٹھ گئی۔ میں اسے فون کہاں کرتا۔ اس کے گھر میں فون تھا ہی کہاں کسی اور کے ذریعے میں اسے کوئی سندیسہ بھجوا سکتا تھا نہ وصول کرسکتا تھا۔ ایک مہینہ گزر گیا۔ میں بیمار پڑ گیا روپا تندرست ہوگئی مجھے اس کا قطعاً یقین نہیں تھا پھر ایک روز اس کا فون آیا۔

سر۔ وہ دو سال کے اس جان لیوا تعلق کے بعد بھی مجھے سر ہی کہا کرتی تھی۔ روپا بول رہی ہوں اس کی افسردہ سی آواز ابھری۔

روپا۔۔ میں بے تاب ہو اٹھا۔ کیسی ہو جان۔ ٹھیک تو ہوناں۔

آپ کیسے ہیں سر۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

کیا زبان سے کہنا ہوگا میں تڑپ سا گیا۔

نہیں۔ مگر آپ کو کچھ سننا ہوگا سر۔۔ اس کا لہجہ بھرا گیا۔

کیا۔ میرا دل زور سے دھڑکا۔

رات پتاجی سے دوٹوک بات ہوگئی سر۔

پھر۔۔ میں چونکا۔

مجھے کیا کرنا چاہیے تھا سر۔ اس نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔

میں۔۔ میں کیا کہوں روپا۔ میری آواز ہکلا گئی۔ خوف سے میرا رنگ سفید پڑ گیا۔

میں نے انکار نہیں کیا سر۔

کیا۔ میرا دل اچھل کر حلق میں آگیا۔

ہاں سر۔۔ میں نے مہلت مانگ لی۔

مہلت۔ میں کچھ نہ سمجھ پایا۔

جی ہاں۔ رزلٹ آنے تک کی مہلت۔

اور اس کے بعد۔

سوچیں گے آپ ہلکان نہ ہوں ورنہ میری ہمت ابھی سے ٹوٹ جائے گی۔

روپا۔ تم جانتی ہو میں تمہارے بغیر مر جاؤں گا۔ میری آواز بھیگ گئی۔

اور میں۔۔۔ میں کیا زندہ رہ پاؤں گی سر۔ وہ چھلک پڑی۔

پھر انہوں نے کیا کہا۔ میں اس کی سسکی کا زخم نہ سہہ سکا۔

انہوں نے صاف صاف کہہ دیا ہے تم اس مسلمان پروفیسر سے شادی نہیں کروگی میرے لائے رشتے سے بھلے انکار کردو۔

روپا۔ میں لڑکھڑا گیا۔

وہ میرے پتاجی ہیں سر۔ آپ کو علم ہے کہ میں ان کو دکھ نہیں دے سکتی میری اس حرکت سے وہ پہلے ہی ٹوٹ سے گئے ہیں۔ میں جواب میں خاموش رہا میرا حلق سوکھ کر کانٹا ہو چکا تھا دماغ ماؤف ہوگیا تھا کیا کہوں کیا نہ کہوں کچھ سمجھ میں نہ آ رہا تھا۔

سر۔۔آپ سن رہے ہیں ناں۔ اس کی آواز سنائی دی

ہاں روپا۔۔ میں بڑی مشکل سے بولا۔۔تم کہو۔

اور کچھ نہیں سر آپ اپنا خیال رکھیے گا میں پھر فون کروں گی اس نے رابطہ منقطع کردیا میں یوں بت بنا کتنی ہی دیر بے حس وحرکت بیٹھا رہا جیسے اس نے میری روح اور بدن کا رشتہ کاٹ دیا ہو۔

صبح اٹھا تو تیز بخار نے مجھے توڑ پھوڑ کر رکھ دیا تھا شبیر میرے علاج کے لیے ڈاکٹر پر ڈاکٹر بدل رہا تھا مگر میرا بخار تھا کہ ٹوٹنے کا نام ہی نہ لے رہا تھا۔ ڈاکٹر تو دوائیں دے سکتا تھا وہ دے رہا تھا ان کو یہ علم کب تھا کہ یہ تپش بخار کی نہیں اس فراق کی ہے جو عشق کے نصیب میں ازل سے لکھ دیا گیا ہے چوتھے دن نیم بے ہوشی کے عالم میں شبیر نے مجھے بتایا کہ روپا کے والد دم توڑ گئے ہیں۔ بیماری کے ہاتھوں وہ بے چارے پہلے ہی لاچار تھے اس تازہ غم نے ان کو مزید کمزور کرڈالا تھا وہ جان ہار گئے ایک پل کو مجھے یوں محسوس ہوا کہ جیسے انکی موت کا کچھ کچھ ذمہ دار میں بھی ہوں مگر پھر بخار کی مدہوشی نے مجھے دنیا ومافیہا سے بے خبر کردیا۔ شبیر نے فون پر روپا کو جواب میں میری بیماری سے آگاہ کردیا تھا باپ کے کریا کرم سے فارغ ہوکر تیسرے دن وہ مجھ سے ملنے آئی میں نحیف ونزار بستر پر ہوش وحواس سے بیگانہ پڑا تھا۔ شبیر اسے میرے کمرے مین چھوڑ کر اس کے لیے چائے بنانے چلا گیا۔ وہ میرے بستر کے قریب ہی کرسی پر بیٹھ گئی۔

سر۔ دھیرے سے اس نے مجھے پکارا۔ میں نے خواب کے عالم میں اس کی آواز سنی۔

روپا۔ بے خودی کی حالت میں میرے لبوں سے نکلا۔

سر۔ میں یہاں ہوں آپ کے پاس۔۔ وہ اسی لہجے میں بولی۔

میرے پاس۔ یہاں میرے شعور اور لاشعور میں جیسے اگر بتیاں سلگ اٹھیں بڑا زور لگا کر میں نے آنکھیں کھولیں اس کی کمزور اور تھرکتی ہوئی شبیہ نظروں میں لرزتے لرزتے اتری۔ روپا۔ ہولے سے میں نے پکارا۔

سر۔ پہلی بار۔ ہاں دل وجان کے اس تعلق کے سارے عرصے میں پہلی بار اس نے مجھے چھوا۔ اس نے اپنا نرم وگداز ہاتھ میری پیشانی پر رکھ دیا۔ یوں محسوس ہوا جیسے میری روح تک سیراب ہوگئی ہو جلتی دوپہر میں تپتے مرمر پر کسی نے شبنم کا چھینٹا دے دیا ہو۔ ساری تپش ساری جلن ساری آگ یوں بجھ گئی جیسے کبھی فراق اور ہجر کے شعلے بھڑکے ہی نہ تھے۔

روپا۔ میں نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا میری آنکھیں پوری طرح کھل گئیں وہ سراپا یاس سراپا حزن غم واندوہ کی تصویر میرے سامنے خاموش بیٹھی تھی۔

بس کیجیے سر۔ بہت ہوگیا۔ ہوش میں آیئے۔ اس نے ہولے سے میری پیشانی کو دبایا۔

روپا۔ میری آنکھوں سے گرم گرم آنسو ڈھلک پڑے۔

سر۔ اس نے سفید ساڑھی کا آنچل آنکھوں پر رکھ لیا کتنی ہی دیر دو دیوانے لہو روتے رہے سسکتے رہے صدیوں کا غبار آنسوؤں کے سنگ بہہ نکلا۔ شبیر چائے لے آیا تو ہم سنبھلے۔ مجھے بے حد نقاہت ہو رہی تھی میں تکیئے کے سہارے بستر پر بیٹھا اس سرسوں کی کلی کو دیکھ رہا تھا جو تین دن ہی میں بالکل بے روپ ہوگئی تھی۔ ہم دونوں نے چائے پی شبیر برتن لے گیا اور ہم سنبھل کر بیٹھ گئے۔ پھر روپا نے میری آنکھوں میں جھانکا۔

سر۔ میں آپ سے رخصت ہونے آئی ہوں۔

میں سمجھا نہیں روپا۔ سہم کر میں نے پوچھا۔

سر پتاجی کی خواہش تھی کہ میں ان کے مرنے کے بعد اپنی موسی گیتا کے پاس چلی جاؤں۔

کہاں روپا۔ کہاں رہتی ہیں تمہاری موسی۔ میں نے اضطراب میں پوچھا۔

یہیں۔ دہلی ہی میں سر۔۔

اوہ۔ میرے لبوں سے اطمینان بھری آواز نکلی تو اس نے کہا۔

میں اب شاید آپ سے کبھی نہ مل سکوں سر۔

کیوں روپا۔ میں مچلا۔ کیا یہ بھی تمہارے پتاجی کی شرط تھی۔

نہیں سر۔ اس نے سر جھکا لیا۔ مگر میں آپ سے ملوں گی تو اس سے میری اور آپ کی رسوائی میں اضافہ ہوگا۔

روپا۔ میں نے لرزتے ہوئے کہا۔

خود کو سنبھالیے سر۔ وہ ذرا جذبات کے بھنور سے باہر نکلی۔ میں جس فرض کی تکمیل کے لیے آپ کے پاس آئی ہوں مجھے اس میں دیری سے بچائیے۔

فرض۔ کیسا فرض۔ میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

مجھے کلمہ پڑھایئے سر۔ اس نے ایک عزم سے کہا۔

روپا۔ میں حیرت زدہ رہ گیا۔

سر۔۔ میں اپنے اندر کی آواز کو نہیں دبا سکتی۔ میں اپنے پتاجی کی ہر آگیا کا پالن کر سکتی ہوں مگر اس دنیا کی حد تک میرا دل میری روح میرا ضمیر ہر سو سے اس فرض کی تکمیل کے لیے بے چین ہے اسے آسودی کر دیجیے سر میں اپنے طور پر مسلمان ہو چکی ہوں مگر میں آپ کے ہاتھوں اسلام قبول کرنا چاہتی ہوں پلیز سر مجھے کلمہ پڑھائیے۔ اور مجھے یوں لگا جیسے میں کبھی بیمار تھا ہی نہیں میری ساری کلفت سارا مرض ساری نقاہت دم توڑ گئی میں بستر سے اترا اسے ہاتھ روم میں لایا خود بھی وضو کیا اسے بھی وضو کرایا پھر ہم کمرے میں لوٹ آئے میں نے جائے نماز بچھایا دو نفل شکرانے کے پڑھے اور پھر اسے سامنے بٹھایا اور کلمہ پڑھا دیا۔ اسے اسلام کے بنیادی ارکان ہی سے نہیں باقی معاملات سے بھی بڑی تفصیلی آگاہی تھی وہ گزرے برسوں میں اسلام کے بارے میں مجھ سے بڑی لمبی لمبی بحثیں کرتی اور معلومات لیتی رہی تھی پھر وہ لمحہ آگیا جس کے تصور سے چند منٹ پہلے میں لرزہ براندام تھا مگر اب مجھے اس کا سامنے کرنے میں دکھ تو ہو رہا تھا اذیت تو محسوس ہو رہی تھی پچھتاوا کوئی نہیں تھا۔

اچھا سر۔ اجازت دیجیے۔ اس نے میرے مدمقابل کھڑے ہو کر سر جھکا دیا۔

آج سے تمہارا نام روپ ہوگا صرف ایک حرف کم کر دینے سے تمہارے نام پر سے کفر کی ظلمت چھٹ گئی۔

سر آپ نے جو کہا درست کہا اس نے سر نہ اٹھایا۔

روپ۔ میرے دل میں ٹیس سی اٹھی کیا کبھی ملنے کی کوئی صورت ہے

اللہ پر چھوڑ دیجئے سر میں اپنے پتاجی سے کئے ہوئے وعدے کو توڑنا نہیں چاہتی میں ایک بیٹی ہوں سر

ان کی نافرمانی پر اپنی خوشیوں کا محل تعمیر کرنا میرے بس سے باہر ہے۔

ٹھیک ہے روپ۔ تم اپنا وعدہ نبھاؤ میں زندگی کے آخری سانس تک تمہارا انتظار کروں گا۔

میں آپ کو یہ کہہ کر بے وفائی کا مرتکب نہیں ہونے دوں گی کہ سر کہ آپ شادی کر لیجئے گا میں چاہوں گی کہ آپ بھی میرے علاوہ کسی اور کو اپنی زندگی میں شریک کرنے کا کبھی سوچئے گا بھی مت سنا ہے بندھن آسمانوں پر بنتے ہیں پھر میں اور آپ اسے کیسے توڑ سکتے ہیں لیکن شاید ابھی وہ وقت دور رہے سر شاید ہمارا ملاپ اس دنیا میں ممکن نہیں ہے۔

ٹھیک کہتی ہو روپ میں نے اس کے جذبے پر سر تسلیم خم کر دیا مجھ اسکے حق جتانے پر ایک انجانی سی خوشی ہوئی تھی سب کچھ اللہ پر چھوڑ دو دیکھتے ہیں ہمارا ملاپ اس کی رضا سے کب اور کہاں ہوتا ہے۔

اللہ حافظ روپ۔ میں نے اس کی پیشانی کو چوما۔

اللہ حافظ سر۔ وہ مجھے نظر بھر کر دیکھ کر پلٹی اور کمرے سے نکل گئی۔ روپ چلی گئی میں بے روپ ہوگیا بمشکل ایک سال بعد میں نے یونیورسٹی سے ریٹائرمنٹ لے لی گھر کو تالا لگانے کے بجائے شبیر اور مہیش خان کے حوالے کیا جو ڈیوز ملے ان سے یہ فلیٹ خریدا اور آسن جما کر بیٹھ گیا اللہ اللہ کرنے کا اس سے اچھا وقت شاید مجھے کبھی پھر کبھی نہ ملتا میں اپنے رب کی طرف ایک قدم بڑھا وہ مجھے پذیرائی دینے کے لیے بھاگ کر میری طرف آیا اس کی ذات صفات نے مجھے وہ انعامات عطا فرمائے کہ میں نہال ہوگیا کئی مشکلوں میں پھنسے کالے جادو اور سفلی علوم کے شکار لوگوں کو اللہ نے اس فقیر کی دعا سے نجات دی میں نے کبھی خاص طور پر روپ کو تلاش کرنے کی کوشش ہی نہیں کی۔ میں اپنے اللہ کی رضا پر راضی ہوں مجھے پورا یقین ہے ایک دن اچانک ہی میری روپ سے میرا سامنا ہو جائے گا میری محبت کا خزانہ ایک دن پلک جھپکتے میں میری نظروں کے سامنے آ رہے گا اسے کھوجنے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی مجھے اسی لیے میں نے اس دن بھی کہا تھا بار بار کہتا ہوں اور آج بھی کہہ رہا ہوں کہ یہ جو بیٹیاں ہوتی ہیں ناں ان کا دکھ دیکھنا بڑے دل گردے کا کام ہے یہ اپنے اندر غم کا زہر یوں اتار لیتی ہیں جیسے سخت گرمی میں برف کا سرد پانی پی رہی ہوں۔ یہ اپنے جنم دینے والوں کو ستا ہی نہیں سکتیں یہ خود مٹ جاتی ہیں۔ کبھی اپنے ماں باپ سے کیا ہوا وعدہ خواب میں بھی توڑنے کا نہیں سوچتیں میری باتوں سے آج تک تم نے یہی اندازہ لگایا ہوگا کہ شاید میری کوئی بیٹی تھی جس کا دکھ میری باتوں میں چھلک اٹھتا ہے نہیں بابا نہیں یہ تو روپ کا دکھ ہے اس فرمانبردار بیٹی کا دکھ ہے جو اپنے باپ سے کئے ہوئے وعدے پر جیتے جی مصلوب ہوگئی اسے سولی سے اتارنے کے لیے میں کب جا پاؤں گا آج پانچ سال سے میں اسی انتظار میں ہوں مگر ابھی نجانے وہ وقت کتنی دور ہے وہ ساعت کب آئے گی جب میں اپنی روپ کا فراق اور ہجر کے زخموں سے لہولہو بدن وعدے اور انتظار کی سولی سے اتار پاؤں گا جانے ابھی کتنی فرقت کی سدیاں میری تنہائی کا تماشہ دیکھنے کے لیے باقی ہیں۔ پروفیسر عبدالرحیم خاموش ہوگئے۔ کمرے میں تیرتی پھرتی یادوں کی پرچھائیں تھم گئیں کیلاش اور ساکشی نے نظروں کے سامنے چھائی بھیگی دھند کے پار غور سے دیکھا پروفیسر کی آنکھیں بند تھیں پلکیں بھیگی ہوئی تھیں۔ رخسار تر تھے ساکشی نے آنکھیں میچ کر بچے ہوئے آنسو بھی باہر نکال دیئے پھر سکارف کے پلو سے آنکھیں اور چہرہ خشک کیا کیلاش نے بھی رومال سے یہی فریضہ انجام دیا اور دونوں نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا۔

سر تب ساکشی نے پروفیسر پر نظریں جما دیں۔

ہوں۔ انہوں نے آہستہ سے آنکھیں کھولیں سرخ اور متورم آنکھوں نے ان کے داڑھی سے سجے چہرے کو عجیب سا حسن بخش دیا تھا۔ ہتھیلیوں سے آنکھیں اور چہرہ خشک کرنے کے بعد ان کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھری۔

سر میں بھی چند فقروں میں ایک چھوٹی سی کہانی آپ کو سناتی ہوں سنیں گے آپ۔

ضرور سنیں گے بابا لگتا ہے آج کہانیوں ہی کی رات ہے سچی کہانیوں کی رات۔ وہ سنبھل کر بیٹھ گئے کیلاش بھی اس کی طرف متوجہ ہوگیا۔

مین کالج میں پڑھتی تھی جب بری سوسائٹی کا شکار ہوگئی دور کی ایک موسی تھی جو ایک روز ہمارے ہاں رہنے کو چلی آئی بڑی خوبصورت جوان اور من موہنی بے چاری یتیم ہوگئی تھی میری ماں نے اسے یوں سینے سے لگایا جیسے اس کے دکھ میں برابر کی شریک ہو موسی بے حد سندر ہونے کے باوجود ہر وقت چپ چپ رہتی گھر سے باہر نکلتے تو کبھی میں نے اسے دیکھا ہی نہیں تھا پھر جب ماں کا دیہانت ہوگیا تو وہ اور بھی گوشہ نشین ہوگئی نہ وہ کسی بھگوان کو مانتی اور نہ مندر جاتی بس دن رات اپنے کمرے مین بند پڑی نجانے کیا اشلوک سے پڑھتی رہی۔ دن میں کئی کئی بار منہ ہاتھ دھوتی جیسے وہم کی بیماری ہوگئی ہو اسے اس کی خاطر مجھے گھر میں ایک دس بارہ سالہ لڑکی ملازم رکھنا پڑی اس کی شخصیت میں ایسا جادو تھا کہ میں اس کی غلام ہوکر رہ گئی۔ اس سے دور جانے یا اسے خد سے دور کرنے کا خیال بھی مجھے تڑپا دیتا میں ہفتوں گھر نہ جاؤں مجھے کچھ نہیں ہوتا مگر یہ سوچ کر ہی میرا دم گھٹ جاتا کہ اگر موسی کہیں چلی گئی تو میرا کیا ہوگا۔ آج میں اپنے سب سے بڑے راز سے پردہ اٹھا دوں سر میں کبھی کسی کو اپنے ساتھ گھر نہیں لے گئی۔ یہ موسی کی ضد تھی کہ وہ کسی غیر مرد کا گھر میں آنا پسند نہیں کرتی تھی خاندان والے بھی کم کم آتے تھے کہ موسی اس سے ملنا ہی نہیں چاہتی تھی اور میرے پاس وقت ہی نہیں تھا میں جس سوسائٹی میں جس حیثیت سے موو کرتی ہوں موسی کو اس کا علم نہیں تھا وہ تو گائے جیسی گائے بڑی بڑی آنکھوں والی سیدھی سادی بالکل آپ کی روپ جیسی فرقت گزیدہ وصال کی منتظر۔ وہ ایک پل کو رکی پروفیسر اور کیلاش پوری توجہ سے اس کی بات سن رہے تھے آخری فقرے پر پروفیسر نے آنکھیں اٹھائیں اور ساکشی کی جانب دیکھا دونوں کی نظریں ٹکرائیں۔

شاید اس نے بھی کسی سے محبت کی تھی پروفیسر نے دھیرے سے کہا۔

شاید۔۔ شاید نہیں سر یقیناً۔ جیسی محبت اس نے کی ہے ویسی تو صرف آپ کی روپ نے کی ہے بس اور کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔

اچھا بڑی بات ہے پروفیسر مسکرائے دنیا میں دیوانوں کی کیا کمی ہے بابا۔

پھر ایک دن موسی کو بہت تیز بخار ہوا ساکشی نے بات کا سلسلہ وہی سے جوڑا جہاں سے توڑا تھا پروفیسر اور کیلاش پھر اس کی جانب متوجہ ہوئے۔ بخار کیا تھا آگ تھی آگ کم ہوتا ہی نہ تھا جب بھی موسی کو ذرا ہوش

آتا وہ کسی کا نام لیتی زور لگا کر آنکھیں کھولتی ادھر ادھر دیکھتی اور پھر غش کھا جاتی میں اتفاق سے اس روز گھر پر ہی تھی ملازم لڑکی سحر امیں موسی کو دوائیں پلاتے پلاتے اور اس کے جلتے ہوئے ماتھے پر برف کی پٹیاں کرتے کرتے ہلکان ہو گئے مگر بخار کم نہ ہوا شام کے وقت موسی نے ذرا سرت سنبھالی۔
شکو۔ اس نے اپنے لرزتے گرم گرم ہاتھوں میں میرا ہاتھ تھام لیا۔
موسی۔ میں رو پڑی۔
نہ شکو نہ رومت میری بات دھیان سے سن میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے سن۔
موسی۔ میں اس کا ہاتھ ہونٹوں سے لگا لیا۔ ایسی باتیں مت کرو موسی میں اکیلی پڑ جاؤں گی بھرے جہان میں۔۔ سب کو ایک دن جانا ہے شکو سب کو ایک دن اکیلا ہونا ہے کسی کو آج کسی کو کل مجھے دیکھا تین سال سے اکیلی پڑی ہوں مگر اب مجھ سے یہ تنہائی برداشت نہیں ہوتی شکو۔ میں جا رہی ہوں تجھ سے ایک بات کہنا ہے بس۔
ہاں موسی ہاں کہو۔۔ میرا کلیجہ پھٹا جا رہا تھا۔
شکو اس گھر میں کبھی کسی غیر مرد کو نہ آنے دینا یہ میرا کسی سے اور اپنے آپ سے بھی وعدہ تھا اسے ٹوٹنے نہ دینا ہاں ایک دن وہ آئیں گے صرف ان کو یہاں لانا میرے کمرے میں کسی اور مرد کے پیر نہ پڑنے دینا شکو بول ایسا کر سکے گی موسی کی حالت پھر بگڑنے لگی تھی۔
موسی میں جی جان سے ایسا کروں گی مگر وہ کون ہیں جن کے انتظار میں تو نے یہ حال کر لیا وہ کون ہیں کہاں ہیں میں ابھی ان کو جا کر لے آؤں۔ نہ شکو نہ موسی نے بڑی طاقت لگا کر آنکھیں کھولیں اس کی بڑی بڑی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں ایسا حسن میں نے زندگی میں اس سے پہلے دیکھا نہ تھا نہ بعد میں جو اس وقت موسی کے چہرے پر روشنی کی طرح برس رہا تھا
کیوں موسی۔ میں اس کے سینے پر سر رکھ کر ہچکیاں لینے لگی
ابھی نہیں شکو ابھی نہیں مگر ایک دن وہ یہاں ضرور آئیں گے۔ موسی کا سانس اکھڑ گیا۔
موسی مجھے انکا نام بتاؤ میں ان کو خود لے آؤں گی ضد نہ کرو موسی تمہاری آتما کو شانتی نہیں ملے گی ایسے ان کا نام بتاؤ موسی۔ میں نے سر اٹھا کر موسی کا چہرہ ہاتھوں میں لے لیا اور دیوانوں کی طرح ضد کرنے لگی۔
شکو ابھی نہیں۔ وہ ضرور آئیں گے ایک دن میرے سر میرے سر اور موسی کی بڑی بڑی آنکھیں مدھ بھری فراق کی آگ میں جلتی ہوئی سرخ آنکھیں کھلے دروازے پر جم کر رہ گئیں اس کے ہونٹوں پر سر کا لفظ شہد کی طرح تیر رہا تھا چہرے پر سکون ہی سکون تھا اور۔۔ کیا کہا تم نے۔ پروفیسر نے پاگلوں کی طرح ساکشی کو جھنجھوڑ ڈالا۔ سر۔۔ سر کہا تھا اس نے وہ میری روپ تھی ناں۔۔
ہاں ہاں۔۔ سر ہاں۔ ساکشی کی آواز تھرا کر رہ گئی وہ آپ کی روپ تھی ہماری روپا آپ کی روپ۔
او۔۔ و۔ پروفیسر نے ماتھا پیٹ لیا یہ تم نے کیا کیا روپ یہ تم نے کیا کیا ارے تین سال ہو گئے تمہیں میری جان چھوڑے اور میں اب تک سانس لے رہا ہوں کیوں۔ وہ دیوانوں کی طرح بڑبڑائے اور اٹھ کھڑے ہوئے کیلاش اور ساکشی بھی ساتھ ہی اٹھ گئے۔
سر۔۔ ساکشی نے اس کی جانب دیکھا خود کو سنبھالیے سر۔ کیلاش اس ساری صورت حال میں ہونق بنا ان دونوں کو دیکھ رہا تھا اس کی سمجھ میں بات تو آ گئی تھی مگر یہ سمجھ نہ آ رہا تھا کہ وہ کیا کہے کیا کرے۔ چلو مجھے لے چلو میری روپ کے کمرے میں اس جگہ جہاں اس کے پاکیزہ سانس بسے ہوئے ہیں اس کے قدموں کی آہٹیں دفن ہیں اس کے بدن کی مہک رچی ہوئی ہے بدن ہاں ارے ایک دم وہ جیسے میں آ گئے ساکشی دیوی یہ کہو تم نے میری روپ کے بدن کا کیا کیا اسے آگ تو نہیں دے دی اس پھول کو جلا تو نہ دیا تم نے۔
نہیں سر۔۔ ساکشی کے ہونٹوں پر بڑی زخمی مسکراہٹ ابھری یہ ستم میں کیسے کر سکتی تھی وہ جو دن میں بار بار منہ ہاتھ دھوتی تھی میں جانتی تھی کہ وہ وضو کرتی ہے وہ جو کمرے میں بند ہو کر اشلوک پڑھتی تھی ناں میں واقف تھی کہ وہ قرآن پاک کی تلاوت کرتی ہے پھر بھی میں اسے آگ کے حوالے کیسے کر دیتی سر میں جان چکی تھی وہ مسلمان ہو چکی ہے اور اگر میں اسے آگ کے حوالے کر بھی دیتی تو میں وشواس سے کہہ سکتی ہوں کہ آگ اسے کبھی نہ جلاتی سر آپ مسلمانوں کا اللہ بڑی حفاظت کرتا ہے اپنے بندوں کی یہ میں جانتی ہوں میں رات کی خاموشی میں اسے مسلمانوں کے قبرستانوں میں لے جا کر زمین کے سپرد کر دیا تھا۔
الحمد للہ۔ پروفیسر نے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں پھنسا کر ٹھوڑی پر رکھیں اور آنکھیں موند کر بے ساختہ کہا میرے اللہ تو رحیم ہے تو کریم ہے تو اپنے بندوں کی ہر جگہ خبر رکھتا ہے کیلاش اور ساکشی نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا۔۔
چلو ساکشی دیوی چلو مجھے میری روپ کے معبد میں لے چلو جلدی لے چلو بابا یہ تمہارا مجھ پر دوسرا احسان ہوگا ایک احسان تم نے روپ کو دفن کر کے مجھ پر کیا ہے دوسرا مجھے اس کی عبادت گاہ میں پہنچا کے کر ڈالو۔
چلیں سر۔ چلیں۔ روپ۔ پگلوں کے انداز میں پروفیسر نے کہا۔ میں آ رہا ہوں میں آ رہا ہوں۔ تم نے میرا انتظار نہیں کیا۔ یہ تم نے مجھ سے بڑی زیادتی کی مگر اب مجھ سے انتظار نہیں ہوتا روپ میں آ رہا ہوں میں آ رہا ہوں۔
کیلاش نے پروفیسر کا دایاں اور ساکشی نے بایاں بازو اپنے کندھے پر رکھ کر گلے میں حمائل کر لیا اور اس کے کانپتے ہوئے بدن کو سہارا دے کر یوں چلے جیسے کسی بیمار محبت کو مسیحا کے در پر لے جا رہے ہوں۔ وہ اپنی روپ کے پاس پہنچ گئے۔ کیلاش اور ساکشی ان کے مردہ جسم کو دیکھ رہے تھے جو انکے ہاتھوں میں بے جان ہو گیا تھا۔ ان دونوں کی آنکھوں میں آنسو بہہ نکلے اور پھر انکو بھی اس کے ساتھ والی قبر میں اتار دیا گیا۔
کیلاش۔ ساکشی نے ایک گہری کیلاش پر ڈالی۔ وہ صرف اس کو دیکھ سکا۔ جاؤ نرملا تمہارا انتظار کر رہی ہوگی۔ جانتے ہو محبت کیا ہوتی ہے میں نے دیکھ لیا ہے ہاں تم نے بھی دیکھ لیا ہے یہ دونوں قبریں سے پریموں کی ہیں۔ تم بھی اپنی نرملا کے پاس جاؤ میں جانتی ہوں کہ تمہارے دل میں اس کے لیے بہت محبت ہے اور وہ بھی تم کو ویسے ہی چاہتی ہے جیسے تم اسے چاہتے ہو۔
اور تم۔۔ کیلاش نے اسے دیکھا۔ میں۔۔ میں اس نے ایک سرد آہ بھری۔ میں بھی آج سے روپ بن جاؤں گی وہ کچھ کروں گی جو روپ نے کیا تھا میں بھی ایسا ہی اشلوک پڑھا کروں گی جو وہ پڑھتی تھی میں بھی مسلمان ہو کر وہ زندگی جیوں گی جو روپ نے جی تھی میں بھی اب کسی مرد کو اپنے گھر میں نہیں آنے دوں گی ہاں میں بھی ویسی ہی بن جاؤں گی۔ تم جاؤ اور آج کے بعد مجھے بھول جانا کیلاش نے اسے کچھ کہنا چاہا لیکن اس نے اس کو روک دیا اور یوں وہ چل دیا ساکشی اسے جاتا ہوا دیکھتی رہ گئی۔ وہ چلتے چلتے اس کی نظروں سے غائب ہو گیا۔۔۔ ختم شد۔

پھول اور کلیاں

اقوال زریں

* دانا سوچ کر بات کرتا ہے اور بے وقوف بات کر کے سوچتا ہے۔
* اللہ کی بنائی ہوئی چیز غلط نہیں ہوتی، ہاں اُس کا کردار غلط ہوسکتا ہے۔
* تخلیق کائنات کے کل رنگ خالق عرض دکھالے ہیں۔
* دوستی پُرخلوص ہو تو خوشبو کی مانند ہوتی ہے۔
* اچھا دوست ایک انمول تحفہ ہوتا ہے۔
* مال و اولاد اِک آزمائش کے سوا کچھ بھی نہیں۔
* محبت کرو تو اس طرح سے کہ تم ایک مثال بن جاؤ۔

عمران انجم راہی۔ ستہ پانی

لطیفہ

ایک عورت کے سر میں درد ہو رہا تھا، اس کے پاس ایک اور عورت آئی، اس نے اس کو بولا کیا بات ہے، کیوں پریشان ہو؟ اس نے جواب دیا سر کو درد ہو رہا ہے۔

دوسری عورت: پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں میرے سر میں بھی درد تھا اور میرے شوہر نے میرا سر اپنی گود میں رکھ کر میرے سر کی مالش کی اور میرا سر درد ختم ہو گیا تھا۔

پہلی عورت: باجی! آپ کے شوہر صاحب کب گھر پر ہوں گے؟

دوسری عورت: رات کو۔

پہلی عورت: باجی! میں ضرور رات کو آؤں گی۔

(آفتاب احمد عباسی۔ سعودی عرب)

معلومات

* ہمارے ملک کے چار صوبے ہیں۔
* جنت کا ٹکڑا سوات شہر کو کہتے ہیں۔
* سب سے زیادہ بے حیائی انڈیا کے ملک میں ہے۔
* قرآن پاک میں 114 سورتیں ہیں۔
* قرآن پاک کی سب سے چھوٹی سورت کوثر ہے۔
* اردو ہماری قومی زبان ہے۔

پرویز اقبال۔ دریا خان شہر

گلدستہ

- اللہ کا ذکر ہی بہترین چیز ہے۔
- مشکل کشا صرف اللہ کی ذات ہے۔
- ہر کام میں ایمانداری کو اپناؤ۔
- ہر کام بسم اللہ سے شروع کرو۔
- کسی کو کبھی کوئی تکلیف نہ دو۔
- اے اللہ ہمارے ملک کی حفاظت فرما۔
- زندگی میں مصیبت اور دکھ آتے رہتے ہیں۔
- سب سے زیادہ دعا مانگنی چاہئے۔

پرویز اقبال۔ دریا خان

دکھ کیا ہے؟

- دکھ وہ گل ہے جو صحراؤں میں کھلتے ہیں۔
- دکھ وہ آنسو ہیں جو آنکھوں میں رہتے ہیں۔
- دکھ وہ امرت ہے جو ویرانوں میں پلتے ہیں۔
- دکھ وہ موتی ہیں جو ہر اک آہ سے جھڑکتے ہیں۔
- دکھ وہ ساتھی ہے جو ہر پل ساتھ رہتے ہیں۔
- دکھ وہ موسم ہیں جو بدل بدل کر آتے ہیں۔
- دکھ وہ نغمے ہیں جو ہر پل ہونٹوں پر سجے رہتے ہیں۔
- دکھوں کا ہم جیسے بعض لوگوں سے ایسا تعلق ہے جیسے ماں کی ممتا کا ایک بیٹے سے ہوتا ہے۔

سپاہی ہیرا تبسم۔ رسول پور

انمول موتی

* آزادی کی بھوک اسیری کی امیری سے بہتر ہے۔
* کارخانہ قدرت میں فکر کرنا بھی عبادت ہے۔
* ہزار دوست کی دوستی کو ایک شخص کی عداوت کے بدلے نہ خریدو۔
* اگر تو گناہ پر آمادہ ہے تو کوئی ایسا مقام تلاش کر جہاں خدا

نہ ہو۔
* اللہ کا ذکر دل سے فکر و غم دور کرتا ہے۔
* بہت بڑا گناہ یہ ہے کہ تم وہ بات کہو جو تم نہیں جانتے ہو۔
* ظالموں کو معاف کرنا مظلوموں پر ظلم کرنا ہے۔
* نیکی ایک ایسی شمع ہے جو دوست اور دشمن دونوں کے گھر اجالا کرتی ہے۔
* محبت ایک ایسا نشہ ہے جو دانا اور نادان کو ایک ہی مسحور کرتا ہے۔
* ہرنا کامی آپ کے لئے کامیابی کی راہ تلاش کرتی ہے۔

محمد نعیم خان۔ موٹا نوالی ضلع باغ

جنت میں لے جانے والے اعمال

* جب بات کرو تو جھوٹ نہ بولو۔
* جب وعدہ کرو تو اس کے خلاف نہ کرو۔
* جب کوئی امانت رکھے تو خیانت نہ کرو۔
* اپنی نگاہوں کو ہمیشہ نیچا رکھو۔
* اپنے ہاتھ پاؤں وغیرہ کو حرام سے بچائے رکھو۔

تو اپنے رب کی جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔

عبدالرشید اُوڈ۔ عبدالحکیم

محبت کی عبادت

جب بھی وہ شخص اسد مجھ سے خفا ہو جاتا جائے
اک سونامی مرے سینے میں بپا ہو جائے
دل میں پھر کچھ بھی نہیں ہوگا خلاؤں کے سوا
تو کسی روز اگر مجھ سے جدا ہو جائے
وہ بہت رکھتا ہے چاہت کی نمازوں کا حساب
وہ تو اک سجدہ نہ بخشے جو قضا ہو جائے
تھپکیاں دے کے سلاتی ہے تیری یاد ہمیں
نیند جس رات بھی آنکھوں سے خفا ہو جائے
یہ طریقہ ہے محبت کی عبادت کا اسد
اُس کو چھو لینے سے اک رکن ادا ہو جائے

اسد حسین۔ بٹلی، آزاد کشمیر

مسکراہٹ

- مسکراہٹ ایک ایسا پھول ہے جو کبھی بھی نہیں مرجھاتا۔
- مسکراہٹ زندہ دلوں کی پہچان ہے؟
- مسکراہٹ روح کا دروازہ کھول دیتی ہے؟

راجہ محمد اسلم۔ سرگودھا

لطیفے

- ایک دن ایک چور غریب آدمی کے گھر آیا اور اس سے پوچھا۔ ارے بڈھے تمہارے گھر میں سونا کہاں ہے۔ اُس نے جواب دیا۔ میرے بیٹے سارا گھر خالی ہے جہاں مرضی سو جاؤ۔
- ایک شخص سکول گیا اور ماسٹر صاحب سے درخواست کی کہ ان بچوں کو کہیں کہ میرے لئے دعا کریں، میرے حالات ٹھیک ہو جائیں۔ ماسٹر صاحب نے جواب دیا اگر میری کلاس کے بچوں کی دعا قبول ہوتی تو میں آج اس سکول میں نہیں بلکہ قبرستان میں ہوتا۔

راجہ محمد اسلم۔ سرگودھا

میری رائے

بے وفائی کرنے والے کو معاف نہیں کرنا چاہئے کیوں کہ اکثر محبت کرنے والے بے وفائی ہی کی وجہ سے خودکشی کر لیتے ہیں اور اپنی زندگی کی بازی ہار کر اپنی آخرت بھی خراب کر لیتے ہیں۔ بے وفائی کرنے والے کا دوسرے کی زندگی کی خوشیاں لوٹنے کا بڑا عمل دخل ہوتا ہے۔ اگر بے وفا کو معاف کر دیں گے تو اُس کا ہمیشہ کا یہ شیوہ بن جائے گا کہ وہ ہر کسی کے دل کے ساتھ کھیلے، ہر کسی کی زندگی خراب کرے۔ بہتر یہی ہے بلکہ میری دلی رائے ہے کہ بے وفا کو دنیا اور آخرت میں ضرور سزا ملے تاکہ کسی کے دل کے ساتھ کوئی بھی بے وفائی کا کھیل نہ کھیلے۔

ع۔ کالا باغ

سوالات و جوابات

س: اس مقدس پتھر کا کیا نام ہے جو خانہ کعبہ کی دیوار میں نصب ہے؟

ج: حجر اسود۔

س: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنے حج کیے؟

ج: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ہی حج کیا، وہی پہلا اور آخری تھا۔

س: سب سے پہلے مکمل ہونے والی سورۃ کا نام بتایئے۔

ج: سورۃ الفاتحہ۔

س: حروف مقطعات سے کیا مراد ہے؟

ج: وہ الفاظ جن کے معانی خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا مثلاً الم۔

س: ذوالنورین کس صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لقب ہے؟

ج: ذوالنورین یعنی دو نوروں والا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب ہے۔

س: دین کا پہلا (پرانا) نام کیا تھا؟

ج: دین حنیف۔

اختر عباس آکاش۔بکھر

معلومات

- شاعر مشرق علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال نے 1893ء میں گجرات سے سینٹر سے میٹرک کا امتحان پاس کیا تھا۔
- حضرت موسیٰ علیہ السلام کو "حکیم اللہ" کہتے ہیں۔
- دنیا کا سب سے کم گہرا سمندر بحیرہ بالٹک ہے۔
- دنیا کی سب سے اونچی ریلوے لائن پیرو شہر جنوبی امریکہ کی قومی ریلوے ہے۔
- سندھی زبان میں ڈرامے کی ابتداء مرزا قلیچ بیگ نے کی۔

مختیار علی کیانی۔گاؤں تلی

لطیفہ

ایک صاحب کے گھر مہمان آیا جو گھر کا سارا کھانا کھا گیا۔ ایک بچہ رونے لگا کہ امی کھانا دیجئے۔ امی نے بیٹے کو چپ کراتے ہوئے کہا۔ "بیٹا! نہ رو مہمان کے جانے کے بعد ہم سارے گھر والے اکٹھے ہو کر روئیں گے"۔

مختیار علی کیانی۔گاؤں تلی

نظم

آزاد پنچھی ہوں، مجھے اڑنے دو...... نہ روکو، مجھے اڑنے دو وقت چلا جائے گا، مجھے اڑنے دو...... پچھتاوا میرا مقدر بن جائے گا، مجھے اڑنے دو...... دیکھو مجھے جانے دو نہ روکو مجھے میرے ساتھی جا رہے ہیں، مجھے اڑنے دو...... درختوں پر ویرانی آگئی ہے یارو!...... کتنے خوش تھے پہلے ہم...... آزاد پنچھی ہوں، مجھے اڑنے دو...... کوئی شام کی اداسی میں میرا انتظار کر رہا ہوگا...... کوئی صبح کی روشنی میں، مجھے جانے دو...... اچھا نہیں کیا تو نے میرے پر کاٹ کر...... آزاد پنچھی آزاد اچھے لگتے ہیں...... قید میں رہ کر بھی یاد کرتے ہیں...... اپنے بیتے دنوں کو مجھے اڑنے دو

سائرہ ارم

غم ہی غم

تیرے آنے سے پہلے کوئی غم نہ تھا مجھے...... تو آئی تو غم آئے ہر لمحے میں میرے...... خوشی نام کی چیز نہیں ہے میرے مقدر میں...... غم میرے غم ہیں دوستو!...... یہ میری آنکھیں نم کرتے ہیں دوستو!...... غم میری زندگی میں اک سہانے روپ میں آئے...... جیسے کسی کی زندگی میں کبھی خوشیاں آتی ہیں...... کیا سوچا زندگی میں کبھی کسی نے...... کہ خوشی کا تعلق ہمیشہ غم سے ہوتا ہے...... مجھے غم سے پیار ہے میں غم کا عاشق ہوں کبھی میں بھی کس کا غم تھا...... کبھی کوئی میری آس میں تڑپتا تھا لیکن آج میں ہوں میرا غم ہے...... غم کو میں نے دل میں بسایا ہے...... مجھے غم دے کر خوشی لی ہے تم نے...... فقط میری نیک دعائیں تیرے ساتھ ہیں...... میری بقیہ زندگی بھی لگ جائے تجھے...... تیرے آنے سے پہلے کوئی غم نہ تھا مجھے

سائرہ ارم

عشق کی تپش میں جھلس گیا ہے فراز
وہ شخص جو آگ کے نام سے ڈرتا تھا

انتخاب: سائرہ ارم

زندگی

زندگی اک سفر ہے...... اک ایسا سفر جس میں...... اک نئی راہ پر...... اک نئی سوچ پر...... مسافر پے در پے اپنے مقصد کے حصول کے لئے...... بھٹک جاتا ہے کٹھن رستوں میں...... جو جل کر روشنی دیتی ہے...... خود تو پگھل جاتی ہے لیکن...... کچھ پل کچھ لمحے چاہت کے نبھاتی ہے...... زندگی اک امتحان ہے...... زندگی جینے کا نام ہے زندگی...... صحیح ڈھنگ سے جیو یا...... مشکلات میں گرے ہو...... یہ تو زندگی ہے کچھ پالو گے...... اور کچھ کھو بھی دو گے...... اسی کا نام زندگی ہے...... زندگی ایک سفر ہے

سائرہ ارم

بہترین شعر اپنے پیاروں کے نام

SA کے نام

منسوب ہے جو لوگ میری زندگی کے ساتھ
اکثر وہی ملے ہیں بڑی بے رخی کے ساتھ
میں تیرے آنے کی امید رکھتا ہوں مگر
مجھ کو غضب کا پیار ہے اس دشمن کے ساتھ

عبدالستار نیازی۔زریں بگ

A کے نام

کتنی خاموشی ہے کتنا دلکش ہے وہ
ساری باتیں فضول ہیں جیسے
اشارہ تو مدد کا کر رہا تھا ڈوبنے والا
مگر یاران ساحل نے سلام سے الوداع سمجھا

محمد طارق نور۔مکران

رئیس ارشد، سعودی عرب کے نام

تیرے بغیر کتنی افسردہ تھی بزم شعر
اے دوست اب پڑھوں میں غزل کس کو دیکھ کر

رئیس ساجد کاوش۔خان بیلہ

رئیس ساجد کاوش، خان بیلہ کے نام

اک پھول بھی اکثر باغ سجا دیتا ہے
اک ستارہ دنیا چمکا دیتا ہے
جہاں کام نہیں آتے دنیا بھر کے رشتے
وہاں اک دوست زندگی بنا دیتا ہے

رئیس ارشد۔سعودی عرب

رجب مشہدی، شاہ راکھوہ کے نام

ہم ہیں وفا کے عادی ہر دم وفا کیا کریں گے
اک جان ہے جو باقی تم پہ فدا کریں گے

عبادت علی۔ڈیرہ اسماعیل خان

AG حافظ آباد کے نام

سر مقتل بھی تیرے نام کے چرچے ہوئے
تو نے پوچھی ہی نہیں آخری خواہش ہم سے

شعیب شیرازی۔جوہر آباد

عمیر مشہدی، شاہ راکھوہ کے نام

نہیں یہ ہو نہیں سکتا کہ تیری یاد نہ آئے
بنا تیرے نہیں یہ دل کہیں بھی اب چین نہ پائے
تجھے بھولنے سے پہلے میری جان چلی جائے

سید عبادت علی۔ڈی آئی خان

ایم لاہور کے نام

غیروں سے کچھ گلہ نہیں اپنوں سے کچھ ملا نہیں
میں وہ غم کی کتاب ہوں جسے کسی نے پڑھا نہیں
تیرے معصوم دامن کی قسم اے بچھڑنے والے
بہت مجبور ہوتا ہوں تو رو لیتا ہوں

عثمان غنی۔رحیم یار خان

ایس جڑانوالہ کے نام

تیرے چہرے کو گلفام لکھ دیا
ہر شاخ دل پہ تیرا نام لکھ دیا
گزرا ہو کوئی لمحہ تیری یاد کے سوا
وہ لمحہ خود پہ حرام لکھ دیا

مدثر نواز۔جڑانوالہ

ایس بکوآنہ کے نام

مجھ کو نہیں لگتا کہ آج کی رات بھی میں سو پاؤں گا
دیکھ تیری یاد پھر اتر رہی ہے میری آنکھوں میں پانی بن کر

مدثر شیراز۔جڑانوالہ

ساجد پردیسی جڑانوالہ کے نام

خوشیوں کا سنسار لے کر آئیں گے
پت جھڑ میں بھی بہار لے کر آئیں گے
جب بھی پکارو گے پیار سے ہمیں
موت سے بھی سانسیں ادھار لے کر آئیں گے

مدثر نواز - جڑانوالہ

اے رحیم یار خان کے نام

تو شمع نہ ہوتی میں پروانہ نہ ہوتا
تو نظر نہ آتی میں تیرا دیوانہ نہ ہوتا

مدثر خان - اٹک

اپنے کسی چاہنے والے نام

اپنا ہاتھ میرے ہاتھوں میں تو دو، مجھے دنیا سے کچھ اور نہیں لینا
مجھے اس محبت کی قسم، مجھے صرف تیرا ساتھ چاہئے

محمد واصف - واہ کینٹ

بانو کراچی کے نام

جینے کے لئے کوئی وجہ تو چاہئے ہمیں
اور تم کہتی ہو زندگی ہی وجہ ہے

نازنین - حاجی کوٹ

زیڈ لاہور کے نام

میری دوستی کی تم کیا آزمائش کر سکو گے
جان سے زیادہ کیا فرمائش کر سکو گے
میری دوستی ہے سمندر کے پانی کی طرح
کیا کبھی اس پانی کی پیمائش کر سکو گے

محمد عثمان - لیہ

ایس لاہور کے نام

کہاں تلاش کرو گے مجھ جیسا شخص محسن
جو اپنی ذات سے زیادہ تیرا خیال رکھتا ہو

محمد عثمان - لیہ

بصیر احمد علی پور کے نام

چپ ہو کس وجہ سے ہمیں معلوم نہیں دوست
دل ڈوب جاتا ہے جب تم یاد نہیں کرتے

ایم فاروق - رحیم یار خان

کسی اپنے کے نام

کھلی آنکھوں سے ساری عمر دیکھا
اک ایسا خواب جو اپنا نہیں تھا
ہے امجد آج تک وہ شخص دل میں
جو اس وقت بھی میرا نہیں تھا

یاسمین سلیم قادری - کراچی

این کے نام

دل لگی دوستی کے نام ہوتی ہے
دلداری دوستی کی شان ہوتی ہے
کہیں بھی رہو پر رہو گے میرے دل میں
یہی سچی دوستی کی پہچان ہوتی ہے

یاسمین سلیم قادری - کراچی

کسی اپنے کے نام

تیرے میں جو کسی اور کی چاہت ابھرے
بھول کے مجھے یہ بات بتانا نہ کبھی
یہ نہیں کہتے کہ ہر لمحہ مجھے یاد رکھو ساتھی
پر ہمیشہ کے لئے مجھ کو بھلانا نہ کبھی

محمد ثاقب رفیق

کسی اپنے کے نام

جب سے تیرے نام کر دی زندگی اچھی لگی
تیرا غم اچھا لگا تیری خوشی اچھی لگی
تیرا پیکر تیری خوشبو تیرا لہجہ تیری بات
دل کو تیری گفتگو کی سادگی اچھی لگی

یاسمین سلیم قادری - کراچی

K، ملتان کے نام

ملنے کی دل میں اک آس رکھنا
کبھی نہ خود کو میری جان اداس رکھنا
خوشی ملے گی اک روز بارش کی طرح
ان آنکھوں میں تھوڑی سی پیاس رکھنا

محمد زبیر شاہد - ملتان

ایس کے نام، جہلم کے نام

جاتے ہوئے لوگوں کو کون روک سکتا ہے
یہ تو وہ اندھیرے ہیں جو صبح
ہونے سے پہلے ختم ہو جاتے ہیں
جانے سے پہلے اتنا سوچ لینا اے ایس

عدنان حیدر - جہلم

کسی اپنے کے نام

وہ میرے ظاہر کو دیکھتے رہے بڑے غور کے ساتھ
کوئی اندر سے جل گیا اور اسے خبر بھی نہ ہوئی

محمد مبین نذر - اسلام پورہ جبر

بھائی اطہر خاں مرحوم کے نام

یوں تیرے دیدار کے لئے ترستے رہے
آنسو بھی آنکھوں سے ترستے رہے
بہت یاد آئے گی اطہر تیری بے لوث محبت
میرے آنسو وہ خرید سکیں گے

سردار اقبال خان مستوئی - سردار گڑھ

آرناز، دری خیل کے نام

بھولی ہوئی صدا ہوں مجھے یاد کیجئے
تم سے کہیں ملا ہوں مجھے یاد کیجئے
منزل نہیں ہوں خضر نہیں ہوں راہزن نہیں ہوں
منزل کا راستہ ہوں مجھے یاد کیجئے

سمیع اللہ سمی - دری خیل

اک اپنے کے نام

کل رات میں نے خواب میں دیکھا تھا آپ کو
کل رات میرے واسطے تو چاند رات تھی

مس صبا - کلر سیداں

زیڈ، سرگودھا کے نام

ٹھہرنے کے بعد کبھی ملے اگر زندگی میں
دیکھ کر یوں نظر نہ جھکا لینا
دیکھا ہے کہیں شاید آپ کو
یہی سوچ کر ہاتھ ملا لینا

سراج خان - کرک

AK، چوکی سکھیکی کے نام

خوش ہو جاؤ میں آ رہا ہوں
تم میرے پاس آ جاؤ میں کہیں اور جا رہا ہوں

امجد وکی کوروتانہ - لکھو یانوالہ

کالا باغ میں مقیم کسی اپنے نام

مسافر تو بچھڑتے ہیں رفاقت کب بدلتی ہے
محبت زندہ رہتی ہے محبت کب بدلتی ہے
ہم تمہی کو چاہتے ہیں تمہی سے پیار کرتے ہیں

محمد افضل جواد - کالا باغ

K، خانیوال کے نام

مجھے بھلانے کا فیصلہ وہ روز کرتا ہے شاہد
مگر اس کا کوئی بس نہیں چلتا میری وفا کے سامنے

شاہد اقبال خٹک - کرک جندری

کسی اپنے کے نام

چکرا کے گر نہ جاؤں میں اس تیز دھوپ میں
مجھ کو ذرا سنبھال بڑی تیز دھوپ ہے

تنویر احمد گوندل - لالہ موسیٰ

انسب، ساہیوال کے نام

عرش پر خاک نشینوں کا بسیرا نہ کرو
جو نہ پوری ہو کبھی ایسی تمنا نہ کرو
حسن کو تم نے جدا سمجھا ہے لیکن اے گلزار
خود بنائے ہوئے معبود کی پوجا نہ کرو

ساگر گلزار کنول - فورٹ عباس

راجہ سکندر زمان، ابو طلحہ کے نام

غربت نے آ کے ڈالے کچھ اس طرح سے ڈیرے
رشتے خلوص کے سارے آخر بکھر گئے

راجہ فیصل مجید - کراچی

KK، طلحہ قریشی کیا نام

وہ مجھ سے بچھڑ کر خوش ہے تو اسے خوش ہی رہنے دو
وہ میرے ساتھ رہ کر اداس رہے یہ مجھے اچھا نہیں لگتا

مدثر سعید تبسم - اٹک

دوستوں کے نام

مٹی میری قبر سے چرا رہا ہے کوئی
مر کے بھی مجھے یاد آ رہا ہے کوئی
دو پل کی زندگی اور دے
اداس میری قبر سے جا رہا ہے کوئی

صابر اقبال - قصور

ایس ایچ آر، مانگٹ کے نام

برسوں گزر گئے رو کر نہیں دیکھا
آنکھوں میں نیند تھی مگر سو کر نہیں دیکھا
کیا جانے وہ درد محبت کا
جس نے خود کبھی کسی کا ہو کر نہیں دیکھا

قمر اعجاز گوندل ضربِ-گوجرہ

طاہر، سرگودھا کے نام

میں تجھ کو بھول جاؤں مگر ایک شرط ہے
گلشن میں جا کے پھول سے خوشبو کو جدا کرو

محمد عرفان بٹ-سرگودھا

شاہد حسین جھوک لے والا ملتان کے نام

تیری دوستی نے سب کو سکھا دیا
خاموش دنیا کو پھر سے جگا دیا
قرض دار ہوں میں اپنے رب کا
جس نے تجھ جیسے دوست سے ملا دیا

سجاد حسین جھوک لے والا-ملتان

راج کماری، منڈی بہاؤالدین کے نام

ہم مر بھی گئے تو ہماری یادیں تم سے وفا کریں گی اسد
یہ مت سمجھ ہم نے تمہیں چاہا تھا صرف چھوڑ دینے کے لئے

اسد شہزاد-گوجرہ

سیدہ کنیز مجتبیٰ نقوی، کراچی کے نام

کہا میں نے لاڈلا میں ہوں مٹی میں کیوں اتروں
جواب آیا کہ سب کو یہ سمندر پار کرنا ہے

پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی-کراچی

جو بھول چکے ہیں ان کے نام

کبھی نہ کبھی تو بہاروں کے پھول مرجھا جائیں گے
بھولے بھی کبھی ہم تمہیں یاد آئیں گے
احساس ہو گا تمہیں ہماری دوستی کا
جب ہم بہت دور چلے جائیں گے

محمد اسحاق انجم-کنگن پور

انیلہ غزل، حافظ آباد کے نام

تیری نیم کش نگاہیں تیرا زیر لب تبسم
یونہی اک ادائے مستی یونہی اک فریب سادہ

صنم شیرازی-جوہر آباد

کسی اپنے کے نام

انسان تو کبھی مکمل اپنا بھی نہیں ہوتا
اس نے خط میں لکھا ہے کہ میں صرف تیری ہوں

عثمان غنی-رحیم یار خان

ایم، لاہور کے نام

غیروں سے کچھ گلا نہیں اپنوں سے کچھ ملا نہیں
میں وہ غم کی کتاب ہوں جسے کسی نے پڑھا نہیں
تیرے معصوم دامن کی قسم اے بچھڑنے والے
بہت مجبور ہوتا ہوں تو رو لیتا ہوں

عثمان غنی-لاہور

عائشہ کرن، لاہور کے نام

سدا دور رہو غم کی پرچھائیوں سے
سامنا نہ ہو کبھی تنہائیوں سے
میرا ارمان ہے ہر خواب پورا ہو آپ کا
یہی دعا ہے دل کی گہرائیوں سے

سید عارف شاہ-جہلم

اپنی پارو، لالہ موسیٰ کے نام

پارو! پاس آؤ اک التجا سن لو
پیار ہے تم سے بے پناہ سن لو
پارو! اک تم ہی کو تو خدا سے مانگا ہے
جب بھی مانگی کوئی دعا سن لو

صدا حسین صدا-کیلا سکے

ایس، کراچی کے نام

مقدر کے کھیل بڑے پیارے ہوتے ہیں دین
اگر تم سے نہیں ملتے تو بچھڑتے کس سے

دین محمد بلتی-کراچی

مجھے یہ شعر پسند ہے

اک عمر بیت چلی ہے تجھے چاہتے ہوئے
تو آج بھی بے خبر ہے کل کی طرح
محمد فیضان شاہ-رحیم یار خان

میری زندگی کے مالک میرے دل پہ ہاتھ رکھ دے
تیرے آنے کی خوشی میں میرا دل مچل نہ جائے
عبدالستار نیازی

یہ اداس شامیں میری تنہائی کو ایسا عروج بخشتی ہیں
کہ مجھے پھر وہی اک وہی بس وہی شخص یاد آتا ہے
NAK-کبیروالہ

تو ہوتا ہے رنجیدہ تو بکھر جاتی ہے میری ساری کائنات
فقط اتنی سی التجا ہے مجھ سے روٹھا نہ کرو
رئیس ارشد-خان بیلہ

مانا کہ تیری دید کے قابل نہیں ہوں میں
تو میرا شوق دیکھ میرا انتظار دیکھ
عبدات علی-ڈی آئی خان

اداس ہونٹوں پہ مسکراہٹ کے پھول آئیں تو جان لینا
کہ دل کے اندر کی کچھ اداسی بہت اداسی میں ڈھل رہی ہے
شعیب شیرازی-جوہر آباد

انسان تو کبھی مکمل اپنا بھی نہیں ہوتا
اس نے خط میں لکھا ہے کہ میں صرف تیری ہوں
عثمان غنی-رحیم یار خان

اک اجنبی شخص تھا جو پل بھر میں بچھڑ گیا
عمر بھر کی رفاقت کا اچھا صلہ دیا
محمد وسی مغل-واہ کینٹ

کاش وہ میرے جذبات کو سمجھ سکتا کاوش
مجھے اچھا نہیں لگتا منہ سے اظہار کرنا
رئیس ساجد کاوش-خان بیلہ

ہم ہنستے ہیں تو انہیں لگتا عادت ہے مسکرانے کی
وہ نادان ہے یہ بھی نہیں سمجھتے کہ یہ ادا ہے غم چھپانے کی
مدثر نواز-جڑانوالہ

وفا کے آنچل سے نکلی ہے ایک خون کی نہر
خون ہوا ہے بے وفا کا وفا کے ہاتھوں
عدنان خان-ڈی آئی خان

وہ مجھ کو بھول بیٹھا ہے نہیں حیرت مجھے محسن
وہ اپنی عام سی چیزوں کو اکثر بھول جاتا ہے
عبدالوحید-بندیال

تڑپ کے دیکھو کسی کی چاہت میں تو پتہ چلے کہ پیار کیا ہوتا ہے
یونہی دل جائے اگر کوئی بنا تڑپ تو کیسے پتہ چلے کہ پیار کیا ہوتا ہے
رئیس صدام ساحل-خان بیلہ

دوستوں سے بچھڑ کر یہ حقیقت کھلی فراز
دنیا حسین ہے مگر دوستوں کے ساتھ
محمد عثمان-لیہ

اٹھی جب میت میری تو رونے والوں میں کوئی اپنا نہ تھا دوستو!
میرے قاتل ہی رو پڑے مجھے تنہا دیکھ کر
ایم فاروق-رحیم یار خان

بات تو صرف چاہت اور خلوص نیت کی ہوتی ہے ساقی
ورنہ دوست اور دشمن شروع ایک ہی حرف سے ہوتے ہیں
محمد ثاقب رفیق

ایک مدت سے میری سوچ کا محور تو ہے
ایک مدت سے میری ذات کے اندر تو ہے
میں تیرے پیار کے ساحل پہ کھڑی ہوں تنہا
میری چاہت میری الفت کا سمندر تو ہے
یاسمین سلیم قادری-کراچی

تو تو سرمایہ ہستی ہے میرا ذکر ہی کیا
ہم تو دشمن کو بھی اے دوست دعا دیتے ہیں
محمد فیضان شاہ-رحیم یار خان

تم پہ بیتے گی تو جان جاؤ گے فراز
کوئی نظرانداز کرے تو کتنا درد ہوتا ہے
عبادت علی-ڈی آئی خان

چلو کہ بہت [illegible] ہوئی اب لوٹنا ہے مجھے
کہ میرے گھر میں منتظر ہے تنہائی میری
مدثر نواز-جڑانوالہ

دور اک بستی آباد کریں گے
اس بستی کے لوگ ہمیں یاد کریں گے
جب ہم اقبال اس کی محفل میں نہ ہوں گے
تڑپیں گے فریاد کریں گے
.... محمد اقبال رحمٰن-سہیکی بالا ہزارہ

سنا ہے درد کا احساس اپنوں کو ہوتا ہے آکاش
جب درد ہی اپنے دیں تو احساس کسے ہو آکاش
.... چوہدری سعید آکاش-مظفر آباد

مانا کہ ہماری ذات میں سو عیب ہیں مگر
بکتے نہیں خدا کی قسم کبھی ہم فقیر لوگ
.... محمد افضل جواد-کالاباغ

برسوں بعد جو ہنستے ہوئے اس چہرے کو دیکھا اداس
بری طرح سے لرز کے رہ گئی میرے دل کی زمین
.... نصیر احمد اینڈ اداس-مظفر آباد

میری محبت کو دولت کے ترازو میں مت تول اے دوست
میں نے وہ زخم بھی کھائے ہیں جو قسمت میں نہیں تھے
.... سفیر اداس موہری-مظفر آباد

ہوتا ہے اپنی آنکھ کا آنسو بھی بے وفا شاہد
وہ بھی نکلتا ہے تو کسی اور کی خاطر
.... شاہد اقبال خٹک-کرک

دلوں میں نفرت ہے محبت کس سے مانگتے ہیں
پیالے زہر کے بھرے ہیں شربت کدہ سے مانگتے ہیں
.... شاہد اقبال خٹک-جندری، کرک

عجیب شام کھڑی ہے کہیں سے آ جاؤ
بڑی اداس گھڑی ہے کہیں سے آ جاؤ
زمانہ جس کو سمجھتا ہے موتیوں کی چمک
وہ آنسوؤں کی لڑی ہے کہیں سے آ جاؤ
.... پرنس مظفر شاہ-پشاور

کوئی مہر نہیں کوئی قہر نہیں پھر سچا شعر سنائیں کیا
اک ہجر جو ہم کو لاحق ہے تا دیر اسے دہرائیں کیا
.... محمد اقبال رحمٰن-سہیکی بالا

گر تیرے سامنے پرچم کفر بلند ہو
یا الا اللہ نہ کہہ یا اسے تار تار کر دے
.... محمد اعظم-عارف والہ

اندر کی ٹوٹ پھوٹ نے ویران کر دیا ہمیں
ورنہ ناز تھا ہم کو کہ آفتاب ہیں ہم
.... محمد عمیر مظہر سنی-تبکیاں

ستاروں سے پہاڑوں سے فریاد کرتا ہوں
قسم خدا کی میں تم کو دن رات یاد کرتا ہوں
.... حفیظ اللہ-ونڈر

ایسی بھی کیا خطا تھی کہ محبت میں یہ سزا ملی
کہتے ہیں کہ دنیا جدائی دیتی ہے
مگر ہم کو تو دلبر سے ہی بے وفائی ملی
.... عبدالرحیم لاسی-لسبیلہ

چلو اب میری سانسیں ہی امانت رکھ لو ناز
شاید اس طرح بن جاؤں تیرے اعتبار کے قابل
.... این علی ناز-ڈھوک مراد

مت اعتبار کرنا کسی کا اس دنیا میں ناز
اکثر وہی دھوکا دیتے ہیں جن کو ٹوٹ کر چاہا جائے
.... علی ناز-ڈھوک مراد

جلا ڈالا تپتے صحرا نے پاؤں کو
کتنا مشکل تھا چھوڑنا اپنے گاؤں کو
.... ظفر نور بھٹو-اوباوڑہ

محبت نایاب تھی تو نے عام کر دی
عرصے کی چاہت پل بھر میں نیلام کر دی
دکھ تعلق کے ٹوٹ جانے کا نہیں عمران
درد یہ ہے چاہت اس نے بدنام کر دی
.... عمران انجم راہی-ستہ پانی

خوش نہ تھا مجھ سے بچھڑ کر وہ بھی مستوئی
اس کے چہرے پہ لکھا تھا پھر بھی لوگو
.... سردار اقبال-سردار گڑھ

خوشبو بتا رہی ہے کہ وہ راستے میں ہے
موج ہوا کے ہاتھ میں اس کا سراغ ہے
.... سردار محمد اقبال خان مستوئی-سردار گڑھ

یاد کر کے اور بھی تکلیف ہوئی تھی مستوئی
بھول جانے کے سوا اب کوئی بھی چارہ نہ تھا
.... سردار محمد اقبال خان مستوئی-سردار گڑھ

بعد مرنے کے تیری لحد پہ آئے گا کون فدا
یہاں لوگ بتوں کو دفناتے نہیں جلا دیتے ہیں
.... جمیل فدا خیر پوری-خیر پور میرس

ہوتا ہے اپنی آنکھ کا آنسو بھی بے وفا خضر
وہ بھی نکلتا ہے تو کسی اور کی خاطر

.... خضر علی-گنڈاکس

خوف آیا نہیں سانپوں کے گھنے جنگلوں سے
مجھے محفوظ رکھا میری ماں کی دعا نے
.... نبیل نکہ بندھوڑ-ستہ پانی

اک قطرہ تو کیا سمندر ہی اس کے نام کر دیتا
وہ کہتی تو سہی اک بار پیاسے لہجے میں
.... جہانگیر اسلم گوندل-منڈی بہاؤالدین

مٹ جاتے ہیں وہ لوگ ریت کی دیواروں کی طرح الطاف
اپنے سے زیادہ جو کسی سے پیار کرتے ہیں
.... چوہدری الطاف حسین دکھی-بھمبر

جب کبھی جی میں آئے تو آزما لینا اے دوست
لہو بھی دیں گے چراغوں میں جلانے کے لئے
.... چوہدری الطاف حسین دکھی-بھمبر

چاندنی رات میں چاند گوارا نہ ہوا مجبور
ہم تو سبھی کے تھے مگر کوئی ہمارا نہ ہوا
.... دین محمد مجبور-بولان

کیوں کروں میں یہ دعا کہ اے میری عمر لگ جائے الطاف
ہو سکتا ہے آج آخری دن ہو میری زندگی کا
.... چوہدری الطاف رکن-کھنڈورہ

وہ مجھ کو بے وفا کا لقب دیتا ہے
سانس چلتی ہے مگر مردہ بنا دیتا ہے
مت پوچھ اس کے میخانے کا پتہ
اس کے تو شہر کا پانی بھی نشہ دیتا ہے
.... چوہدری الطاف حسین دکھی-کھنڈورہ

قبروں میں نہیں ہم کو کتابوں میں اتارو
ہم لوگ محبت کی کہانی میں مرے ہیں
.... فیض اللہ مجاور-سخی سرور شریف

ہم تیرے شہر میں یونہی پھرتے رہے وصی
کسی نے چاہ پوچھی نہ لسی
.... عدیل شہزاد نقی-بھکر

تڑپ اے دل تیرے تڑپنے میں بڑی تسکین ہوتی ہے
جدائی اپنے پیاروں کی بڑی سنگین ہوتی ہے
.... نصیر الدین نصیر-پنجگوٹ

آنکھ کا لگنا بھی اک قیامت ہے
نہ لگی آنکھ جب سے آنکھ لگی ہے
.... جابر عباس حمزہ-سرگودھا

دیتا ہوں ہر اک کو پیار کی نظر سے
کہیں بچھڑا ہوا وہ میرا محبوب ہی نہ ہو
.... شاہد منیر راز-بڈانی

تقدیر بن جائے گی اس خدا کو یاد تو کر
وہ سب کچھ دیتا ہے اس کا شکر ادا تو کر
.... سید عارف شاہ-جہلم

اے حسینو! خود پہ ناز کرنا چھوڑ دو
عاشقوں کا خون پی کر مسکرانا چھوڑ دو
.... سید عارف شاہ-جہلم

بہت دنوں کے بعد عائشہ تمہاری تحریر آئی
خوشی ہوئی تم کو عارف کی یاد آئی
.... سید عارف شاہ-جہلم

میرا لکھنے کا انداز شاید تمہیں پسند نہ ہو
پہ زبان ساتھ نہ دے تو کیا کروں
.... ظفر نور بھٹو-اوباوڑہ

انتقاماً مجھ کو وہ درد وفا مجھ کو دے جائے گا
زخم لے کر اک دل درد کیا خبر تھی
جاتے جاتے وہ دعا دے جائے گا
.... احمد نجمی-کالاباغ

کانٹوں کے بدلے پھول کیا دو گے
آنسوؤں کے بدلے خوشی کیا دو گے
ہم چاہتے ہیں آپ سے عمر بھر کا پیار
ہمارے اس سوال کا جواب کیا دو گے
.... احمد نجمی-پپلاں

کسی کے بچھڑ جانے سے مر کوئی نہیں جاتا اے دکھی
مگر زندگی کے انداز بدل جاتے ہیں
.... میاں محمد عرف دکھی-پنڈی گھیب

میں اس بے بسی کی دنیا میں کیسے جیوں اے زیڈ
یہاں سکون تو ملتا ہے مگر سب کچھ لٹ جانے کے بعد
.... ایم زیڈ اے گبول-جلاب گوٹھ

خود ہی اپنے سائے کے آگے کھڑا ہوں ہاتھ پھیلائے
طلب دنیا سے کیا کرتا ہوں میں سائل ہوں فقط اپنا
.... بابر سوانسی-میانوالی

محبت زندگی کے فیصلوں سے لڑ نہیں سکتی
کسی کو کھونا پڑتا ہے اور کسی کا ہونا پڑتا ہے
.... ملک افضل ساگر-بستی صفدر آباد

.... ایم امین خان-ایبٹ آباد

دیکھ لو کسی کے پیار کی قدر کرنا تم
کہیں کوئی مر نہ جائے تمہیں یاد کرتے کرتے

.... محمد عمیر مظہر سنی-تبکیاں

جب بھی مشکل آئے علَم کو اٹھا کے رکھنا
اپنے سپنوں میں حسینؑ کی محبت کو بسا کر رکھنا

.... محمد واصف-واہ کینٹ

تمہیں اداس، روح پریشان، دل نڈھال
برپا ہوئی ہے ایک قیامت کہاں کہاں

.... محمد اسحاق انجم-کنگن پور

مجھے بکھرنے نہ دینا میرے مقدر کی طرح
یہ تیری زلف نہیں جو پل بھر میں سنور جائے

.... قمر فرا اعجاز گوندل-گوجرہ

چلتے چلتے پسینہ آ گیا
سامنے دیکھا تو مدینہ آ گیا

.... محمد افنان-سرکن شی

بڑی گستاخیاں کرنے لگا ہے میرا دل۔ مجھ سے
یہ جب سے تیرا ہوا ہے میری سنتا ہی نہیں

.... محمد وقاص احمد حیدری-سبگل آباد

اک ہستی ہے جو جان ہے میری
جو جان سے بھی بڑھ کر ہے میری
خدا حکم کرے تو سجدہ کر دوں اسے
کیونکہ وہ کوئی اور نہیں ماں ہے میری

.... سجاد حسین جھوک-ملتان

ہونٹ چہرے پہ یوں اس کے نظر آتے ہیں
دودھ میں رکھی ہوں جیسے دو پتیاں گلاب کی

.... اسد شہزاد-گوجرہ

شعلوں میں گر گیا ہوں شاید
دھوؤں سے بھر گیا ہوں شاید
بھٹک رہا ہوں جابجا آوارہ
تیرے دل سے اتر گیا شاید

.... راجو گیگڑا-لاہور

تیرے آنے کی خوشبو میرے دل میں بس جاتی ہے
تیرے قدموں کی آہٹ میرے دل میں سما جاتی ہے
تیرا چاند سا چہرہ آنکھوں میں بس جاتا ہے
جیسے تیرا نام میرے نام کے ساتھ سج جاتا ہے

.... محمد واصف-وسی مغل

عمر گزر گئی ہے میری یہ سوچتے سوچتے فراز
کہ ہر تو کیا موبائل آن ہونے پر کون ہاتھ ملاتے ہیں

.... انعام علی-جنڈ

الزام محبت کے ڈر سے چھوڑ دیا شہر اپنا اے دوست
ورنہ یہ چھوٹی سی عمر پردیس کے قابل تو نہ تھی

.... لعل شاہ رخ خان-کرک

ٹوٹے ہوئے میخانے پہ جام نہیں آتا
عشق کے مریض کو آرام نہیں آتا
اے دل توڑنے والے تو نے یہ تو سوچا ہوتا
ٹوٹا ہوا دل کسی کے کام نہیں آتا

.... عفیفہ عندلیب-علی پور چٹھہ

موت سے نہ ڈر اے بندے موت تو ایک دن آنی ہے
ڈرنا ہے تو اس سے ڈر جس نے موت لانی ہے

.... محمد افنان-رکن شی

کاش میں ایک کبوتر ہوتا
اڑتا نیلے آسمانوں میں
پیار کی بازی لگاتا میں
اور گرتا تیرے مکانوں میں

.... راجو گیگڑا-لاہور

غرور تو ہونا تھا ان کو ہماری محبت کی شدت دیکھ کر
مگر وہ اپنی قدر کی سوچ میں ہماری قیمت ہی بھول گئے

.... اسد شہزاد-گوجرہ

رسوا کر دیا مجھے زمانے بھر میں
تیری چاہت نے یہ حال کر دیا زمانے میں
اب تو خوشی پاس نہیں آتی مگر
غموں نے گھیر لیا مجھے زمانے بھر میں

.... وسی مغل

میں اس کا ہوں یہ راز تو وہ جان گیا راجو
وہ کس کا ہے یہ سوال مجھے سونے نہیں دیتا

.... راجو گیگڑا-لاہور

ہم سے پوچھنی ہے تو ستاروں کی بات پوچھو ناز
خوابوں کی بات تو وہ کرتے ہیں جنہیں نیند آتی ہے

.... نگین ساجد-سہنہ آزاد کشمیر

ہم نے دیکھا ہے زمانے کی ہر رُت کو
ضد و خودغرضی کے مارے ہر بت کو

.... پروفیسر ڈاکٹر واحد نگینوی-کراچی

سپنوں سے دل لگانے کی عادت نہیں رہی
ہر وقت مسکرانے کی عدات نہیں رہی
یہ سوچ کے کہ کوئی منانے نہیں آئے گا
اب ہمیں روٹھ جانے کی عادت نہیں رہی

.... محمد اسحاق انجم-کنگن پور

میرے لفظ کی گہرائی میں عکس جمال اس کا تھا
غزل میری تھی مگر دل میں مستوئی خیال اس کا تھا

.... سردار محمد اقبال خان مستوئی-سردار گڑھ

مانا کبھی نہیں ہوئے ہم تیری دوستی کے قابل
اپنا نہ سہی انجان سمجھ کر حال پوچھ لیا کرو

.... شمس الرحمن عرف اچھو-واہ کینٹ

پیار کی عظمت کو رسوا نہ کیا ہم نے
دھوکے تو بہت کھائے پر دھوکا نہ دیا ہم نے

.... انعام علی-جنڈ

کوئی ایسا اہل دل ہو کہ فسانہ محبت
میں اسے سنا کر روؤں وہ مجھے سنا کر روئے

.... ارم مصطفیٰ-راولپنڈی

رات گہری تھی ڈر بھی سکتے تھے
ہم جو کہتے تھے کر بھی سکتے تھے
تم جو بچھڑے تو یہ بھی نہ سوچا کہ
ہم تو پاگل تھے مر بھی سکتے تھے

.... شعیب شیرازی-جوہر آباد

زندگی اس کی جس کی موت پہ زمانہ افسوس کرے غالب
یوں تو ہر شخص آتا ہے اس دنیا میں مرنے کے لئے

.... محمد فاروق-رحیم یار خان

کس قدر معصوم سا لہجہ تھا اس کا
دھیرے سے جان کہہ کر بے جان کر دیا

.... شاہد نواز-گوجرہ

اتنی محبت نہ کرو کہ بکھر جائیں ہم
تھوڑا ڈانٹا بھی کرو کہ سدھر جائیں ہم
اگر ہو جائے ہم سے خطا تو ہو جانا خفا
مگر اتنا بھی نہیں کہ مر جائیں ہم

.... لعل شاہ رخ خان-کرک

ٹھوکریں مار کر محفل سے اٹھاتے ہیں مجھے
اور اک پاؤں سے دامن بھی دبا رکھا ہے

.... عفیفہ عندلیب-علی پور چٹھہ

اس کو تو کھو دیا ہے اب نجانے کس کو کھونا ہے
لکیروں میں جدائی کی علامت ابھی باقی ہے

.... محمد وقاص احمد حیدری-سبگل آباد

مت دے دعا کسی کو اپنی زندگی لگ جانے کی
یہاں کچھ لوگ اور بھی ہیں جو تیری زندگی کی دعا کرتے ہیں

.... اے ڈی کنول-کمہرو

برسوں بعد اس شخص کو دیکھا اداس اور پریشان
شاید اُسے مجھ سے بچھڑنے کا غم آج بھی ہے

.... سونیا قادر-ڈڈیال

چند لمحوں کے لئے ساتھ نبھانے والے
تو نے مجھے منزل سے بہت دور چھوڑ دیا
مجھ کو منزل سے بچھڑنے کا نہیں ہے غم
تیرے انداز وفا نے میرا دل توڑ دیا

.... اے ایچ سی-سیت پور

میری آوارگی میں کچھ قصور اُس کا بھی ہے لیکن
کہ اُس کی یاد آتی ہے تو گھر اچھا نہیں لگتا

غزل

غزل

سوچا تھا عمر بھر ساتھ چلیں گے
کیا خبر تھی بدل جاؤ گے موسموں کی طرح
کیا تھا ہمیں اس شخص سے کیا رشتہ تھا
جو مجھ میں سما گیا پریوں طرح
جس کو سمیٹنے میں صدیاں گزر گئیں سعید
وہ شخص بکھر گیا خوشبو کی طرح
کس کو اتنا نہ چاہو کہ بعد بھلا نہ سکو
یہاں مزاج بدلتے ہیں موسموں کی طرح
ہم تو تنہا تھے اور تنہا ہی رہے سعید
وہ بدلتا رہا موسموں کی طرح

ایس ایف محمد سعید ملک۔ بھاولپور

غزل

نہیں ملتا دل کو سکون تیرے بغیر
زندگی میں کچھ مزا نہیں تیرے بغیر
اکیلے ہوتے ہیں تیری یادیں ہوتی ہیں
کسی محفل میں دل نہیں لگتا تیرے بغیر
تجھ سے دور ہوں مجبور ہوں میں
اک پل کو سکون نہیں ملتا تیرے بغیر
سونی سی لگتی ہے ہر چیز تیرے بغیر
دل کی بستی ویران ہے تیرے بغیر
صد دل اب کیسے اک ملتا ہے
گہرا ہوتا ہے اس کا زخم تیرے بغیر

[illegible] محمد سعید ملک۔ بھاولپور

مر محفل منہ موڑ جانا تیرا
ہم نے تب سے محفل میں جانا ہی چھوڑ دیا
تو نے سمجھا نہ کبھی جواب کے قابل
ہم نے محرما قاصد روانہ ہی چھوڑ دیا
ملنا ہم سے نہ تو نے گوارہ سمجھا
ہم نے رو روبرو آنا ہی چھوڑ دیا
تو نے نظر سے جب چرائیں نظریں
ہم نے نظریں اٹھانا ہی چھوڑ دیا
تو نے سمجھا اشکوں کو سفید پانی
ہم نے آنسو بہانا ہی چھوڑ دیا
تو نے محفل کے قابل نہ سعید سمجھا
ہم نے سارا زمانہ ہی چھوڑ دیا

ایس ایف محمد سعید ملک۔ بھاولپور

غزل

اب کے یوں دل کو سزا دی ہم نے
اس کی ہر بات بھلا دی ہم نے
ایک ایک پھول بہت یاد آیا
شاخ گل جب وہ جلا دی ہم نے
شہر جہاں راکھ سے آباد ہوا
آج پھر وہ بہت یاد آیا
آج پھر اسی کو دعا دی ہم نے
کوئی تو بات ہے اس میں سعید
یہ خوشی ہیں پہ لٹا دی ہم نے

[illegible] محمد سعید ملک۔ بھاولپور

بھول جاتے ہیں کسی کو ایسا کبھی سمجھنا

یاد کرتے ہیں کسی کو مگر اتنا بھی نہیں
بھول آج شب ہجر کس قدر ہے اداس
کہیں کہیں کوئی تارا ہے اور کچھ بھی نہیں
ایک مدت سے تیری یاد بھی آئی نہیں
اور ہم بھول گئے ہوں تجھے ایسا بھی نہیں
رواں دواں ہیں سفینے تلاش میں جس کی
وہ اک شکستہ کنارہ ہے اور کچھ بھی نہیں
یوں تو ہر شخص اکیلا ہے بھری دنیا میں
پھر بھی ہر دل کے مقدر میں تنہائی نہیں

ایس ایف محمد سعید ملک۔ بھاولپور

غزل

یاد آیا وہ لمحہ جو ہمارا تھا
جو تم سنگ وہ دن گزارا تھا
تیری یاد نے مسکرانا سکھایا مجھے
تیری یاد میرے واسطے سارا تھا
تیرے غم میں جو آنکھ سے نکلا
تمہارے نام کا دمکتا ستارہ تھا
جھوم ہی تو اٹھی تھی میں کہ
روٹھ کر بھی تم نے مجھے پکارا تھا
افسوس بخش دیا کسی اور کو
اس دل نے تیری چاہ میں کیا گزارا تھا

ایس ایف محمد سعید ملک۔ بھاولپور

غزل

چلو ہم مان لیتے ہیں تمہیں فرصت نہیں ملتی
کبھی گھر کی صفائی سے کبھی اپنی پڑھائی سے
تمہیں سکول بھی جانا ہے وہاں سکھیوں سے ملنا ہے
چلو ہم مان لیتے ہیں تمہیں فرصت نہیں ملتی
کبھی کھانا پکانے سے کبھی جھاڑو لگانے سے
کبھی [illegible] بنانے سے کبھی بازار جانے سے
چلو ہم مان لیتے ہیں تمہیں فرصت نہیں ملتی
کبھی بہنوں کی چنگل سے کبھی بھائی کے کاموں سے
کبھی امی کی خدمت سے کبھی بابا کی باتوں سے
چلو ہم مان لیتے ہیں یہ سب کچھ مان لیتے ہیں
مگر اب آرزو دل کی تمہیں سے بتاتے ہیں
کہ جب فرصت ملے تو اک لمحے کے لیئے آجانا
تمہیں ہم سے محبت ہے تمہیں ہم یاد آتے ہیں
تمہاری نیند میں اب بھی میرے خواب آتے ہیں
یقین جانو یہ اک لمحہ ہر اک دیوار ڈھا دے گا
تمہیں ہم سے ملا دے گا ہمیں خوشیاں دکھا دے گا

ارسلان علی۔ رینالہ خورد اوکاڑہ

غزل

اس طرح سے مجھے ستایا نہ کرو
اس طرح سے میرے خوابوں میں آیا نہ کرو
تمہارا یوں آنا اور مجھے ستانا
میرے دل کی دھڑکنوں کو بے قرار کرنا
ایسے میری جان مجھے تڑپایا نہ کرو ایس
میری یادوں میں آنا اور آنسو دے جانا
ایسے میرے دل کو ستایا نہ کرو
ایسے میرے خوابوں میں آیا نہ کرو
دھڑکتا ہے دل جب بھی تیرا نام لیتا ہے سویرا
ایسے میرے دل کو دھڑکایا نہ کرو
اس طرح میری جان مجھے ستایا نہ کرو
اس طرح میرے خوابوں میں آیا نہ کرو

سویرا شیخ۔ شجاع آباد

غزل

مجھے کچھ کہنا ہے
وہ پیار بھری باتیں
وہ چند لمحوں کی ملاقاتیں

پھر بے قرار ہو کے
تمہارا مجھ سے کہنا
میری زندگی ادھوری ہے
تمہارے بغیر سویرا
مجھے کچھ کہنا ہے
تمہاری خوشی ہے میری خوشی
تمہارے غم ہے سارے میرے
بس اک بار کہہ دو تم
کہ تم میری ہو جاناں ایس

سویرا شیخ۔ شجاع آباد

غزل

میرے دل پر میرا کوئی اختیار نہیں ورنہ میں اسے یوں تڑپنے
نہیں دیتا یوں آہیں بھرنے نہیں دیتا یوں بے قرار ہونے نہ دیتا
یوں تجھے پکارنے نہ دیتا یوں اسے اضطراب نہ ہونے دیتا پر کیا
کروں یہ جب جب دھڑکتا ہے صرف تیرا نام لیتا ہے
افسوس میرا اس پر کوئی اختیار نہیں ہے

ایم ندیم اعوان۔ منڈی بھاؤ الدین

غزل

تو بھی ہر روز مجھے یاد کرتی ہوگی
میری طرح دل بے قرار کرتی ہوگی
اکیلے میں بیٹھ کر یونہی اکثر
تصور میں مجھ سے باتیں کرتی ہوگی
جب بھی بھولے میرا نام تیرے ہونٹوں پر آتا ہوگا
رو کر دعا میں خدا سے مجھے مانگا کرتی ہوگی
آنسوؤں کی لڑی تیری آنکھوں کے ساگر سے بہہ نکلتی ہوگی
جب جب تجھے میری یاد آتی ہوگی
ٹپ ٹپ سے آنسو گرتے ہوں گے
بوند گرتی ہوگی، دل پہ دھڑکن بھیگ جاتی ہوگی
ادھر تڑپتے ہیں ہم اس وقت جب
جدائی کے غم سے تو رویا کرتی ہوگی
گزار دیں زندگی ندیم تیری یادوں میں
دل کے کسی کونے سے پکار تو اٹھتی ہوگی
اس کی یادوں میں صدیاں گزار دینا بھی کم لگتا ہے
اب تو ہر افسانہ ہر کہانی غم لگتی ہوگی
شاید اب اک پل بھی نہ رہ سکیں تم سے جدا
اپنی سانسوں سے ہمارا رشتہ باندھ بیٹھی ہوگی
اگر قسمت نے ملا دیا تو ملے گیں اک دن ندیم
یہی سوچ کر دل کو سہارا اپنے دیتی ہوگی

ایم ندیم اعوان۔ منڈی بھاؤ الدین

غزل

وہ جس دن سے میرا دلبر بنا ہے
اسی دن سے یہ دل شاعر بنا ہے
تیرے ہونٹوں پہ یہ ہلکا سا تبسم
محبت کا میری محور بنا ہے
بدلتا ہے میرے آنگن کا موسم
کسی دیوار میں جب آنگن بنا ہے
یہ دل تھا جو کبھی پیار کا پیکر
کسی کے پاؤں کی ٹھوکر بنا ہے
کبھی احساس ہوتا تھا میرا دل
وہی سینے میں اب ٹھوکر بنا ہے
وہ بہت خوش ہیں پڑھ کر غزلیں
میرا ہر شعر جادوگر بنا ہے

ناصر پردیسی۔ راجہ پور

غزل

چوم لوں ہونٹ تیرے دل کی یہی خواہش ہے
بات ہی میری نہیں پیار کی فرمائش ہے
سندر ہاتھ سنہری زلفیں کوئی تو ان کو چھوتا ہوگا
پھول سے لب کچھ کہتے ہوں گے قسمت والا سنتا ہوگا

یہ کونسی منزل ہے یہ کون سا مقام ہے
آنکھوں میں کوئی چہرہ ہونٹوں پہ کوئی نام ہے
ہزاروں منزلیں ہوں گی ہزاروں کارواں ہوں گے
نگاہیں ہم کو ڈھونڈیں گی نجانے ہم کہاں ہوں گے
اے ستارو بے بسوں پر مسکرانا چھوڑ دو
جس کی دنیا لٹ چکی ہو اسے ستانا چھوڑ دو
محبت ترک کی میں نے گریباں سی لیا میں نے
زمانے اب تو خوش رہو زہر یہ پی لیا میں نے
حسین وعدہ تو کرتے ہیں نبھانا بھول جاتے ہیں
لگا کر آگ سینے میں بجھانا بھول جاتے ہیں
یہ دنیا غم تو دیتی ہے شریک غم نہیں ہوتی
کسی کے دور رہنے سے محبت کم نہیں ہوتی
دل چیز کیا ہے جاناں یہ جاں بھی تمہاری ہے
تیری بانہوں میں دل نکلے حسرت یہ ہماری ہے
سجھ کر چاند جس کو آسماں نے دل میں رکھا ہے
میرے محبوب کی ٹوٹی ہوئی چوڑی کا ٹکڑا ہے

عمیر ممتاز مینو احمد پور۔ جھنگ

غزل

پتھر سے دل لگا کر اچھا نہیں کیا ہے
یوں خود کو آزما کر اچھا نہیں کیا ہے
ممکن تھا یہ کبھی تو وہ مہربان ہوتا
جذبات کو مٹا کر اچھا نہیں کیا ہے
ہرگز یقین نہیں تھا اس کو میری وفا پہ
محفل میں اس کی آ کر اچھا نہیں کیا ہے
یقین وفا ملے گی بازار میں کہاں سے
ہم نے اسے لٹا کر اچھا نہیں کیا ہے
آئے گا آج کون اس اجڑے ہوئے نگر میں
شمع وفا جلا کر اچھا نہیں کیا ہے
وہ بے وفا رہا ہے بے وفا رہے گا
ایس کو اپنا بنا کر اچھا نہیں کیا ہے

ایس احسان علی قریشی۔ گجرات

غزل

رخصت ہوا تو آنکھ ملا کر نہیں گیا
وہ کیوں گیا ہے یہ بتا کر نہیں گیا
یوں لگ رہا ہے جیسے ابھی لوٹ آئے گا
جاتے ہوئے چراغ بجھا کر نہیں گیا
وہ یوں گیا کے باد صبا یاد آ گئی
احساس تک بھی ہم کو دلا کر نہیں گیا
بس ایک لکیر کھینچ گیا درمیان میں
دیوار راستے میں بنا کر نہیں گیا
شاید وہ مل ہی جائے مگر جستجو ہے شرط
وہ اپنے نقش پا تو مٹا کر نہیں گیا
برباد ہم کو چھوڑ گیا اضطراب میں
لوٹے گا کب کبھی وہ بتا کر نہیں گیا
چپ چاپ اس نے ہم کو گرایا نگاہ سے
وہ آسماں تو سر پر اٹھا کر نہیں گیا
بے رنگ سی ہمیں نظر آتی ہے کائنات
اب کے وہ کوئی رنگ دکھا کر نہیں گیا
گھر میں آج بھی وہی خوشبو بسی ہوئی
لگتا ہے یوں کے جیسے کہ وہ آ کر نہیں گیا
تب تک تو پھول جیسی ہی تازہ تھی اس کی یاد
جب تک وہ پتیوں کو جدا کر نہیں گیا
رہنے دیا نہ اس نے کسی کام کا مجھے
اور خاک میں بھی مجھ کو ملا کر نہیں گیا
عمران یہ گلہ ہی رہا اس کی ذات سے
جاتے ہوئے وہ کوئی گلہ کر نہیں گیا

عمران اللہ ساحل۔ میانوالی

شب وصال ہے گل کر دو ان چراغوں کو
خوشی کی بزم میں کیا کام جلنے والوں کا
(محمد رفیق طاہر بنگلہ ٹیل والا)

ہیں جلتی شمع کے اٹھتے شعلے
تم اپنے دامن کو خود بچانا
یہ دل ہے میرا بحر کی صورت
ہے کتنا گہرا یہ کس نے جانا
ہے کیاس ناصر یہ شوق تیرا
بے درد لوگوں سے دل لگانا

ناصر اعوان۔ طارق آباد۔ مظفر آباد

غزل

یہ دنیا ہی محفل میرے کام کی نہیں
کس کو سناؤں حال دل بے قرار کا
بجھتا ہوا چراغ ہوں اپنے مزار کا
اے کاش بھول جاؤں اسے کو مگر بھولتا نہیں
اپنا پتہ ملے نہ ملے خبر یار کی ملے
دشمن کو بھی نہ ایسی سزا پیار کی ملے
ان کو خدا ملے خدا کی جنہیں تلاش ہے
مجھ کو بس ایک جھلک میرے یار اے کی ملے

نصر اللہ خان مگسی۔ بوچلستان

غزل

فنا کے بعد مجھ کو ستا رہا ہے کوئی
نقشہ میری قبر کا مٹا رہا ہے کوئی
میرے خدا مجھے تھوڑی سی زندگی دے
اداس میرے جنازے سے جا رہا ہے کوئی
خدائی سوتی ہے آنسو بہا رہا ہے کوئی
فرشتوں عرش سے گلاب کے پھول برساؤ
میری قبر کو دلہن بنا رہا ہے کوئی
میرے خدا مجھے تھوڑی سی زندگی دے

نصر اللہ خان مگسی۔ بوچلستان

غزل

میرے ہم نفس میرے ہمنوا مجھے بھول جا مجھے بھول جا
یہ دکھوں کی لمبی مسافتیں کبھی نفرتیں کبھی چاہتیں
یہ ذرا ذرا سی رنجشیں شکایتیں کہیں کر نہ دے پھر ہمیں جدا
میرے ہم نفس میرے ہمنوا مجھے بھول جا مجھے بھول جا
میں غریب مفلس بے اماں میرے ساتھ تو جائے گی کہاں
میری بات پگلی تو مان لے ذرا سوچ لے ذرا جان لے
تجھے دے سکوں گا میں کیا بھلا مجھے بھول جا
میرے ہم نفس میرے ہمنوا مجھے بھول جا مجھے بھول جا
تو ہے خوب صورت دل نشیں تجھے مل ہی جائے گا ہم نشیں
تو تلاش کر نیا ہمسفر مجھے پھرنے دے یونہی در بدر
میرے پاس دکھوں کے سوا کیا میرے ہم نفس میرے ہمنوا
میرے ہم نفس میرے ہمنوا مجھے بھول جا مجھے بھول جا

رانو بابر علی ساغر۔ مبارک پور

غزل

پتھر سے وفا بت سے صدا مانگ رہا ہوں
کیوں آج میں صحرا سے گھٹا مانگ رہا ہوں
مدت سے کوئی دل کو دکھانے نہیں آیا
آجاؤ کوئی زخم نیا مانگ رہا ہوں
ہے دور بہت دور میرے دوس رسا سے
جو گھر میں جلے ایسا دیا مانگ رہا ہوں
جو جرم محبت میں تجھے میری بنا دے
ایسی ہی کوئی پیاری سزا مانگ رہا ہوں
معلوم ہے کہ تم غیر کی ہوجاؤ گی صنم
پھر بھی تمہیں پانے کی دعا مانگ رہا ہوں

رانو بابر علی ساغر۔ مبارک پور

غزل

سنگ مرمر سے تراشا ہوا یہ دلکش پیکر
میرا بھگوان ہے یہ کس نے کہا ہے تم سے
صرف اس واسطے اس بت سے عقیدت ہے مجھے

ہیں جلتی شمع کے اٹھتے شعلے
تم اپنے دامن کو خود بچانا
یہ دل ہے میرا بحر کی صورت
ہے کتنا گہرا یہ کس نے جانا
ہے کیاس ناصر یہ شوق تیرا
بے درد لوگوں سے دل لگانا
ناصر اعوان۔ طارق آباد۔ مظفر آباد
غزل
یہ دنیا ہی محفل میرے کام کی نہیں
کس کو سناؤں حال دل بے قرار کا
بجھتا ہوا چراغ ہوں اپنے مزار کا
اے کاش بھول جاؤں اسے کو مگر بھولتا نہیں
اپنا پتہ ملے نہ ملے خبر یار کی ملے
دشمن کو بھی نہ ایسی سزا پیار کی ملے
ان کو خدا ملے خدا کی جنہیں تلاش ہے
مجھ کو بس ایک جھلک میرے یار اے کی ملے
نصر اللہ خان مگسی۔ بوچلستان
غزل
فنا کے بعد مجھ کو ستا رہا ہے کوئی
نقشہ میری قبر کا مٹا رہا ہے کوئی
میرے خدا مجھے تھوڑی سی زندگی دے
اداس میرے جنازے سے جا رہا ہے کوئی
خدائی سوتی ہے آنسو بہا رہا ہے کوئی
فرشتوں عرش سے گلاب کے پھول برساؤ
میری قبر کو دلہن بنا رہا ہے کوئی
میرے خدا مجھے تھوڑی سی زندگی دے
نصر اللہ خان مگسی۔ بوچلستان
غزل
میرے ہم نفس میرے ہمنوا مجھے بھول جا مجھے بھول جا
یہ دکھوں کی لمبی مسافتیں کبھی نفرتیں کبھی چاہتیں
یہ ذرا ذرا سی رنجشیں شکایتیں کہیں کر نہ دے پھر ہمیں جدا
میرے ہم نفس میرے ہمنوا مجھے بھول جا مجھے بھول جا
میں غریب مفلس بے اماں میرے ساتھ تو جائے گی کہاں
میری بات پگلی تو مان لے ذرا سوچ لے ذرا جان لے
تجھے دے سکوں گا میں کیا بھلا مجھے بھول جا
میرے ہم نفس میرے ہمنوا مجھے بھول جا مجھے بھول جا
تو ہے خوب صورت دل نشیں تجھے مل ہی جائے گا ہم نشیں
تو تلاش کر نیا ہمسفر مجھے پھرنے دے یونہی در بدر
میرے پاس دکھوں کے سوا کیا میرے ہم نفس میرے ہمنوا
میرے ہم نفس میرے ہمنوا مجھے بھول جا مجھے بھول جا
رانو بابر علی ساغر۔ مبارک پور
غزل
پتھر سے وفا بت سے صدا مانگ رہا ہوں
کیوں آج میں صحرا سے گھٹا مانگ رہا ہوں
مدت سے کوئی دل کو دکھانے نہیں آیا
آجاؤ کوئی زخم نیا مانگ رہا ہوں
ہے دور بہت دور میرے دوس رسا سے
جو گھر میں جلے ایسا دیا مانگ رہا ہوں
جو جرم محبت میں تجھے میری بنا دے
ایسی ہی کوئی پیاری سزا مانگ رہا ہوں
معلوم ہے کہ تم غیر کی ہوجاؤ گی صنم
پھر بھی تمہیں پانے کی دعا مانگ رہا ہوں
رانو بابر علی ساغر۔ مبارک پور
غزل
سنگ مرمر سے تراشا ہوا یہ دلکش پیکر
میرا بھگوان ہے یہ کس نے کہا ہے تم سے
صرف اس واسطے اس بت سے عقیدت ہے مجھے

نہ مراتے جانے میں بڑا درد سہا ہے اس نے
رانو بابر علی ساغر۔ مبارک پور

غزل

کہاں آنسوؤں کی یہ سوغات ہوگی
نئے لوگ ہوں گے نئی بات ہوگی
میں ہر حال میں مسکراتا رہوں گا
تمہاری محبت اگر ساتھ ہوگی
اداس ہو تم بھی اداس ہوں میں بھی
کہیں نہ کہیں تو کوئی بات ہوگی
مسافر ہو تم بھی مسافر میں بھی
کس موڑ پہ پھر ملاقات ہوگی
کسی موڑ پہ بے وفائی نہ کرنا صنم
ورنہ زندگی ہماری درد سے ڈوبی ہوگی
ناصر پردیسی۔ راجہ پور

غزل

روپے اجنبی سے غم اور درد انجان لگتے ہیں
ہم اپنے گھر رہتے ہیں مگر مہمان لگتے ہیں
نہ منظر میں تبدیلی نہ منظر بدلتے ہیں
قصہ ایک ہی ہے مگر کئی عنوان لگتے ہیں
سماعت سے پہلے ہی اگر سزا تجویز کی جائے
دلائل بے گناہی کے پھر بے جان لگتے ہیں
ناصر پردیسی۔ راجہ پور

غزل

دل کی جو بات تھی زبان پر لا نہ سکے
ہاتھ اس کا بھی ساتھ تھا ہاتھ ہم ملا نہ سکے
اس کاتب تقدیر نے کچھ ایسا لکھ دیا
تنکے بھی موجود تھے آشیاں بنا نہ سکے
زندگی نے درد ایسے دیے ہم کو
سر ایسا جھکایا کہ سر اٹھا نہ سکے
حقیقت میں وہ خار تھے جن کو پھول مانا
وہ مجھے چھوڑ گئے دوستی نبھا نہ سکے
باغ میری امید کے تو تھے بے شمار ناصر
جب بہار آئی تو وہ بھی مسکرا نہ سکے
ناصر پردیسی۔ راجہ پور

غزل

لڑکپن ہے میرا جوانی نہیں ہے
میں شاعر ہوں کیا تیری مہربانی نہیں ہے
حال دل پوچھا آج اس نے میرا
اسے کسی بات کی بد گمانی نہیں ہے
پیاسی ہیں آنکھیں تیری دید کو
عشق صحرا ہے اس میں پانی نہیں ہے
کیسے سیرابی ہوگی فصل الفت کی
دریا عشق میں وہ پہلی سی روانی نہیں ہے
لے گیا اپنے ساتھ رونق شہر
کہتے ہیں ہر سو پھر بھی ویرانی نہیں ہے
لفظوں کو زباں تو مل سکتی نہیں
تو پیار ہے میرا یہ کہانی نہیں ہے
اکثر چونک گیا اہل دنیا کی باتیں یہ
دل کہتا ہے عشق نادانی نہیں ہے
پاگل جو بن گئے جس کے لیئے ہم
وہ میری کبھی بھی دیوانی نہیں ہے
نہ توڑنا تا الفت کا آکاش
سنگ دل ہرجائی نے بات مانی نہیں ہے
محمد اظہر سعید آکاش۔ فیصل آباد

غزل

اس شہر کے ویران دل سے ہم نکلے
بنائے جو گھر شیشے کے وہ مٹی نکلے

قطرہ قطرہ جوڑا ہم نے پانی کے لیئے
جمع کیے جو قطرے وہ سوکھے ہی نکلے
اس لگائی ہم نے کیا کیا اس زمانے سے
جن کو مانا اپنا وہ بے گانے ہی نکلے
کرتے تھے دعا جس ہوا کے چلنے کی
مانگی ہوا تھی پر وہ طوفان نکلے
جو بیت گیا اس کو کیا روگ لگانا پردیسی
بوئے محبت کے بیج پر نفرت کے انبار نکلے
ناصر پردیسی۔ راجہ پور

غزل

وہ جب بھی ملتا ہے خواب لگتا ہے
دل سارا میرا سراب سا لگتا ہے
جس کسی سے کوئی سوال کرتا ہوں
وہ ہی مجھے لاجواب لگتا ہے
ہر نئے سال تیری سوچ نئی نئی
تو بھی مجھ کو بہت بیقرار لگتا ہے
تیری خوشبو جس کے ساتھ نہ آئے
وہ جھونکا مجھے عذاب لگتا ہے آئیڈیل
ایس ناصر پردیسی۔ راجہ پور

غزل

وہ مسکراہٹ جس کا میں دیوانہ تھا
وہ ایک خواب تھا جھروکا تھا
میں نے تجھے ہر لمحہ چاہا
پھر تو کیوں کسی اور کی بنی
جب تم کسی جگہ ملنے آتی تھی
کیوں وعدے کیئے تھے
مگر میں نے محبت کو بلند کر دیا
تجھ میں خود کو قید کر دیا
تیرے سوا کسی کو نہ چاہوں گا
تیری مسکراہٹ ہی میرے
پیار کی سچائی ہے
جیسے ویرانے میں بہار آئی ہے
ناصر پردیسی۔ راجہ پور

غزل

یوں میرے خط کا جواب آیا
لفافے میں بند اک گلاب آیا
فضاء میں خوشبو بکھر رہی ہے
لگتا ہے ان کا آداب آیا
دہک نہ جائے یہ دل ہمارا
یہ ان پر کیسا شباب آیا
محبت جن سے کی تھی بلال نے
آنکھیں میں اتر آئی تصویر کی
بڑی دیر کے بعد انہیں ہماری محبت کا یقین آیا
بلال احمد۔ شینکہ اٹک

غزل

تیری نظروں میں پیار دیکھا ہے
ہم نے آج اپنا وقار دیکھا ہے
ہوش آتا نہیں تجھ کو پل بھر بھی
کیا غضب کا سنگھار دیکھا ہے
موت ساحل سے کھیلنے والوں
کبھی دریا کے پار دیکھا ہے
زرخ ہوگئے سب کافور
آج سرِطور ہم نے یار دیکھا ہے
جن کو شوق رفو گری تھا بہت
ان کا دامن بھی تار دیکھا ہے
اب تو بھاتا نہیں کوئی بھی چہرہ
ہم نے جب سے اپنا یار دیکھا ہے
کیا ہوگیا ہے زمانے کے موسموں کو بلال

سب ... دیکھا ہے

بلال احمد۔ شینکہ۔ اٹک

غــــــزل

نام جب بھی آئے گا تیرے نام کے ساتھ
یاد میری آپ کو آئے گی ہر کام کے ساتھ
میں تو بے چین جدائی میں رہوں گا لیکن
آپ بھی کہیں سو نہ سکیں گے آرام کے ساتھ
آج لگتا تھا تیرا قاصد پریشان
شاید نام کسی اور کا لکھا تھا میرے نام کے ساتھ
مے کشی سے انہیں میں مجھے لیکن
یاد کرتا ہوں تیری آنکھوں کو ہر جام کیساتھ

بلال احمد۔ شینکہ۔ اٹک

غــــــزل

دوست کیا خوب وفاؤں کا صلہ دیتے ہیں
ہر نئے موڑ پہ زخم اک نیا دیتے ہیں
تجھ سے تو میری گھڑی بھر کی ملاقات رہی
لوگ تو صدیوں کی رفاقت کو بھلا دیتے ہیں
کیسے ممکن ہے دھواں بھی نہ ہو اور دل بھی نہ جلے
چوٹ پڑتی ہے تو پتھر بھی صدا دیتے ہیں
اب کیوں وہ ہم سے ناراض اپنے لگے ہیں
ہم تو وہ جوان کے قدموں میں دل کو بچھا دیتے ہیں

بلال احمد۔ شینکہ۔ اٹک

غــــــزل

کسی کی آنکھ سے سپنے چرا کر کچھ نہیں ملتا
ہر اک کو داستان سنا کر کچھ نہیں ملتا
نجانے کون سے جذبوں کی تسکین کرتا ہوں
بظاہر تو تمہارے خط جلا کر کچھ نہیں ملتا
یہ اچھا ہے کہ آپس کے بھرم نہ ٹوٹنے پائیں
ہزاروں خواب آنکھوں میں سجا کر کچھ نہیں ملتا
مجھے اکثر ستاروں سے یہی آواز آتی ہے
کسی کی ہجر میں نیندیں گنوا کر کچھ نہیں ملتا
میں راز کی ساری باتیں تم سے ہی کرتا تھا
بلا دل جلے بے فضول لوگوں سے نبھا کر کچھ نہیں ملتا

بلال احمد۔ شینکہ۔ اٹک

غــــــزل

اتنے خاموش بھی رہا نہ کرو
غم جدائی میں یوں کہا نہ کرو
خواب ہوتے ہیں دیکھنے کے لیئے
ان میں جا کر مگر رہا نہ کرو
کچھ نہ ہوگا گلہ کرنے سے
ظالموں سے مگر گلہ نہ کیا کرو
ان سے نکلیں حکایتیں شاید
حرف لکھ کر مٹا دیا نہ کرو
اپنے رتبہ کا بھی کچھ خیال کرو
ذیشان عتیق یار سب کو بنالیا نہ کرو

بلال عتیق نیشان۔ شینکہ۔ اٹک

غــــــزل

افسوس نہ کر تیری زندگی ہی چھوڑ دیں گے
گر یہ بھی منظور نہیں تو تیری دنیا ہی چھوڑ دیں گے
تجھے روتے ہوئے اچھا لگتے ہیں ہم تو
کہنے یہ تیرے ہنسنا بھی چھوڑ دیں گے
ساتھ چلنا گر ہمارا گوارہ نہیں ہیں تو
حکم ملنے پہ تیرے وہ راستہ ہی چھوڑ دیں گے
نہیں ہیں ہم بے وفا لوگوں میں سے
کیا جانے کے بعد تجھے یاد کرنا ہی چھوڑ دیں
کیا ہے بلال کے پاس کہ چھوڑ دے تجھے
یہ نہ سمجھ کہ تجھ سے محبت ہی چھوڑ دیں گے

بلال احمد نیشان عتیق۔ شینکہ۔ اٹک

آپ کے خطوط

اگست کا تازہ شمارہ خریدا بہت ہی اچھا لگا اسلامی صفحہ سے اس کی ابتدا کرنا بہت ہی سکون دہ ثابت ہوئی ایسا ہی کیا کریں اسلامی صفحہ ضرور شائع کیا کریں اور خطوط کے صفحات بھی زیادہ کیا کریں کیونکہ تمام کہانیوں کا نچوڑ خطوط میں ہوتا ہے اور پھر ہر کوئی اپنے دل کی بھڑاس خطوط میں ہی نکالتا ہے مجھے رسالے پڑھنے کا ذرا بھی شوق نہ تھا لیکن میرے ساتھ خود ایک واقعہ پیش آیا تھا سو میں نے اس شاک کو بھلانے کے لیے رسالے کی مدد لی تاکہ میرا خوف ختم ہو سکے یہ چند ماہ پہلے کی ہی بات ہے کہ میں آفس میں اپنی ڈیوٹی دے رہا تھا اور تقریباً سب ساتھی جا چکے تھے میں اپنے کسی دوست کے انتظار میں تھا اور پھر باہر موسم بھی گرد آلود تھا۔ جو چند لمحوں میں کسی بہت بڑے طوفان کا سندیسہ دے رہا تھا اور ایسا ہی ہوا تھا کہ ہر طرف تیز طوفان برپا ہوا اور میرے آفس کی کھڑکیاں ایسے بجنے لگیں کہ میں حیران سا رہ گیا اور پھر مجھے یوں لگا کہ جیسے کوئی باتھ میں گیا ہے یہ میرا وہم نہ تھا کوئی گیا تھا لیکن وہاں میرے علاوہ کوئی اور نہ تھا پھر یہ ایسا کیوں ہوا تھا میں سیٹ سے اٹھا اور باتھ روم کے دروازے کو ہاتھ لگایا تو مجھے ایک تیز دھکا لگا میں لڑکھڑا گیا بس اس کے بعد جو کچھ میرے ساتھ ہوا یہ میں ہی جانتا ہوں پوری پوری اپنے ہی گھر اپنے ہی کمرے سے ڈرتا رہنے لگا اور میری بیوی نے مجھے کہا کہ میں اپنے ڈر کو ختم کرنے کے لیے خوفناک رسالہ پڑھوں تاکہ میرا خوف بالکل ہی ختم ہو جائے تب میں نے ایسا ہی کیا اس سے نہ صرف میرا ڈر ختم ہونے لگا بلکہ میں رسالے کا دیوانہ بھی بن گیا اور اس کو پڑھنے لگا اب اس میں دیکھتے دیکھتے لکھنے کا بھی جنون طاری ہوا سو لکھنے بیٹھ گیا۔ اس میں سب رائٹروں نے بہت ہی خوب اور بہت ہی خوفناک لکھا ہے کالا جادو سلسلہ بہت ہی اچھے انداز سے آگے بڑھتا جا رہا ہے رائٹر ہر کردار کے ساتھ خوف انصاف کر رہا ہے اس میں گو کہ خوف نہیں ہے لیکن سپنس ہے جو کہانی کو شروع سے اینڈ تک پڑھنے میں مجبور کر دیتا ہے اس کے رائٹر کو میری طرف سے بہت بہت مبارک باد قبول ہو موت کی منزل بھی سپر ہٹ جا رہی ہے ایک بہن کا بھائی کی مدد کرنا بہت ہی اچھا لگ رہا ہے اور بہن سے بہن کی دشمنی خیر یہ بھی تو ہوتا ہے پیار میں۔ دھند کے پار ایک اچھا موضوع تھا اس میں بہت ہی دلچسپی موجود تھی اس کو بھی پڑھنے میں خوف نہیں آیا تھا لیکن مزا ضرور آیا ہے ایک انوکھا تھا موضوع تھا ایسے موضوع پر قلم کو چلانا چاہیے ساحل کو خصوصی مبارک باد قبول ہو اس کا اینڈ انہوں نے بہت ہی اچھا کیا اب ان کی اگلی سٹوری کا انتظار ہے امید ہے کہ وہ ہمیشہ کی طرح ہمیشہ ہی خوفناک میں لکھتی رہیں گی۔ کشور کرن کی بہت ہی اچھی سٹوری ہے۔ ساحرہ آنکھیں نے اس میں چار چاند لگا دیئے واہ کیا کہنے آپ کے بہت ہی خوب رہی اس کی رائٹر کو مبارک باد قبول ہو۔ پلیز خوفناک کو لیٹ نہ کیا کریں اس کو جتنی جلدی ہو سکے ہم تک پہنچایا کریں ہم اس کا انتظار ہی کرتے رہتے ہیں۔ خطوط کی محفل خوب رہی میرا خط بھی اس میں شامل تھا بہت شکریہ مجھے شامل کرنے کا باقی

شعروشاعری اور دوسرے کالم بھی بہت خوب رہے

-----------راحیل احمد۔ سیالکوٹ۔

☆نومبر کا خوفناک پڑھا بہت ہی اچھا لگا۔ ٹائٹل بھی پسند آیا اس میں خوبصورت لڑکی کے ساتھ ساتھ چند ہی ڈراؤنی شکلیں دیکھ کر اچھا لگا اور سٹوریاں بھی خاص کر جن سٹوریوں نے مجھے اپنے سحر میں جکڑے رکھا ان میں کالا جادو سلسلہ وار کہانی ہے اس کہانی میں مجھے ہر بار ایک سپنس نظر آتا ہے یہ ایسی کہانی ہے کہ اس کو پڑھنے کے لیے مجھے اگلے رسالے کا انتظار کرنا پڑتا ہے عاصم بھائی کو میں دلی طور پر مبارک باد پیش کرتا ہوں باقی کی سٹوریاں بھی بہت اچھی ہیں خاص کر سحرانہ آنکھیں بہت ہی بہترین کہانی تھیں اور اسی کہانی کی مطابقت سے نمبر بھی سحرانہ آنکھیں تھا عائشہ سحر نے اپنا سحر چھوڑ ہی دیا اپنے نام کی طرح دلی مبارک باد اس کہانی میں ایک سپنس دکھائی دیا ہے ایسا سپنس جو مجھے اس کہانی کو پڑھنے میں ڈبوئے رہا بہت ہی اچھا لگتا ہے اور یہی اچھے رائٹر کی پہچان ہوتی ہے کہ کہانی کا اینڈ اس انداز میں کرے کہ پڑھنے والے کو اس کی تحریروں کا شدت سے انتظار رہے۔ اور موت کی منزل کہانی بھی بہت اچھے انداز میں آگے بڑھتی جارہی ہے سشما اب جو کہ جادوگرنی بن چکی ہے دیکھنا یہ ہے کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوتی ہے یا نہیں اس نے اپنے بھائی کی جس طرح مدد کی اچھا لگا۔ اور دھند کے پار ایک لاجواب موضوع تھا جو اینڈ ہوا۔ ساحل صاحبہ کے ہاتھوں میں تو ایک سحر ہے اور وہ اپنے ہی سحر میں ڈوب کر لکھتی ہیں اور دوسرے کو بھی اسی سحر میں ڈبوئے رکھتی ہیں ان سے گزارش ہے کہ وہ اسی طرح لکھتی رہیں تاکہ ہمیں خوفناک سے اسی طرح محبت اور جنون رہے۔ باقی کی تحریریں بھی بہت اچھی ہوتی ہیں لیکن یہ تین رائٹر مجھے بہت متاثر کر رہے ہیں۔

-----------عمر دراز بادشاہ۔ جڑانوالہ

☆خوفناک ڈائجسٹ میرا پسندیدہ رسالہ ہے اور میں کافی عرصہ سے پڑھتی چلی آرہی ہوں پہلے میں اس میں لکھا کرتی تھی لیکن پھر کچھ مجبوریوں کی بنا پر یا پھر یوں سمجھ لیں کہ ٹائم نہ ملنے کی وجہ سے اس میں کچھ لکھ نہ پائی تھی لیکن آخر میں کب تک چھپی بیٹھی رہتی مجھے بھی تو لکھنا تھا اپنا آپ منوانا تھا سو سحرانہ آنکھیں لکھ دی جو ادارے کی کرم نوازی سے نہ صرف شائع ہوئی بلکہ اسی کہانی کا نمبر بھی دے دیا یہ میرے لیے اعزاز کی بات ہے اور اس سے میری بہت ہی حوصلہ افزائی ہوئی ہے مزید لکھنے کا جنون سوار ہے اور میں بہت جلد اس میں اور بھی ایسا ہی کچھ لکھ کر بھیجوں گی جو آپ قارئین کو اپنے سحر میں ڈبوئے رکھے جیسا کہ میں نے اپنے پہلے خط میں لکھا تھا کہ خوفناک ڈائجسٹ میں دو رائٹر مجھے بہت ہی پسند ہیں ان میں ایک عمران رشید۔ راولپنڈی۔ جنہوں نے کئی قسط وار کہانیاں لکھ کر رسالے میں نہ صرف اپنا ایک مقام بنایا تھا بلکہ قارئین کے دلوں پر بھی قبضہ کر لیا تھا لیکن میں نے دیکھا تھا کہ ان پر قارئین کچھ زیادہ ہی تنقید کرنے لگے تھے جس وجہ سے انہوں نے لکھنا ہی چھوڑ رکھا ہے اگر ایسی ہی بات ہے تو میں ان کو یہ کہنے پر مجبور ہو جاؤں گی کہ وہ بزدل رائٹر تھے جو تنقید کو برداشت نہ کرتے ہوئے اس سے دور ہو گئے تنقید ہی انسان کے قلم میں نکھار پیدا کرتی ہے رائٹر خود اتنا اچھا رائٹر نہیں ہوتا ہے جتنا تنقید کار اس کو رائٹر بنا دیتے ہیں وہ بہادری کا مظاہرہ کریں اور پھر سے خوفناک ڈائجسٹ میں لکھیں تاکہ قارئین کے دلوں میں جو سوال اٹھ رہے ہیں وہ ختم ہو سکیں اور دوسرے ریاض احمد ایسے رائٹر تھے جو رسالے میں اپنا ایک مقام پیدا

کیے ہوئے تھے ان کی قسط وار کہانیاں رسالے کی جان ہوتی تھیں اور پھر ہر کوئی ان کو پڑھنا بہت پسند کرتا تھا ریاض احمد کو تو ہر کوئی کنگ آف خوفناک کہا جاتا تھا۔ ریاض احمد کی تحریریں پڑھ کر مجھ میں لکھنے کا شوق پیدا ہوا تھا اور میری کوشش ہی رہی تھی کہ میں ریاض احمد جیسا انداز اپناؤں ان جیسا لکھوں ان جیسا لکھنے کے لیے مجھے ان کے ناول تک خریدنے پڑے ان کا مطالعہ کرنا پڑا۔ تب جا کر میں کچھ کامیاب ہوئی ہوں اب دیکھنا یہ ہے کہ سحرانہ آنکھیں کے بارے میں قارئین کیا کچھ کہتے ہیں مجھے لیٹر کا انتظار ہے۔ ریاض احمد میں نے آپ کے ناول کو پڑھا کو پڑھا داد دینے کو جی چاہا واہ کیا کہنے جلتے ہاتھ میں آپ نے ایک پری کو ایک عام سے انسان پر ایسا عاشق کیا کہ ایسا عشق شاید کہیں بھی پڑھنے کو نہ ملے۔ اپنے محبوب کو بچانے میں وہ کیا کچھ کر گزری۔ واہ ریاض احمد آپ نے کمال کر دکھایا ہے اس میں مجھے مزید اپنا فین بنا لیا ہے۔ آپ کوئی عام رائٹر نہیں ہیں رائٹر کی دنیا میں آپ کا ایک مقام ہے ایک نام ہے۔ اب کالا جادو موت کی منزل اور دھند کے پار میں مقابلہ جاری رہا اور شاید ساحل تھک گئی تھیں کہ انہوں نے دھند کے پار کا اینڈ کر دیا اور یوں کالا جادو کو مزید آگے بھیج دیا لیکن وہ مقابلہ سے باہر نہیں ہوئی ہیں انہوں نے بہت ہی اچھے انداز میں دھند کے پار کا اینڈ کیا ہے اور مبارک بادوں کے خزانے اپنے نام کر لیے ہیں جبکہ کالا جادو دیکھتے ہیں کہ ابھی کتنا آگے جاتی ہے اس کا سپنس کب تک برقرار رہتا ہے اور وہ کس رخ مڑتی ہے یہ بھی بہت جلد پتہ چل جائیگا۔ ساحل دعا بخاری ایک انداز سے کالا جادو سے دو قدم آگے رہیں کیونکہ وہ رائٹر کے ساتھ ساتھ شاعرہ بھی کہانی میں ان ان جگہوں پر انہوں نے اپنی شاعری کے کمال دکھائے جہاں شعروں کا ہونا اچھا لگا۔ بلکہ بہت اچھا لگا۔ موت کی منزل پرنس صاحب پوری طرح چھائے ہوئے ہیں اپنی اس سٹوری میں انہوں نے اس بار نہ صرف بھائی کی مدد کی بلکہ وہ کچھ کر دکھایا جو کرنا چاہیے تھا ان کو مبارک باد۔ باقی کہانیاں بھی لاجواب تھیں۔ میں ایک کہانی اور بھیج رہی ہوں اس کو بھی جلد شائع کرنا شکریہ آخر میں سب کو ہی دلی مبارک باد قبول ہو۔ سب کو ہی سلام۔

-----------عائشہ سحر عرف فری۔ اسلام آباد

☆خوفناک ڈائجسٹ میرا پسندیدہ رسالہ ہے میرے فیورٹ رائٹر ریاض احمد اس بار پھر غائب رہے میں ان سے گزارش کرتی ہوں کہ وہ رسالے کے لیے کوئی نہ کوئی تحریر جلدی لکھیں میں آپ کی تحریروں کا شدت سے انتظار کر رہی ہوں آپ تو رسالے سے ایسے غائب ہوئے ہیں جیسے گدھے کے سر سے سینگ آپ جہاں بھی ہیں ہمارے لیے کوئی قسط وار کہانی لکھ کر بھیجیں تا کہ ہر ماہ آپکی انٹری تو خوفناک میں رہے۔ اس کے علاوہ بہت سے ساتھی غائب سے لگتے ہیں ان سے بھی گزارش ہے کہ وہ بھی لکھیں رسالے میں پہلے والی روانی لے کر آئیں وہ مزہ واپس لے آئیں جو کبھی ہمیں ملتا تھا امید ہے کہ میری رائے پر عمل کیا جائے گا اور تمام رائٹر جو اس سے دور ہو چکے ہیں وہ واپس آجائیں گے۔ اب چند ایک ہی رائٹر اس کو چلا رہے ہیں ان میں ساحل دعا بخاری۔ اور قمر نشاد ہیں جو اپنے قلموں کے ساتھ خوب انصاف کر رہیں ہیں لیکن اب ایک نئی رائٹر کی آمد ہوئی ہے عائشہ سحر فری کی ان کے لیٹر اور سٹوری سے یوں لگا ہے جیسے انہوں نے ریاض احمد کا انداز اپنا لیا ہے یہ تو بہت ہی اچھی بات ہے کیونکہ میں جانتی ہوں کہ وہ اس انداز سے بہت ہی جلد اپنی منزل کو پا لیں گی جلد ہی قارئین کو اپنی تحریروں کی طرف مائل کر لیں گی میری دعائیں ان کے ساتھ ہیں اور کالا جادو موت کی منزل بہت اچھے سلسلے ہیں لیکن اب ان کو ختم ہو جانا چاہیے ان کی

جگہ انکو کسی نئی سٹوری کے ساتھ اپنے جوہر دکھانے چاہیے امید ہے کہ میری باتوں پر وہ عمل کریں گے سب قارئین اور رائٹرز کو سلام۔

(خوشبو سلیم قادری کراچی۔

☆ خوفناک بہت ہی اچھا رسالہ ہے اس کی جتنی بھی تعریف کروں کم ہے پہلے میں صرف جواب عرض کے لیے لکھا کرتی تھی لیکن پھر ساحل دعا بخاری کی تحریروں کو پڑھنے کے بعد مجھے اس میں بھی لکھنے کا جنون سوار ہو گیا ساحل دعا بخاری آپ کے لکھنے کا انداز مجھے بے حد پسند ہے میری دعا ہے کہ آپ اسی طرح لکھتی رہیں میں آپ کی بہت بڑی فین ہوں اور اگر سچ کہوں تو میں نے آپ کی تحریروں سے متاثر ہو کر لکھنا شروع کیا ہے اور لکھتی رہوں گی دھند کے پار ایک ایسا موضوع تھا جو بہت ہی سپر ہٹ رہا اس کے اینڈ پر آپ کو داد دینا پڑے گی کہ آپ نے ہمارے لیے ایک انوکھے موضوع کا انتخاب کیا ہے اور ہمارے پڑھنے کے مزے کو دوبالا کیا ہے اب کسی نئی سٹوری کے ساتھ جلوہ گر ہوں۔ اس کے علاوہ کالا جادو سلسلہ بہت ہی سپنس لے کر چل رہا ہے ان کی بھی جتنی تعریف کروں کم ہیں ویلڈن اس سلسلہ کو ابھی کتنا اور آگے چلنا ہے یہ تو میں نہیں جانتی لیکن اتنا جانتی ہوں کہ جتنا بھی چلے لوگوں کی اپنی طرف متوجہ کئے رکھے گا کیونکہ اس کا موضوع بتاتا اور انداز بتاتا ہے کہ رائٹر نے اس پر بہت محنت کر رکھی ہے۔ اور موت کی منزل یہ کہانی اپنے اندر سپنس لینے لگی ہے اس میں بھی بہت خوف ابھرتا جا رہا ہے سپنس بڑھتا ہی جا رہا ہے اور میرے خیال میں رائٹر کی یہی پہچان ہوتی ہے کہ لکھتے لکھتے وہاں اپنا قلم روک لے کہ پڑھنے والے کے اندر ایک تجسس چھوڑ جائے کہ اس کو مزید کچھ پڑھنے کے لیے ایک ماہ تک انتظار کرنا پڑے۔ ریاض احمد کو خوفناک کا کنگ کہنا ہی پڑیگا کیونکہ وہ ایسا کچھ لکھتے رہے ہیں کہ پڑھنے والا حیران رہ جاتا تھا بلکہ ان کی کہانیوں میں ڈوب سا جاتا ہے۔ واقعی وہ خوفناک کے کنگ ہیں۔ ان کے لکھنے کا انداز بہت ہی لاجواب ہوتا ہے۔ قم قم نشاد نے پھر بہت اچھا قلم اٹھایا ہے وہ بہت ہی اچھی لکھی ان سے میں نے کہا تھا کہ وہ اپنی کوئی قسط کہانی لکھ کر بھیجیں کیونکہ ان کے قلم میں اتنا سحر آچکا ہے کہ وہ قسط وار سٹوری چلا سکتی ہیں امید ہے کہ وہ میری تجویز پر عمل کریں گی۔ اب بات ہو جائے سحرانہ آنکھیں کی تو عائشہ سحر عرف فری کے لیٹر کے ساتھ ساتھ انکی سحرانہ آنکھیں بھی موجود تھی۔ انہوں نے بہت کمال کا لکھا ہے اور ان کو مبارک باد نہ دینا شاید خود انکے ساتھ زیادتی ہو۔ یہ نئی انٹر ہوئی ہیں اور آتے ہی وہ اعزاز حاصل کر لیا ہے کہ شاید ابھی تک چند ایک رائٹر ہی کر پائے ہوں انکی کہانی کے نام سے نمبر شائع ہو گیا ہے اس سے بڑھ کر ان کے لیے اور اعزاز کیا ہو گا۔ میں اس میں کیسا لکھ رہی ہوں یہ بتانا آپ قارئین کا کام ہے میں نے تو لکھ دیا ہے۔

(کشور کرن۔ پتوکی۔

☆ تازہ شمارہ خوفناک ڈائجسٹ ملا اس بار جن کہانیوں نے مجھے اپنے سحر میں جکڑے رکھا ان میں موت کی منزل۔ کالا جادو۔ دھند کے پار۔ بہت ہی اچھی کہانیاں ان کو پڑھ کر بہت سکون ملتا ہے دھند کے پار ساحل بخاری نے بہت خوب قلم چلایا ہے۔ وہ مبارک باد کی حقدار ہیں۔ امید ہے کہ وہ بہت جلد اپنی کسی نئی سٹوری کے ساتھ شامل ہوں اور موت کی منزل میں بھی سپنس دکھائی دینے لگا ہے ان کے لکھنے کا انداز بھی بہتر سے بہتر ہوتا جا رہا ہے ان کو بہت بہت مبارک باد قبول ہو کالا جادو بہت ہی اچھی جا

رہی ہے۔ ریاض احمد آپ کہاں غائب ہیں آپ تو خوفناک کے کنگ تھے پھر یوں غائب ہونا میری سمجھ سے بالاتر ہے آپ شاید نہیں جانتے کہ ان کو ہم لوگ کتنا مس کرتے ہیں آپ کو ہم پڑھنا چاہتے ہیں آپ جہاں کہیں بھی ہیں رسالے کی اس محفل میں لوٹ آئیں۔

نرگس ناز۔ سکھر

☆ میں نے اپنے پچھلے لیٹر میں کچھ کہا تھا لیکن لگتا ہے کہ رائٹر حضرات یا تو زیادہ بزی ہو گئے ہیں یا پھر ابھی تک انہوں نے رسالہ نہیں پڑھا۔ میں نے کچھ ساتھیوں کو لکھنے کو کہا تھا جن میں رابی خان سے کہا تھا کہ وہ بہت اچھا لکھتی تھیں ان کی تحریر میں بہت ڈر اور خوف ہوتا تھا لیکن وہ کئی ماہ سے بالکل خاموش ہیں کیوں نہیں لکھ رہیں ہیں وجہ تو بتائیں اور دوسرے عثمان غنی تھے جو کسی سے کم نہیں تھے ان میں لکھنے کی بہت صلاحیت موجود تھی لیکن وہ بھی غائب ہیں ان سے بھی گزارش ہے کہ وہ اپنی مصروفیت کو کچھ کم کریں اور اس محفل میں حاضر ہوں۔ اور اس کے بعد ذاکر حسین سے کہا تھا کہ وہ بھی واپس لوٹ آئیں وہ بھی بہت اچھا لکھ رہے تھے ان کے قلم میں بہت خوف ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ عمران رشید سے کہا تھا کہ وہ جہاں کہیں بھی ہیں جلد رسالے کی محفل میں لوٹ آئیں۔ وارث آصف سے بھی کہا تھا کہ وہ بھی پھر سے شرکت کریں انہوں نے قسط وار سلسلہ شروع کیا تھا جو کہ کامیاب رہا تھا لیکن اس کہانی کو مکمل نہیں کر پائے تھے۔ قم قم نشاد بہت ہی خوب لکھ رہیں ہیں میری ان کو دلی مبارک باد قبول ہو ایسے ہی لکھتی رہو اور کوشش کرو کہ آپ کوئی قسط وار تحریر لکھیں کیونکہ آپ کے ہاتھ میں وہ سب آچکا ہے جو کسی اچھے رائٹر کے قلم میں ہوتا ہے جو ساتھی رسالے سے ناراض ہو کر نجانے کہاں چلے گئے ہیں جہاں بھی ان سے گزارش ہے کہ وہ جلد واپس لوٹ آئیں خوفناک کے قارئین کو ان کی تحریروں کی ضرورت ہے وہ ان سب کو پڑھنا چاہتے ہیں۔ فرزانہ نورین خوفناک میں اپنا راج قائم کئے ہوئے تھیں ان کی کہانیاں پڑھ کر دل کو سکون ملتا تھا لیکن وہ بھی غائب ہیں ان سے بھی کہا تھا کہ وہ بھی واپس آئیں اور اپنی قلم کا جادو جگائیں۔ خوشبو سلیم قادری اور یاسمین قادری یہ بھی ہر ماہ خوفناک کے لیے بہت کچھ لکھتی تھیں انہوں نے میرے کہانے پر ایک کہانی لکھی بھی لیکن اچھی بات تو یہ ہے کہ ہر خط میں وہ انٹری دینے لگی ہیں باقی لوگ بھی شاید آہستہ آہستہ واپس آجائیں۔ باقی میری طرف سے سب کو خلوص بھرا اسلام قبول ہو

(ریاض احمد۔ باغبانپورہ لاہور۔)

☆ خوفناک ڈائجسٹ میرے سامنے پڑھا ہوا۔ سب سے پہلے بات ہو جائے قسط وار کہانیوں کی۔ کالا جادو بہت اچھے انداز سے آگے بڑھ رہی ہے۔ اور موت کی منزل۔ یہ سٹوری بھی مجھے بہت پسند آئی ہے۔ دھند کے پار کی آخری قسط لاجواب رہی ساحل دعا بخاری کو دلی مبارکباد قبول ہو اور قم قم نشاد کی کہانی کی تعریف نہ کر۔ ان کے ساتھ زیادتی ہوگی کیونکہ ان کی کہانیاں میں پڑھتا رہتا ہوں اور انکی ہر کہانی لاجواب ہوتی ہے۔ ان کو میری طرف سے دلی مبارک باد قبول ہو۔ اور سب کو سلام قبول ہو۔

زاہد۔ پتوکی

☆ کیا حال ہے آپ سب کا امید ہے کہ خیریت سے ہونگے عید آئی اور گزر گئی بہت اچھا تہوار ہے مگر مجھے بہت برا لگتا ہے خیر تھوڑی سی بات رسالے پر ہو جائے اپریل کا شمارہ لیا بہت زبردست کہانیاں تھیں اندھیر نگری محمد ذاکر زبردست محمد ذاکر کمال کر دیا آپ نے تو عاصم بھائی سوری فار ویٹ

میں کالا جادو نہیں پڑھ سکی پتہ نہیں کیوں دل نہیں کیا باقی شارٹ کٹ محمد قیصر کالی وادی کا عفریت عثمان غنی قبر کا بیٹا کامران احمد زبردست کہانی تھی املی کا پیڑ ابناس صادق خونی نہر محمد عارف بھیانک مخلوق قم قم نشاد اور کمال کی کہانی ایک تازہ حکایت ہے ہر ایک کہانی کا اپنا تاثر تھا پراسرا جو یلی بھی میں نے نہیں پڑھی موت کی منزل پرنس کریم میں نے رائٹر کا نام ہی دکھ کر کہانی پڑھنی شروع کی تھی مختصر میں پہلے کا شائع شدہ منتظر ہی اچھا لگا۔ میں نے اپنے بھائی کو بھی پڑھایا اور کافی دیر ہنستے رہے باقی رہی بات غزلوں کی تو پتہ نہیں لوگوں کی پسند بھی کیسی ہوتی ہے بکواس ترین شعر اور غزلیں تھیں بس یہی اچھی تھیں ۵۔۱۳۔۱۴۔۱۵۔ ۲۵۔۴۱۔۶۳۔ ٹھیک تھیں بہترین شعر اپنے پیاروں کے نام میں بھی کوئی شعر خاص نہ تھا شعیب شرازی آپ نے میرے نام لکھا نارمل ای تھا۔ سید عارف شاہ پریمی آپ کی تعریف کا شکریہ اب آتے ہیں مئی کی شمارے کی طرف رسالے نے فل ذلیل کروایا مگر شکر ہے مل گیا۔ کالا جادو پہلے بھی بتایا تھا پڑھی نہیں موت کی منزل کامیابی کی ساری سیڑھیاں آسانی سے طے کر رہی ہے قاتل حسینہ قم قم نشاد۔ دھند کے پار ساحل دعا بخاری۔ شیطان دیوتا۔ ایم ذاکر سنی۔ حسن پری ریاض احمد درندے۔ وارث آصف خان بے نیازی آواگون۔ نور محمد اسلم یہ ساری کہانیاں مزہ ہی دے گئیں۔ ساری ہی ایک سے بڑھ کر ایک تھیں ریاض بھائی پلیز اپنا موضوع تبدیل کریں اور نور محمد اسلم آپ پہلی کہانی بمشکل پڑھ کر آپ کی میں فین ہوئی تھی آپ بھی انگلش لفظ استعمال نہ کیا کریں اس میں بھی گنے چنے شعر اچھے تھے باقی سب بکواس گلدستہ بہت اچھا تھا غزلوں مین تین غزلیں تھیں بس باقی کافی غزلیں میری تھیں وہ قارئین کو پتہ ہو کہ کیسی تھیں بہترین شعر اپنے پیاروں کے نام میں پہلا شعر ہی کمال تھا باقی خطوط اچھے تھے۔ یکم جون آیا و میں بازار چکر لگانے لگی تیس جون ہو گیا مگر رسالہ نہیں ملا اور پھر بائیس جولائی تک چکر لگانے تب کہیں جا کر جولائی کا شمارہ ملا پہلے تو بات ہو نہ غلام کی سجاد بھائی غلط حرکت یہ کہانی ایم اے راحت کی ہے جو نادیدہ کے نام سے اخبار جہاں میں شائع ہوئی تھی اور مجھے بہت پسند آئی تھی قم قم نشاد ضروری نہیں حسینا ئیں ہی بے وفا ہوں اچھی کہانی تھی آپ کی موت کی منزل اور دھند کے پار بھی ٹھیک ٹھاک جا رہی ہیں پراسرار قبرستان خوشبو سلیم قادری شیطانی طاقت۔ داؤد احمد بے قرار روح ملک اسد یاسین۔ آسیبی جال اس شہزاد پراسرار بنگلہ ملک محمد رمضان۔ زندہ لاش کامران شکیل بہت مزہ آیا یہ کہانیاں پڑھ کر خاص کر آسیبی جال بہت اچھی تھی شعر بھی ٹھیک ہی تھے پھول اور کلیاں پڑھ کر بہت مزہ آیا۔ لطائف بہت اچھے تھے غزلوں میں پانچ غزلیں اچھی تھیں خطوط پچھلے ہی تھے قارئین کرام یہ تھے پچھلے تین رسالوں کے احوال۔ یار یہ ٹائٹل پر صرف حسینہ ہی سج سکتی ہیں آپ لڑکوں کے لیے خوبصورت لڑکیوں کی تصویریں لگا سکتے ہیں تو لڑکیوں کے لیے خوبصورت لڑکے ختم ہو گئے ہیں یار کسے سوہنے منڈے دی تصویر لا دیا کرو اب آپ اس سے شاہ رخ سلمان خان میری مراد نہ لینا سمجھے زہر لگتے ہیں مجھے ایکٹرز۔ ریاض بھائی آپ کا شکریہ کہ آپ نے پھر سے وعدہ کیا ہے ہمیں رسالے میں وہی مقام دینے کا میں آپ کی دل سے شکر گزار ہوں پلیز میری دونوں کہانیاں شائع کر دیں چاہت اور محبت کی تھی مہربانی ہو گی۔ محمد منیر سحری آپ بھی واپس آ جائیں کہاں رہ گئے اس بار عبداللہ اور فرید علی بھی غائب تھے پلیز اچھی اچھی کہانیوں کے ساتھ زبردست انٹری دیں۔ یاسین جی آپ بھی۔ رابی خان پلیز کم بیک۔

-----------انیلا غزل۔ حافظ آباد۔

☆ اگست کا شمارہ چوبیس اگست کو ملا اپنی کوئی بھی تحریر نہ پا کر کافی دکھ ہوا کہانیوں میں کالا جادو بے حد شاندار تحریر تھی اس تحریر نے تو ہمیں اپنے سحر میں جکڑ رکھا ہے بندہ کہانی میں کھو سا جاتا ہے ویلڈن عاصم بھائی موت کی منزل حد درجہ بکواس اور ایک دم فضول کہانی ہے کہانی پڑھ کر ایسے لگتا ہے کہ گویا سٹار پلس پر بھابھو والا چل رہا ہے دھند کے پار ساحل دعا بخاری آپ نے جو یہ افسانہ لکھ کر بھیجا ہے اسے ہم کیا نام دیں۔ آپ کی پوری قسط محض ایک افسانہ ہی نہیں تھی بلکہ ہر پڑھنے والے کے دماغ پر ہتھوڑے برسا رہی تھیں کیا اس کو کہانی کہتے ہیں تو پھر کہانی کس کو کہتے ہیں کیا محض ورق سیاہ کر کے افسانے لکھ مارنا اور ہمارا ٹائم اور ڈائجسٹ کے اوراق ضائع کرنا کیا یہ کہانی ہے عمران رشید کو ہم لاکھ برا کہیں مگر ان کی کہانی آپ کی اس منحوس افسانہ نگاری سے لاکھ درجہ بہتر ہوتی تھی۔ مجھے حیرانگی ہے ان لوگوں پر جو آپ کو نہ صرف اپنا پسندیدہ رائٹر کہتے ہیں بلکہ آپ کی افسانہ نگاری کی جھوٹی تعریف کرتے ہیں پورے ڈائجسٹ میں آپ سے زیادہ بور اور بکواس تحریر نہیں تھی بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ آپ نے تو یہ تحریر لکھ کر اگلے پچھلے ریکارڈ برابر کر دیئے ہیں یک بات مانیں گی آپ ایسا کریں کہ بس اپنے خطوط میں وارث آصف کی تعریفوں کے پل ہی باندھا کریں اپنے افسانے اپنے ہی پاس رکھیں۔ مہربانی ہو گی۔ اور خدا کے لیے ہماری جان چھوڑیں حسن پری ریاض بھائی امیزنگ سٹوری تھی آپ کی میرے پاس اس کہانی کی تعریف کے لیے الفاظ نہیں ہیں آپ کے دم سے تو یہ ڈائجسٹ آباد ہے اقرا باجی ویلکم ان خوفناک اب جلدی سے بنا کوئی انتظار کرائے تحریر لے کر حاضر ہوں ذرا سی بھی تاخیر برداشت نہیں کی جائے گی آنکھ ترس گئیں ہیں آپ کی تحریر پڑھنے کو قم قم نشاد یہ کیسا نام ہے بھلا۔ پلیز اپنا اصل نام تو لکھیں اگر نہیں لکھنا تو کم از کم اچھا سا تخلص ہی لکھ بھیجیں بٹ پلیز دس از ناٹ۔ غزلوں کا معیار اچھا تھا خطوط بھی بورنگ تھے کوئی بھی چٹ پٹا نہیں تھا آخر میں میری وارث آصف۔ عمران رشید۔ عبداللہ حسن اور دیگر تمام رائٹرز سے گزارش ہے کہ پلیز کم بیک اور خاص کر وارث آصف صاحب تو لازمی۔ او کے۔

-----------نوشین خان۔ کوٹ مظفر۔ وہاڑی

☆ جولائی کا شمارہ زندہ لاش نمبر لیٹ ملا ٹائٹل شاندار تھا اسلامی صفحہ دیکھ کر خوشی ہوئی سٹوریز لسٹ میں نگاہ ڈورائی تو کچھ پرانے رائٹر کا کم بیک دیکھ کر خوشی ہوئی ابھی تک صرف سنگل سٹوریز ہی پڑھی ہیں سجاد حسن کی سٹوری غلام شاندار تھی پراسرار قبرستان خوشبو سلیم قادری کی پہلی کوشش اچھی تھی موت کے فاصلے ابھی نہیں پڑھی بے وفا حسینہ قم قم نشاد نے بہتر لکھا باقی سب رائٹرز نے بھی اچھا لکھا میری اپنی سٹوری زندہ لاش کیسی تھی اس کا اندازہ قارئین کی رائے سے ہی ہو گا۔ میں اقراء کی کمی کو محسوس کر رہا ہوں ریاض احمد اور عمران رشید بھی غائب تھے عمران بھائی پلیز سٹائل چینج کر کے دوبارہ سے لکھنا شروع کر دیں مس اقراء آپ بھی جلدی سے واپس آ جائیں پھول کلیاں میں زیادہ تحریریں ڈاکٹر واجد نگینوی کی تھیں پلیز آپ بہت لمبے لمبے نام نہ لکھا کریں اس سے تحریر بورنگ ہو جاتی ہے اشعار اور خطوط اچھے اور زبردست تھے سب کو میری طرف سے سلام۔

-----------کامران شکیل۔ واہ گارڈن۔ واہ کینٹ۔

☆ امید ہے کہ آپ سب خیریت سے ہوں گے میں آپ کے رسالے خوفناک کا پرانا قاری ہوں بعد میں جواب عرض بھی پڑھنے لگا میرا ایک عدد خط جواب عرض میں بھی شائع ہوا ہے جولائی کے شمارے کا

ٹائٹل واقعی خوفناک تھا زندہ لاش نمبر تھا سو ثابت بھی کر دیا۔ کہانیوں میں نمبرون کالا جادو دوسرے نمبر پر زندہ لاش۔ تیسرے نمبر پر پراسرار قبرستان تھی اسلامی صفحہ تو خوفناک کی جان ہوتا ہے پھول کلیاں بہت ہی اچھا اور بہترین کالم ہے شعروں اور غزلوں میں آنسہ کنول شاہدہ اینڈ حسینہ محمد حسن جان۔ ساجد گجر کا کلام بہت پسند آیا۔ خطوط کی محفل میں خوفناک کی تعریف پڑھ کر اچھا لگا۔ شہزادہ التمش بھائی میں ایک معمولی سا کہانی نویس ہوں امید ہے آپ مجھے خوفناک کی محفل میں خوش آمدید کہیں گے تاکہ میں آئندہ بھی لکھ سکوں دعا ہے کہ خوفناک اور جواب عرض دونوں دن دگنی رات چوگنی ترقی کریں آمین۔

---------محسن علی جٹ۔ ایم اے ساگر۔ ساہیوال

☆ ماہ نومبر کا خوفناک ملا۔ آپ سب کا بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے یاد رکھا ہوا ہے اور میں بھی رسالے سے دور نہیں ہوئی ہوں ہاں البتہ کچھ گھریلو کاموں میں پھنس کر رہ گئی ہوں شادی کے بعد دوسرے گھر جانا اور پھر وہاں کے معاملات سنبھالنا کچھ وقت تو لیتا ہے لیکن میں کوشش کروں گی کہ پہلے کی طرح خوفناک میں لکھوں اور بہت جلد ایسا کروں گی میں اب مس اقراء سے اقراء راحیل بن چکی ہوں۔ ساحل دعا بخاری۔ قم قم نشاد۔ یہ تو رسالے کی جان بن چکی ہیں ان کے بغیر رسالہ ادھورا سا دکھائی دیتا ہے اور میں دیکھ رہی ہوں کہ رسالہ ویسے ہی اپنا نام بنائے ہوئے ہاں کچھ ساتھی غائب ہیں امید ہے کہ وہ بھی واپس آجائیں گے کیونکہ میں خود بھی دوبارہ واپس آنے والی ہوں ایک قسط وار کہانی تیار کر رہی ہوں یہ کہانی بھی آپ کے دلوں پر ویسا ہی راج کرے گی جیسا کہ پہلی کہانیوں نے کیا ہے۔ بس کچھ انتظار کرنا۔ عائشہ سحر فری۔ سحرانہ آنکھیں کے ساتھ شاید نئی لکھاری انٹر ہوئی ہیں انہوں نے بہت ہی اچھا لکھا ہے امید ہے کہ وہ اب خوفناک کی محفل میں شامل رہیں گی اور اس کے وقار کو بلند کریں گی۔ سحرانہ آنکھیں لکھنے پر ان کو دل کی گہرائیوں سے مبارک باد قبول ہو باقی کالا جادو اور موت کی منزل اقساط اپنے سحر کو ساتھ لے کر چلتی جا رہی ہیں دھند کے پار تو ساحل دعا نے مکمل کر دی ہے لیکن یہ کب مکمل ہوتی ہیں اس کا انتظار ہے۔

---------اقراء راحیل۔ سیالکوٹ

☆ خوفناک کا تازہ شمارہ ملا پڑھ کر سکون ملا ایسے ہی خوفناک کو وقت سے پہلے مارکیٹ میں لے آیا کریں تاکہ ان لوگوں کے منہ بند ہو جائیں جو یہ کہتے ہیں کہ خوفناک ڈائجسٹ اور جواب عرض بند ہو گئے ہیں بھلا یہ رسالے کیسے بند ہو سکتے ہیں یہی تو وہ رسالے ہیں جن کا ہمیں شدت سے انتظار ہوتا ہے یہ ہمارے جسم میں دل کی ڈھرکن کی طرح دھڑکتے ہیں۔ ساحل دعا بخاری۔ قم قم نشاد۔ اور عائشہ سحر فری کو اچھی کہانیاں لکھنے پر مبارک باد قبول ہو ابھی اتنی ہی کہانیاں پڑھی تھیں اب مزید پڑھوں گی تو اس پر بعد میں تبصرہ کروں گی۔ میری کہانی کو پسند کرنے کا بہت بہت شکریہ میں مزید لکھوں گی کالا جادو۔ موت کی منزل اپنی مخصوص رفتار سے آگے بڑھ رہی ہیں اور شاید بڑھ چکی ہیں اب اینڈ کے مراحل میں ہیں ان کے رائٹروں کو بھی دل کی گہرائیوں سے مبارک باد قبول ہو۔ سب کو سلام۔ خطوط کی محفل خوب رہی اور شعروشاعری کا سلسلہ بھی اچھا لگا۔ اسلامی صفحہ تو خوفناک کی جان ہے میں نے بھی کچھ اسلامی صفحات بھیجے ہوئے ہیں ان کو بھی شائع کر دیں شکریہ۔

---------یاسمین سلیم قادری۔ کراچی